ازالۃ الریب
عن عقیدۃ
علم الغیب

# فہرست مضامین

# اِنتساب

ہر مؤلف کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ اپنی تالیف کو کسی استاد اور بزرگ یا کسی یار و محرم جیسی کی طرف منسوب کیا کرتا ہے۔ یہ ناچیز اپنی اس کتاب کا انتساب حضرت مولانا سید قاری حافظ مفتی محمود الحسن صاحب (فاضل دیوبند اور حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی المتوفی ۱۳۶۲ھ کے خلیفہ) کی طرف کرتا ہے جن کو ۱۶ مئی ۱۹۵۸ء کو دوران نماز تراویح میں رمضان مبارک کے مہینہ میں جامع مسجد کے اندر ایک بدبخت ازلی اور شقی الطبع شخص نے اس لیے خنجر سے شہید کر دیا تھا کہ حضرت مولانا مرحوم نے یہ فرمایا تھا کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اس کے بغیر کوئی عالم الغیب نہیں ہے۔ اس کے برعکس قاتل کا خیال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی غیب دان اور عالم الغیب تھے۔ اور اس معاملے نے ایک طول کھینچا جو بالآخر مولانا مرحوم کی شہادت پر منتج ہوا۔ اخبار نوائے وقت ۲۰ مئی، الاعتصام ۲۳ مئی اور طلوع اسلام جون ۱۹۵۸ء وغیرہ اخبارات میں یہ اندوہناک واقعہ مذکور ہے۔ جس پر گویا مرحوم کی قبر کا ایک ایک ذرہ بزبان حال قاتل کو پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے کہ ؎

قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

یوم الخمیس ۲۶ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ
۲۳ جولائی ۱۹۵۹ء

احقر الناس ابوالزاہد گکھڑ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين ○ لا إله إلا هو لا شريك له في ذاته ولا في
صفاته ولا في أفعاله عالم الغيب والشهادة لا يعزب عنه مثقال ذرة في
السموات ولا في الأرض وهو محيط بذات الصدور وهو بكل شيء عليم وعنده
مفاتح الغيب لا يعلمها إلا هو وله غيب السموات والأرض والصلوة والسلام
على رسوله ونبيه خاتم النبيين وصاحب قاب قوسين عبده ورسوله الذي
بعثه الله تعالى بتعليم الكتاب والحكمة ونفى الشركة بتكرار نسبة عبديته المفتقر
والمحتاج المجتبى الذي نفى عن نفسه الكريمة نسبة علم الغيب وصفات الألوهية
وعلى آله وأصحابه وأزواجه وجميع أمته إلى يوم التناد الذين اعتقدوا أنه
لا يعلم من في السموات والأرض الغيب إلا الله.

## أما بعد

فأقول بلساني وأعتقد بقلبي وأكتب بقلمي إن الله تعالى متفرد بصفاته
الذاتية والفعلية وإن منها علم الغيب مختصة به تعالى لا يجوز أن يطلق
على غيره عالم الغيب وإن كان ملكا مقربا أو نبيا مرسلا.

(۱)

دینی اور مذہبی، سیاسی اور اقتصادی طور پر اختلاف تو ہمیشہ ہی سے نوعِ انسان میں چلا آیا ہے مگر کسی صاحبِ فکر و دانش پر یہ بات ہرگز مخفی نہیں ہے کہ جو اختلاف مذہبی اور دینی نقطۂ نظر پیدا ہوتا ہے یا پیدا کر لیا جاتا ہے، اس میں اتنی قوت اور حماقت ہوتی ہے جو کسی اور اختلاف میں تصور نہیں کی جا سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اربابِ سیاست ہمیشہ سے عوام الناس کو مذہب کے نام پر ابھار کر مذاہب کو الفاظ ایمان کے استعمال کرا کر اپنی سیاسی برتری اور اقتدار کو حاصل کرنے کے جتن کرتے رہتے ہیں اور تاریخ اسلام کا یہ ایک انتہائی تکلیف دہ باب ہے جس کے پڑھنے سے دل شق ہو جاتا ہے، آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں، جسم پر لرزہ طاری ہوتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور دورِ حاضر میں بھی ایسے لوگوں اور ایسے نظریات کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اطرافِ عالم میں جس طرف بھی نگاہ دوڑائیے اس کا بخوبی اندازہ اور مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ حرص و آز کی شراب تو وہی پرانی ہی آدمی ہے۔ مگر ہاں ہابیل اور قابیل کا رنگ متغیر ہوتا رہتا ہے۔ شکار کا طریقہ تو وہی پرانا ہے لیکن بسا اوقات جال نیا تلاش کیا جاتا ہے۔ بقول شخصے

نیا جال لائے پرانے شکاری

بیشک سیاسی زندگی سے تعلق بھی ایک ناگزیر امر ہے مگر صحیح سیاست تو وہی ہو سکتی ہے جو انسانی زندگی پر خوشگوار اثر ڈال کر اسے امن و چین کی دولت سے مالا مال کر دے اور انسانی قدریں اس قدر ابھر جائیں کہ ہر فرد دوسرے کو اپنانے کی تڑپ اور ضرورت محسوس کرے۔ اٹھارھویں اور انیسویں صدی کا بیشتر حصہ ایسا گزرا ہے جس میں مسلمانانِ عالم کی دینی اور سیاسی، اقتصادی اور علمی، معاشی اور معاشرتی زندگی انتہائی خطرہ میں مبتلا تھی۔ کوئی دن اور کوئی رات ان کو چین اور امن کا نصیب نہیں ہو سکا۔ اور ہر طرف

ممالک اسلامیہ میں تقریر و تحریر، تدریس و خطابت، ذکر و فکر اور تالیف و تصنیف وغیرہ کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے اور اب بھی بفضلہ تعالیٰ کر رہے ہیں جو اپنی خوش بیانی اور حسن کردار اور تبلیغ کے ذریعہ ہزاروں کے اسلام لانے کا سبب بنے ہیں اور جو برطانیہ کے لیے مصیبت عظمیٰ اور درد سر بنے رہے جنہوں نے ہر آنے والی تکلیف و مصیبت کو خندہ پیشانی اور ہمت و استقلال کے ساتھ برداشت کیا اور اپنے اسلاف کے بہترین نقوش ان پر ثبت کر کے طوفان حوادث کو یوں خطاب کیا کہ ؎

ہم کو طوفان حوادث کیا ڈرائے گا حمید    جبکہ ہم پیدا ہوئے یہ آندھیاں دیکھتے

ان اکابر کی بے لوث خدمت، اولوالعزمی اور تمام کارکردگی حکومت برطانیہ کے سامنے تھی۔ اس نے ان پر جو مظالم بلا واسطہ ڈھائے، ان کا تذکرہ ہو چکا ہے، مگر جو الجھنیں ان کے لیے ابنائے وطن سے تیار کرا کے بالواسطہ ان کو پیدا کیں، وہ زیادہ گھناؤنی ہیں۔ کسی نے تو جہاد کی منسوخیت کا باطل دعویٰ کیا اور ختم نبوت پر کاری ضرب لگا کر قصر ختم نبوت کو متزلزل کرنا چاہا اور کسی نے ہندوستان کو دارالسلام قرار دے کر برطانیہ کو "بادشاہ عادل اور مستحق حکمران" بنا کر اس کے مخالفوں کو قابل گردن زدنی اور قابل تعزیر قرار دیا اور اپنی ساری ناکام اور بے ثمر زندگی انہی اکابر پر، دیوبند کے من جملہ علماء کے خلاف زہر اگلنے میں صرف کر دی اور بیسیوں مسائل میں ان کی تکفیر و تفسیق کی گئی بلکہ علماء حرمین شریفین کو مغالطہ دے کر ان کی تکفیر کرائی گئی حتیٰ کہ زمانے نے پلٹا کھایا اور حالات نے پلٹا کھایا اور صحیح اور جھوٹ، اصل و نقل، دو رخی اور بے لوث خدمت اور طمع و لالچ کی حقیقت آشکارا ہوئی اور ہر صاحب ذوق پر صداقت منکشف ہوئی۔ آخر ؎

ہر ذرۂ ہستی میں تڑپ ہو گئی پیدا    جب درد کی اک موج اٹھی دل کی طرف سے

(۳)

ان تمام مخالفین میں مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) پیش پیش تھے چنانچہ انہوں نے اپنی متعدد کتابوں میں ان اکابر کے خلاف صریح کفر کے فتوے صادر کیے ہیں۔ ہم صرف ان کے صرف دو ہی حوالے درج کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:

"رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین و متبعین و پیروان وغیرہ قرآن باتفاق علمائے اعلام کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ جانے وہ ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے۔"

(عرفان شریعت حصہ دوم ص ۱۹)

اور پھر آگے دیوبندیوں پر مزید برستے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اور ان کے پیش پیش مسلمانوں پر خاصکر اہل حرمین پر پیش پیش ہوتے۔ (ملخصاً جاء الحق صفحہ ۳۰) مفتی صاحب! ذرا انصاف اور خوف خدا کو ملحوظ رکھ کر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیئے کہ دور برطانیہ میں ترکوں اور مصریوں عربوں اور شامیوں افغانوں اور آزاد قبائل کے مسلمانوں پر کس گروہ کے مولویوں اور پیروں اور گدی نشینوں کے مریدان استعمال ہو کر پر گولیاں برسانے، ان کے سینوں کو چھلنی کرنے ان کی عورتوں کو بیوہ کرنے اور ان کے بچوں کو یتیم کرنے اور ان کی ماؤں کے قیمتی لعل چھیننے کے لیے بھرتی ہوئے تھے؟ مفتی صاحب! جنگ عظیم میں بغداد شریف پر دھاوا بول کر کیا مدینے والے کے روضہ پر کس کے مریدوں نے بھرتی ہو کر حملہ کیا تھا؟ ذرا علامہ کبیر مجاہد رفعت امیر شکیب ارسلان کی کتاب اسباب زوال امت ہی ملاحظہ کر لیجئے کہ ان مقامات مقدسہ پر بمبار لوگ کس فرقے سے متعلق تھے؟ اور مدینہ طیبہ میں روضہ اقدس پر کس نے گولیاں برسائی تھیں؟ اور مکہ مکرمہ پر کس گروہ نے بمباری کی تھی؟ اور سلطان عبدالحمید خان ترکی مرحوم کی بہو کو حرم کعبہ کے گرد سر کے بالوں سے پکڑ کر کس نے گھسیٹا تھا۔ اور اس کے برعکس برطانیہ نے شریف مکہ کے توسط سے ترکوں کے خلاف جنگ کرنے کے جواز پر کس سے فتویٰ حاصل کرنا چاہا تھا اور کس نے اس کا انکار کر کے سالہا سال تک مالٹا میں اسیری کی زندگی بسر کی تھی؟ اور کس کو مالٹا کے زنداں میں قصر کی سی لذت محسوس ہوتی تھی؟ جنہوں نے شاید بزبان حال یہ بھی کہا ہو کہ: ~

نئی دنیا بنا دی لذت ذوق اسیری نے ۔۔۔ قفس میں بسنے والوں کو خیال آشیاں کیوں ہو

مفتی صاحب! آپ کو تاریخ عالم سے بھی کچھ انس اور لگاؤ ہے؟ آپ نے کس سادگی اور دجل سے یہ کہہ دیا ہے کہ انگریز دیوبندیوں کے ہمیشہ پیش پیش مسلمانوں پر خاصکر اہل حرمین پر ہی برسے مفتی صاحب اس غلط بیانی اور افتراء آفرینی سے شاید آپ کے ناخواندہ حواری تو مطمئن ہو جائیں، مگر تاریخ عالم سے ادنیٰ ترین تعلق اور مس رکھنے والے اس دروغ گوئی سے کیونکر ہوں گے؟ اور کب متاثر ہو سکتے ہیں؟ خصوصاً اس حالت میں جبکہ مشہور اور ظاہر ہو علمائے حق گروہ کے خلاف جن کی عزیز زندگیاں ہی اسلام کی والہانہ الفت اور عقیدت میں مسلمانان عالم کی خیر خواہی اور ہمدردی میں اور برطانیہ کے خلاف تختہ دار سے لے کر اسیری مالٹا کے مظالم میں گزری ہیں اور جو آخر تک بہ بانگ دہل یہ کہتے رہے کہ ~

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی ۔۔۔ کٹی ہے برسر میداں مگر جھکی تو نہیں

جہاں اور بہت سے مسائل میں ان اکابر کی تکفیر اللہ پر زور تردید کی گئی ہے ان میں ایک مسئلہ علم غیب بھی ہے جو اس پیش نظر کتاب کا موضوع و مبحث ہے۔ قرآن کریم، صحیح احادیث، حضرات صحابہ کرامؓ، ائمہ اسلامؒ اور بزرگان دینؒ اور اکابرین علماء دیوبند کا مسئلہ علم غیب کے متعلق کیا بیان اور عقیدہ ہے؟ یہ تو اس کتاب کے مختلف ابواب سے انشاء اللہ العزیز علیٰ وجہ الاتم ظاہر ہوگا۔ مگر سرِ دست فریق مخالف کا نظریہ خود ان کی اپنی عبارات میں ملاحظہ کر لیجئے تاکہ آپ پر بھی یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ اس تنگ ترین دور میں جس میں لوگ اسلام ہی کو سلام کر رہے ہیں یہ ضخیم کتاب کیوں لکھی گئی ہے؟ اور اس کے لکھنے کا داعیہ کیا پیش آیا ہے۔ ع شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات!

(۱) قائد فریق مخالف مولوی احمد رضا خان بریلوی قرآن کریم کی ایک آیت کے بشمول اثر و شان نزول از حضرت مجاہدؒ (کہ اگر کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی تھی الخ ابن جریر ج ۱۰ صفحہ ۱ اور درمنثور ج ۳ صفحہ ۲۵۴ وغیرہ میں یہ روایت مذکور ہے مگر فریق مخالف نے اس کی سند و متن کا حال نہیں بتلایا، اور حقیقتاً بھی بھلا دیکھئے؟ کم فہمی کا تو ایک ہے جس کی پردہ داری ہے) باقی رہا اونٹنی کا واقعہ اور حضرت مجاہدؒ کے اقوال کی تشریح تو یہ اپنے مقام پر عرض کی جائے گی انشاء اللہ العزیز) یہ حکم لگایا کرتے ہیں کہ یہاں ائمہ عزوجل یہ حکم لگا رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی سے منکر ہو وہ کافر ہے الخ (خلاصہ از الاعتقاد صفحہ [illegible])

اور دوسرے مقام پر یوں لکھتے ہیں کہ مگر غیبیات کا مطلق علم تفصیل بعطائے الٰہی عزوجل تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ثابت ہے۔ انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے۔ بلفظہ (احکام شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۹۰)

(۲) اسی سابق مسئلہ پر بنیاد رکھتے ہوئے مولوی سلطان محمود صاحب چلپوری (ضلع میانوالی) لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر کو کافر فرمایا ہے، اگرچہ کہ شریعت پڑھتا ہو۔ الخ (بلفظہ نور الرحمٰن صفحہ ۲) نیز لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے (کون سے اہل السنت والجماعت؟ اور ثبوت اتفاق کہاں؟ یہ تو اس کتاب سے روشن ہوگا انشاء اللہ العزیز) متفقہ اور اعتقاد ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ آقائے نامدار سید الابرار احمد مختار محمد فخر الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے اپنے فضل و کرم سے اولین و آخرین ——

وعلم ما کان وما یکون وعلم ما فی السموات وما فی الارض عطا فرمایا ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا مومن ہے ۔ ذکیب اور کیسا با مستقل بحث آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ (صفدر) اور جو شخص یہ اعتقاد نہ رکھتا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔ اھ (بلفظہ تجرالرحمٰن صفحہ) نیز وہ لکھتے ہیں کہ پس انکار علم غیب نبی کا عین انکار نبی کا ہے ۔ پس وہابی لوگ نبی کے منکر ہیں ۔ (بلفظہ تجرالرحمٰن صفحہ)

(۳) مولوی احمد الدین صاحب گوکلی مولاداں (ضلع سیالکوٹ) مذکورہ مستقل کی بنا پر لکھتے ہیں کہ "مسلمان جو کہ تم یہ بات کہتے ہو کہ علم غیب کیا جائیں کافر ہو گئے" (حاشیہ نصرۃ الحق صفحہ) اور پھر متعدد پنجابی کے اشعار میں اس کو بیان کر کے یہ بھی لکھتے ہیں کہ ؎

غیب علم نبی نوں جیسی ثابت ہو گیا بھائی ۔ جیہڑا اوہنوں منکر ناہیں کافر شک نہ کائی

(۴) مولوی محمد عظیم صاحب گھکھڑوی (ضلع گوجرانوالہ) لکھتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صفت علم غیب باتفاق اہل حق (بزعم خود صفدر) بنص قطعی قرآن ثابت ہے اور منکر منصوص مکذب نص قرآن کا فر ہے" (بلفظہ علم غیب صفحہ)

(۵) اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ "اے امتی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دیوبندی وہابی کی اقتداء میں اپنے ایمان کو نہ کھو بیٹھنا یہ عقیدہ نہ بنالینا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ما کان وما یکون یعنی اگلا پچھلا نہیں ورنہ بروز محشر کملی والے کا دامن ہاتھ سے جاتا رہے گا ۔ جو پھر ہاتھ نہ آئے گا ۔ آپ کی سفارش سے بھی محروم رہو گے اور وہ تو اس عقیدہ پر اپنے اعمال بھی ضائع کر چکے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر علی الاعلان ما کان وما یکون کا علم غیب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سنا رہیں ۔ (کیسی دلیل ہے ۔ صفدر) اور تم ہو کہ آپ کی ذات عالیہ کو اس سے بے خبر کر دو تو تمہارے اس ایمان کو اللہ تعالیٰ قعر دریا میں ہی پھینکے تاکہ دوسرے سادہ لوح بھولے بھالے مسلمانوں کو تمہاری صحبت میں شمولیت سے بچا رہے اخ بلفظہ (مقیاس حنفیت صفحہ)

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات ما کان و ما یکون کا علم مرحمت ہو چکا تھا ۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اسری بہ لم یہبط حتی اعلمہ اللہ جل ذکرہ علم ما کان وما یکون ۔ (اصول کافی مع الصافی حصہ اول جزء سوم کتاب الحجۃ صفحہ) (کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا تو آپ اس وقت تک نیچے تشریف نہیں لائے ۔

علم ہو جانا تمام انسانوں اور جنوں کے دلوں کے راز اور بھید جاننے کا موجب اور اس کو مستلزم نہیں ہے۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کی صحیح اور صریح روایات سے ثابت ہے کہ فجر سے عصر تک جن فرشتوں کی اعمال ضبط کرنے کی ڈیوٹی ہوتی ہے وہ اور ہوتے ہیں اور عصر سے فجر تک کے اور ہوتے ہیں۔ (ملخصاً بخاری [illegible])

(۷)

بعض اہلِ علم حضرات بھی یا تو اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ شرک کی زد سے بچنے کے لیے یہ کافی ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگرچہ تمام ما کان وما یکون کا علم حاصل تھا مگر ذاتی نہیں بلکہ عطائی تھا، بالذات اور بالاستقلال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی صفت آپ کے لیے ثابت نہ ہوئی تو پھر یہ شرک کیسے ہوا؟ کیونکہ علمِ غیب اور اسی طرح حاضر و ناظر اور ما فوق الاسباب تصرفات وغیرہ کی صفات تو آپ کی ذاتی نہیں اور خانہ زاد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا خاص اور خالص عطیہ ہیں۔ اور علمِ عطائی اللہ تعالیٰ کی صفت ہی نہیں ہو سکتی اس لیے یہ شرک نہیں ہے مگر یہ ایک نہایت ہی سطحی قسم کا مغالطہ ہے جیسی بحث تو اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ کہ جب موصوف کا وجود ہی خود ہی ذاتی نہ ہو بلکہ عطیہ خداوندی ہو تو پھر اس کی کسی صفت میں یہ احتمال کیسے پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بالذات ہو سکتی ہے۔ اور جب اس کے بالذات ہونے کا تصور ہی نہیں تو پھر اس کی نفی کیونکر صحیح ہوگی؟ اور عطائی کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جن حضرات نے بالذات اور بالاستقلال وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں وہ بالذات اور بالاستقلال کا مطلب ہرگز یہ نہیں لیتے اور نہ کہتے ہیں کہ یہ صفت ان کی ذاتی اور خانہ زاد ہے بلکہ وہ بالذات اور بالاستقلال کا یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ قوت اور طاقت عطا فرما دی ہے اور قدرت ان کی ذوات میں ودیعت کر دی ہے۔ کہ وہ جب چاہیں کسی چیز کو معلوم کر لیں اور جب چاہیں تصرف کر لیں اور جزئی جزئی اشیاء میں وہ اس کے محتاج نہیں کہ فیضان الٰہی ہو تو وہ کچھ کر سکیں، اور عطائی اور غیر مستقل کا یہ مطلب وہ لیتے ہیں کہ معجزات اور کرامات کی طرح جزئی جزئی معاملہ میں امداد خداوندی کے محتاج ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان کو ان میں اتنا اختیار بھی نہیں ہوتا جتنا کہ عباد کے افعال اختیاریہ میں ہوتا ہے، مثلاً قلم کاتب کے ہاتھ میں لکھتا تو ہے مگر ایک ایک حرف میں وہ کاتب کی تحریک کا محتاج ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ کاتب نے اپنا فعل کتابت قلم سے ظاہر کیا ہے نہ یہ کہ قلم میں انسان کی طرح لکھنے کی طاقت ہی آگئی ہے، کیونکہ قلم جب تک انسانی صفات کا حامل نہ ہو کاتب نہیں ہو سکتا۔

بخلاف افعال عباد کے کیونکہ ان میں انسان کو مستقل اور بالذات قدرت حاصل ہے اگرچہ یہ قدرت و اختیار وغیرہ خدا تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں اس پر مفصل بحث نقل کی گئی ہے۔ ہم اختصاراً دو عبارتیں عرض کرتے ہیں:

"در الفتی منجیات کہ در بعض اوقات از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بروسیدہ ہم ازیں قبیل است یعنی متفرع بر آں نیست کہ قدرتے و شانے وصفتے قسمت کردہ در ذوات طیبہ ایشاں ودیعت نہادہ باشند بلکہ محض فعل خاص الٰہی است کہ ایں جا ظہور میکند مثل حرکت قلم بفعل کاتب (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم)

اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

"آنکہ لفظ علم غائب و تصرف استقلال واقع آں کہ در کلام بعض علماء مثل مولانا شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز نسبت بجناب واقع شدہ مراد ازاں نہیں اثبات قدرت و اختیار از درگاہ پروردگار است کہ موجب شرک گفتن نا درست و رد مشرکین بہ ارباب قدرت و سلطنت اصنام را بلا شرکت خدا قدرت و اختیار آنہا عطا فرمودہ جناب کبریائی دانستند کہ امر تحقیقہ وجہ اطلاق لفظ استقلال ظاہر است زیرا کہ مشرکین ہمیں آں افعال خاصۃ الٰہیہ را بسبب اعتقاد تفویض قدرت و اختیار در افعال اختیاریہ و اعمال مقدورہ داخل نمودہ در افعال اختیاریہ بندگان جمیع احکام استقلال جاری میشود و استحقاق مدح و ذم جاری گرد ہمہ افعال عباد بر قدرت خداداد مبنی ہے (رشیدیہ ج ۳ ص [illegible])

مطلب بالکل واضح ہے کہ وہ بالذات اور بلا استقلال کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ جیسا انسانوں کو نیکی اور بدی ایمان و کفر، طاعت و عصیان وغیرہ وغیرہ میں مستقل قدرت حاصل ہے جس پر مدح و ذم اور ثواب و عقاب کا ترتب ہوتا ہے۔ اسی طرح مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو علم غیب وغیرہ کی صفات عطا کر دی ہیں اور ان میں وہ افعال اختیاریہ کی طرح تصرف کرنے میں مستقل ہیں۔

اور حضرت تھانوی ارشاد فرماتے ہیں کہ "اور مستقل بالتاثیر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد ایسے طور پر کر دیئے ہیں کہ وہ ان کے نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہے گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اس کو اس تفویض و اختیارات سے معزول کر دے" (بوادر النوادر ج ۲ ص [illegible])

اس کی ایک ناقص سی مثال یوں سمجھیئے جیسا کہ موجودہ دور میں ماتحت عدالتیں ہوتی ہیں ان کے کچھ اختیارات حکومت وقت کے قانون ہی سے حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ فیصلہ صادر کرنے میں مستقل ہوتی ہیں حتیٰ کہ بعض

(۸)

اس کتاب میں کچھ حوالجات اکفار الملحدین مصنفہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب (المتوفی ۱۳۵۲ھ) سے اور چند حوالجات حضرت مرشدنا ومولانا حسین علی صاحب (المتوفی ۱۳۶۳ھ) کی املائی تقریر بلغۃ الحیران اور جیران کی تفسیر بے نظیر سے اور کچھ بوارق الغیب مصنفہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی سے ماخوذ ہیں۔ باقی جتنے حوالجات ہیں وہ سب اس ناچیز کی تلاش و تفحص اور دماغ سوزی کا نتیجہ ہیں جن میں غلطی کا واقع ہونا بھی غیر اغلب نہیں ہے۔ جو حضرات غلطیوں سے آگاہ فرمائیں گے وہ عند اللہ تعالیٰ ماجور اور عند الخلق مشکور ہوں گے کیونکہ اول تو انسان کا کوئی کام اور فعل بھی لغزش اور خطا سے محفوظ نہیں ہوتا اور پھر کام بھی اس بندۂ عاجز کا جو سراپا تقصیر و خطا ہو۔ لہذا گزارش ہے کہ مجھے ہدف ملامت بنانے کے بجائے متانت اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے میری غلطیوں پر مجھے آگاہ کریں۔ حق کے تسلیم کرنے میں کبھی تامل نہ کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ
۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء

احقر
ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر
خطیب جامع گکھڑ و مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم
متصل گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

کو حاصل نہ تھی۔ کیونکہ یہ باتیں اس زمانے کے ملک و ملل میں ایسی ہی تھیں جن کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخر
عمر تک نہیں دیا گیا تھا۔ اور ان میں ایسے امور بھی ہیں جو آپ کی شان رفیع کے ہرگز لائق نہیں ہیں۔ چنانچہ
آئندہ اوراق میں قرآن کریم، صحیح احادیث اور سلف و خلف کی واضح اور روشن عبارات سے یہ مسئلہ آپ کے
سامنے پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اس مقام پر یہ بتلانا ہے کہ علم غیب، عالم الغیب، عالم ما کان و ما یکون اور علیم بذات الصدور کا
مفہوم الگ اور جدا ہے اور اخبار غیب اور انباء غیب پر مطلع ہونا جدا مفہوم ہے۔ دوسری بات کا
(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے) منکر ملحد اور زندیق اور پہلی بات کا مثبت مشرک اور کافر ہے۔ ان
دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اخبار غیب اور انباء غیب کی صرف بطور نمونہ چند سطریں ہم یہاں
نقل کرتے ہیں کہ اکابر علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم (جو اس زمانہ میں صحیح طور پر اہل السنت والجماعت
ہیں) کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے تاکہ کسی کو کم فہم اور ابلہ فریب کو علم غیب اور انباء غیب کے فرق کو پیش نظر
نہ رکھتے ہوئے غلط بحث کا شکار نہ ہونا پڑے اور جو منصف مزاج کو سوچنے اور غور و فکر کرنے کا موقع
مل جائے اور محض فضول عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنی آخرت اور عاقبت ہی ضائع نہ کر بیٹھے
اور کہیں اس کا اپنا ہی نقصان نہ ہو۔

سامنے چشم اشک بار ذرا دیکھتے تو جئے
ہوتے ہیں جو خواب وہ بیداری مگر نہ ہو

بغیر کسی زمانی ترتیب کے ملحوظ رکھنے کے ہم انباء غیب کی صرف وہ چند باتیں عرض کرتے ہیں جو
صحیح احادیث میں آئی ہیں اور جن کا ہمارے مقصد سے تعلق ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ (المتوفی ۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرب قیامت
کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زمانہ بہت جلدی جلدی گزرتا جائے گا (کہ عیش و استغراق اور سائنسی ترقی کی وجہ
سے سال مہینوں میں اور مہینے ہفتوں میں اور ہفتے ایک دن میں ختم ہو جائے گا) (افادہ الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ)
اور گویا یہ ہفتے وصل کے گھڑیوں کی صورت اُڑتے جاتے ہیں) اور علم (دین) کم ہو جائے گا اور لوگ
بخل سے کام لیں گے اور فتنے بکثرت ظاہر ہوں گے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو گا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۷)
یہ سب امور ہمارے مشاہدے میں آ چکے ہیں۔

۲۔ حضرت ابوبکرہ نفیعؓ بن الحارث (المتوفی ۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علیؓ (المتوفی ۵۰ھ) کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳) اور یہ صلح حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی دونوں جماعتوں کے درمیان حضرت حسنؓ کی کوشش سے انجام پائی تھی۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ارض حجاز سے آگ نہ نکلے جس کی روشنی میں بصریٰ کے مقام پر اونٹوں کی گردنیں نظر آنے لگیں (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴، مسلم ج ۲ ص ۳۹۳) بحسب تصریح امام نوویؒ وغیرہ یہ آگ ۶۵۴ھ میں ظاہر ہوئی تھی جس کو شام اور دیگر علاقوں کے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھا تھا اور تواتر کے ساتھ یہ چیز ان میں پھیلی تھی اور بعض اہل مدینہ نے بھی جو وہاں موجود تھے اس کا مشاہدہ کیا تھا۔

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا جب کہ نہر فرات سے سونا نکلے گا، جو وہاں ہو وہ اس سے ہرگز نہ لے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴) کیونکہ اس خزانہ کے حصول کے سلسلہ میں ایسی زبردست لڑائی اور خونریزی ہوگی کہ صرف ایک فیصد آدمی بچیں گے (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰)

۵۔ حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تیس کے قریب دجال اور کذاب رسالت اور نبوت کا دعوے نہ کریں حتیٰ کہ علم اٹھا جائے گا اور زلزلے بکثرت ظاہر ہوں گے اور زمانہ متقارب ہوگا اور فتنے ظاہر ہوں گے اور قتل کثرت سے ہوں گے اور مال کی بہتات ہوگی یہاں تک کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملے گا اور لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اونچے اونچے مکانات تعمیر کریں گے اور مصائب کا اتنا ہجوم ہوگا کہ لوگ قبر کے پاس سے جب گذریں گے تو کہیں گے کاش یہ قبر میری ہوتی اور حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴) اور تیس کے قریب دجالوں اور کذابوں کا ذکر مسلم ج ۲ ص ۳۹۷ میں بھی ہے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (المتوفی ۷۳ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو مگر میں تم سے ایسی بات کہتا ہوں

جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے نہیں کہی کہ دجال کانا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے (بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۵۵) اور حضرت انسؓ (المتوفی ۹۳ھ) کی مرفوع روایت میں ہے کہ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان (ماتھے پر) کافر کے الفاظ لکھے ہوئے ہوں گے۔ (بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۵۵)

۷۔ حضرت زینبؓ بنت جحش (المتوفاۃ ۲۰ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن پریشان حالت میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عرب کی تباہی کے آثار نمودار ہو چکے ہیں، سد یاجوج ماجوج سے اتنی مقدار (یعنی انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو ملا کر درمیان میں حلقہ سا بن جاتا ہے) کھل گئی ہے۔ میں نے سوال کیا حضرت کیا ہم ہلاک کئے جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ ہوں گے؟ فرمایا ہاں جب فسق و فجور بڑھ جائے گا۔ (بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۵۵ و مسلم ج ۲ صفحہ ۳۸۸)۔

۸۔ حضرت حفصہؓ (المتوفاۃ ۴۵ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کو گرانے کے ارادے سے ایک فوج آئے گی اور جب بیداء کے قریب پہنچے گی تو سب کو لے کر ایک قافلہ سے جو قوم کو جا کر چھپ گئے زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ (مسلم ج ۲ صفحہ ۳۸۸)

۹۔ حضرت ثوبانؓ (المتوفی ۵۴ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے مشرق و مغرب کو میرے سامنے سمیٹ کر رکھ دیا اور مجھے سونے اور چاندی کے خزانے (جو قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی طرف اشارہ ہے ونووی شرح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۹۰) عطا فرمائے گئے ہیں۔ (مسلم ج ۲ صفحہ ۳۹۰ و ابوداؤد ج ۲ صفحہ ۲۲۸)۔ حضرت عمرؓ (المتوفی ۲۳ھ) اور ان کے بعد دیگر خلفاء اور سلاطین اسلام کے ہاتھوں یہ بشارت پوری ہوئی۔ (نووی وغیرہ)

۱۰۔ حضرت حذیفہؓ بن یمان (المتوفی ۳۶ھ) فرماتے ہیں کہ قیامت تک جو فتنے پیدا ہونے والے ہیں میں ان کو جانتا ہوں اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے وہ بتائے ہیں (مسلم ج ۲ صفحہ ۳۹۰) اور ان کی دوسری روایت میں انہی فتنوں کی طرف اشارہ موجود ہے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی جو ایک خطبہ میں کھڑے ہو کر بیان نہ کر دی (مسلم ج ۲ صفحہ ۳۹۰) اس مضمون کی روایت حضرت ابو زید بن عمروؓ بن اخطب سے بھی ہے (مسلم ج ۲ صفحہ ۳۹۰) اور ابوداؤد ج ۲ صفحہ ۲۲۸ کی روایت میں حضرت حذیفہؓ کی مرفوع روایت میں قائد فتنہ کی تصریح موجود ہے۔ اس حدیث کی مزید تشریح اپنے موقع پر آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یاجوج وماجوج کا خروج ہوگا۔ سورج مغرب سے طلوع کرے گا۔ قعر عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی
طرف لے جائے گی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ (مسلم ج ۲ صفحہ ۳۹۳)

۱۳- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ قحط سالی صرف یہی نہیں کہ
بارش نہ ہو، قحط سالی یہ بھی ہے کہ بارش تو بکثرت ہو مگر کوئی چیز زمین سے (کثرت سیلاب وغیرہ کی وجہ
سے) پیدا نہ ہو۔ (مسلم ج ۲ صفحہ ۳۹۲)

۱۴- جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ حضرت ام حرامؓ بنت ملحان (المتوفاۃ ۲۸ھ)
حضرت عبادۃؓ بن الصامت (المتوفی ۳۴ھ) کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ حضرت آپ
کے تبسم اور ضحک کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھ پر میری امت کا ایک ایسا گروہ پیش کیا گیا ہے جو
بحر اوریا میں کشتیوں پر سوار ہو کر (جیسے بادشاہ کرسیوں پر جلوہ گر ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد
کرے گا۔ حضرت ام حرامؓ نے فرمایا، حضرت دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شریک ہونے کی توفیق
دے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اسی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ (المتوفی ۶۰ھ) کے عہد حکومت
میں مجاہدین کا یہ قافلہ روانہ ہوا اور کشتیوں کے ذریعے اپنا سفر طے کرکے جب جزیرہ قبرص کے ساحل پر
اترا تو حضرت ام حرامؓ اپنی سواری سے گر پڑیں اور ان کو شہادت نصیب ہوئی۔ (نسائی ج ۲ صفحہ ۵۴)

۱۵- غزوہ خندق کے مشہور واقعہ میں اس کا ذکر ہے کہ جب خندق میں ایک بہت سخت چٹان سامنے
آئی اور حضرات صحابہ کرامؓ اس کے توڑنے سے عاجز آگئے تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کدال لے کر خندق میں اترے اور ایک ضرب لگائی تو ایک چمک پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا مجھے
کسریٰ کے شہر اور اس کے آس پاس کے خزانے پیش کئے گئے ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے فرمایا حضرت
دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے ہاتھوں پر فتح کرے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو
فرمایا میرے سامنے قیصر کے اور اس کے آس پاس کے شہر پیش کئے گئے ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے
فرمایا حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قیصر کا ملک بھی ہم کو عنایت فرمائے۔ آپ نے دعا فرمائی۔
پھر تیسری ضرب لگائی اور فرمایا میرے سامنے حبشہ کا علاقہ پیش کیا گیا ہے، جب تک حبشی تمہارے
ساتھ مصالحت کریں تم بھی ان سے نہ لڑو اور جب تک ترکی تم سے جنگ نہ کریں تم بھی ان سے جنگ کرنا

ترک کرو۔ (نسائی ج ۲ ص ۶۵)

۱۶۔ حضرت ذی مخمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (مسلمان) ایک پکا اور رومیوں کے ساتھ مصالحت کرو گے اور یہ صلح بڑی پُر امن ہوگی۔ تم اور رومی (عیسائی) ایک ایسی قوم سے لڑو گے جو تمہارے پیچھے کی جانب ہوگی۔ کئی سال لڑائی کے بعد تم اُن پر غالب ہو گے اور بہت سامان و سامان غنیمت ہاتھوں میں آئے گا۔ جب تم ایک سرسبز و شاداب علاقہ اور اونچے ٹیلوں پر فروکش ہو گے تو ایک عیسائی کہے گا صلیب کی وجہ سے فتح ہوئی۔ ایک مسلمان اس پر ناراض ہوگا اور صلیب کو توڑ ڈالے گا اور کہے گا کہ قربانی کے ڈھنگ تو ہم جانتے ہیں اور فتح صلیب کی ہوئی؟ اس کے بعد عیسائی اور مسلمان آپس میں لڑ پڑیں گے اور ایک بہت بڑی خونریز جنگ کا آغاز ہوگا۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۶) یہ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ حرف بحرف سب پورا ہوگا۔

۱۷۔ حضرت معاذ بن جبلؓ (المتوفی ۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی کا عروج یا عرب کی تباہی کا پیش خیمہ ہوگا۔ اور عرب کی تباہی عالمگیر جنگ کا ذریعہ ہوگی اور اس عالمگیر جنگ کے بعد (ترکوں کے استیلاء کے بعد) قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھوں پر فتح ہوگا اور اس فتح کے بعد دجال کا خروج ہوگا۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۶) اور حضرت عبداللہؓ بن بسر (المتوفی ۸۸ھ) کی روایت میں ہے کہ اس عالمگیر جنگ اور فتح قسطنطنیہ کے درمیان چھ سال کا وقفہ ہوگا۔ اور ساتویں سال دجال نکلے گا (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۷)

۱۸۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قریب ہے کہ دوسری اقوام تم پر ایسی مجتمع ہو کر حملہ آور ہوں گی جیسے بھوکے پیٹ اور دستر خوان پر لوگ کھانے پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ ایک سائل نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت کیا ہم اس وقت تھوڑے ہوں گے؟ فرمایا نہیں تم بہت ہو گے مگر خس و خاشاک کی طرح تمہاری کوئی وقعت نہ ہوگی تمہارا رعب دشمنوں پر نہیں ہوگا اور تمہارے دلوں میں وہن ہوگا۔ سائل نے پوچھا حضرت وہن کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت کا ڈر۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۷)۔

۱۹۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ (المتوفی ۷۴ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری نسل سے ہوگا۔ اس کا وہ نام ہوگا جو میرا ہے یعنی محمد۔ اور اس کے باپ کا وہ نام ہوگا

کا نام میرے باپ کا نام ہوگا (ابو داؤد ج ۲ ص ۲۳۲)۔ اس کی پیشانی کشادہ اور ناک اونچی ہوگی، وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ اس سے پہلے ظلم و جور سے اٹی پڑی ہوگی۔ سات سال تک وہ حکمرانی بھی کرے گا۔ (ابو داؤد ج ۲ ص ۲۳۲)

۲۰۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمانؓ! اللہ تعالیٰ تجھے (خلافت کا ایک) کرتہ عطا فرمائے گا، لوگ تجھ سے چھیننا چاہیں گے مگر تو اس کو نہ اتارنا (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۲) یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، تم مجھ سے وہ کرتہ چھیننا چاہتے ہو جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ بھلا میں اس کو کبھی نہیں اتاروں گا (دار قطنی ج ۲ ص ۵۱۹) حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ شخص ایک فتنہ میں ظلماً کی حالت میں شہید کیا جائے گا (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۲)

۲۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا (ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱) حضرت عمارؓ کو حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت اور گروہ نے شہید کیا تھا (مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۱، و مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۴۲ والبدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۶۸ و وفاء الوفا ج ۱ ص ۲۴۳) حضرت امیر معاویہؓ سے جب اس کا تذکرہ کیا گیا تو فرمانے لگے کہ واقعی ہم باغیہ ہیں لیکن ہم حضرت عثمانؓ کے خون کا حق مطالبہ کرنے والے گروہ سے ہیں (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۲۳۲) امام حاکم نے حضرت امیر معاویہؓ کا ایک دوسرا جواب خود قاتلین عمار سے ان کی زبانی نقل کیا ہے (دیکھئے مستدرک ج ۳ ص ۱۵۵) یہ یاد رہے کہ حضرت عمارؓ کو کسی صحابیؓ نے قتل نہیں کیا بلکہ ان باغیوں نے قتل کیا جو نہایت باطل مقاصد کے تحت اسلامی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے حضرت امیر معاویہؓ کی فوج میں بعض ان کے غم کے خیر خواہ بن کر گھسے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو فرمایا: لا یقتلک اصحابی ولکن تقتلک الفئة الباغیة (وفاء الوفا ج ۱ ص ۲۵۳) کہ تجھے میرے صحابی قتل نہیں کریں گے لیکن تجھے باغی قتل کریں گے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ علمائے اسلام اور باغیوں نے ان کو شہید کیا۔

۲۲۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایسے سال آئیں گے جن میں مکر و فریب کی بہتات ہوگی۔ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا اور دیانتدار لوگوں کو خائن سمجھا جانے لگا اور خیانت کرنے والے امین تصور کیے جائیں گے اور رویبضہ قسم کے لوگ

عوام کی گتھیاں سلجھائیں گے۔ دریافت کیا گیا حضرت، رُوَیبِضہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا کہ رذیل، حقیر اور خود غرض قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں زمام حکومت ہوگی۔ (ابن ماجہ ص۳۰۳ مسند احمد ج۲ ص۲۹۱ و مستدرک حاکم ج۴ ص۵۱۲ قال الحاکم والذہبی صحیح) نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت پر جتنا خوف گمراہ حکمرانوں کا ہے اتنا اور کسی چیز کا نہیں ہے (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۱۸۷ وقال اسنادہ جید قوی)

۳۲۔ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں یہ بھی ہیں کہ علم (دین) کم ہو جائے گا، جہالت بڑھ جائے گی، زنا عام ہوگا۔ شراب نوشی بکثرت ہوگی، مرد کم اور عورتیں زیادہ ہوں گی، حتیٰ کہ پچاس عورتوں کی نگرانی کرنے والا صرف ایک ہی مرد ہوگا۔ (مسلم ج۲ ص۳۴۰ و بخاری ج۲ ص۸۰۴ و ابن ماجہ ص۳۰۲ و طیالسی ص۲۶۹) اور اس کی وجہ ایک تو عورتوں کی شرح پیدائش زیادہ ہوگی اور دوسری وجہ بقول امام نوویؒ جنگوں میں مرد زیادہ ہلاک ہو جائیں گے۔ (نووی شرح مسلم ج۲ ص۳۴۰)

۳۳۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ جبل حراء پر تھے کہ پہاڑ پر زلزلہ آیا۔ آپ نے فرمایا اے حرا۔ ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا دو شہید ہیں۔ (ابو داؤد طیالسی ص۲۶۹ و الدارقطنی ج۲ ص۵۰۰)

۳۵۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی طویل روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دجال لعین کے خروج کی صدا بلند ہوگی تو مسلمانوں کا امیر اس وقت تحقیق حال کے لیے دس آدمیوں کا ایک دستہ بھیجے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اُن کے اور اُن کے آباء کے نام جانتا ہوں، ان کے گھوڑوں کا رنگ اور حلیہ بھی جانتا ہوں، وہ اُس وقت شہسواروں میں اعلیٰ فضیلت کے مالک ہوں گے۔
(ابو داؤد طیالسی ص۵۰ و مسلم ج۲ ص۳۹۲ و مستدرک ج۴ ص۴۷۶ و مسند احمد ج۱ ص۳۸۴)

۳۶۔ حضرت ابن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب لوگ سلام خاص خاص لوگوں کو دیں گے جن سے جان پہچان ہوگی اور تجارت بکثرت ہوگی حتیٰ کہ عورتیں بھی تجارت میں اپنے خاوندوں کا ہاتھ بٹائیں گی اور قطع رحمی عام ہوگی اور جھوٹی شہادتیں اور کتمان حق کا دور ہوگا۔ (مستدرک ج۴ ص۹۸ قال الحاکم والذہبی صحیح)

۳۷۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ (المتوفیٰ ۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بلکہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ فحش گوئی عام نہ ہو اور پڑوسی کے حقوق پامال نہ کیے جائیں اور قطع رحمی نہ ہو حتیٰ کہ جس کو امین تصور کیا جائے گا وہی خیانت کرے گا اور خائن کو امین سمجھا جائے گا۔ (مستدرک ج ۴ ص ۵۱۳ قال الحاکم و الذہبی صحیح)

۲۸۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ زمین پر لا الٰہ الا اللہ کی صدا گونجتی رہے گی۔ (مستدرک ج ۴ ص ۴۹۴ و مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۲)

۲۹۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ سلام خاص ہوگا، تجارت عام ہو جائے گی اور قطع رحمی بکثرت ہوگی اور قلم زیادہ ہو جائیں گے (فشو القلم) اور جھوٹی گواہیاں پھیل جائیں گی اور سچی شہادت کو چھپایا جائے گا وغیرہ وغیرہ (ادب مفرد ص ۱۵۸)

۳۰۔ حضرت معاذؓ بن جبل کی ایک طویل روایت میں ہے کہ تبوک کے سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ تم تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور دوپہر کے قریب وہاں تم جاؤ گے مگر کوئی شخص اس چشمہ کو ہاتھ نہ لگائے۔ دو آدمیوں نے نادانی سے اس چشمہ کو ہاتھ لگا دیا۔ آپ نے ان پر اظہار ناراضگی کیا، پھر آپ نے فرمایا اے معاذؓ اگر میرے بعد تیری حیات طویل ہوئی تو تو دیکھے گا کہ اس چشمہ کا پانی کئی باغوں کو سیراب کرے گا۔ (موطا امام مالک ص ۵۸)

۳۱۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یمن کی طرف سے ایک ہوا بھیجے گا جو ریشم سے نیادہ ملائم ہوگی اور جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ اس کی جان نکال لے گی۔ (البدایۃ ج ۱ ص ۱۸۱) اور اس کے بعد قیامت صرف ان لوگوں پر قائم ہوگی جو کافر اور مشرک ہوں گے اور گدھوں کی طرح سڑکوں پر جفتی کرتے پھریں گے۔ (مستدرک ج ۴ ص ۴۵۶)

۳۲۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی سفر سے واپسی پر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو بہت سخت آندھی چلی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ آندھی کسی بڑے منافق کی موت کے لیے آئی ہے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑا منافق فوت ہو چکا ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳۵ و قال رواہ مسلم)

۴۳۔ حضرت سہل بن سعدؓ (المتوفی سنہ ۹۱ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ میں کل جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ چنانچہ سب لوگ اس سعادت کے منتظر تھے۔ مگر یہ فضیلت حضرت علیؓ کو نصیب ہوئی۔ (المشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۳ وقال متفق علیہ)

۴۴۔ حضرت عائشہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے فاطمہؓ مجھ سے ملاقات کرے گی۔ (المشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۸ وقال متفق علیہ۔
اور فرمایا کہ ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے میری ملاقات کرنے والی وہ ہوگی جو ہاتھ کی لمبی ہوگی چنانچہ حضرت زینبؓ بنت جحشؓ کی سب سے پہلے وفات ہوئی۔ (المشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۶ وقال رواہ البخاری ومسلم)

۴۵۔ غزوہ بدر میں ایک دن پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف جگہوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اس مقام پر کل فلاں کافر اور اس جگہ پر کل فلاں کافر قتل ہو کر گرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۰۲ و ج ۲ ص ۱۰۴ وابوداؤد ج ۲ ص ۔ وطیالسی ص ۔)

۴۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت قریب ہوگی تو اس وقت نیک لوگوں کی قدر نہیں کی جائے گی، اور شریر قسم کے لوگوں کی تعظیم ہوگی باتیں زیادہ کی جائیں گی مگر عمل کم ہوگا اور لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو چھوڑ کر بکثرت ناول پڑھیں گے۔ اور ان میں کوئی ان سے نفرت کرنے والا نہ ہوگا۔ (مستدرک ج ۴ ص ۵۵۴ قال الحاکم والذہبی صحیح)

۴۷۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کسی قوم میں بے حیائی ظاہر ہوگی تو اس قوم میں طاعون اور اس قسم کی بیماریاں رونما ہوں گی جو پہلے لوگوں میں نہ تھیں اور جب کوئی قوم ماپ اور تول میں کمی کرے گی تو ان پر قحط سالی اور اشیاء کی گرانی مسلط کر دی جائے گی، اور سخت پریشانی میں مبتلا ہوں گے۔ اور ان پر بادشاہ کی طرف سے ظلم اور جور روا رکھا جائے گا اور جب کسی قوم میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کمی کی جائے گی تو آسمان سے بارش ان پر روک دی جائے گی، اگر جانور اور چوپائے نہ ہوتے تو ان پر ایک قطرہ بھی بارش کا نازل نہ کیا جاتا اور جب بھی کوئی قوم خدا اور اس کے رسول سے عہد شکنی کرے گی تو اس پر دوسری اقوام مسلط کر دی جائیں گی جو حق ناحق ان کا جو کچھ ہوگا وہ بھی غیر ان سے چھین لیں گے (جیسے کشمیر، بوسنیا، گروزنی اور بنگلہ دیش وغیرہ۔ مصنف) اور جب حکام وقت اللہ

تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ صادر نہیں کریں گے تو ان کی آپس میں دست کشی اور جھگڑا برپا ہوگا (مستدرک ج ۴ ص ۵۴۰ ـ قال الحاکم والذہبی صحیح)

۳۸ ـ حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کے کچھ لوگ رات کو کھانے پینے اور لہو و لعب میں مشغول ہوں گے، جب صبح اٹھیں گے تو ان کی شکلیں خنزیر کی شکل میں مسخ کر دی جائیں گی اور کئی قبائل اور مکانات کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ صبح ہوگی تو لوگ باتیں کریں گے کہ فلاں قبیلہ اور فلاں بستی زمین میں دھنسا دی گئی ہے۔ اور ان پر آسمان سے اس طرح پتھر برسیں گے جیسے حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم پر برسے تھے اور ان پر ایسی تند و تیز آندھی مسلط کی جائے گی جو ان کو نیست و نابود کر دے گی کیونکہ یہ لوگ شراب پیتے ہوں گے، سود کھاتے ہوں گے، ریشمی لباس پہنتے ہوں گے اور رنڈیاں ہوں گی، گانا سنیں گے اور قطع رحمی کا ارتکاب کریں گے۔ (مستدرک ج ۴ ص ۵۱۵ قال الحاکم والذہبی صحیح)

۳۹ ـ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو گروہ ایسے ہیں جو دوزخ میں جائیں گے مگر میں نے ان کو دیکھا نہیں ہے۔ ایک وہ گروہ ہوگا جس کے ہاتھ میں گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے (یعنی محکمہ پولیس کے وہ افراد جو بلا وجہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں) اور دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی (یعنی باریک لباس پہنیں گی) غیر مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور ان کو اپنی طرف مائل کریں گی (مسلم ج ۲ ص ۲۰۵) حافظ ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) نے اپنے زمانہ کے محکمہ پولیس اور عورتوں کی بے پردگی کی بڑی مذمت کی ہے (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۵۵) مگر اس زمانہ میں ہوتے تو خدا جانے وہ کیا ارشاد فرماتے؟

۴۰ ـ حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کچھ ایسے حکام پیدا ہوں گے جو میری سیرت اور میری سنت پر نہیں چلیں گے، دل ان کے شیطانوں کے سے ہوں گے مگر شکل و صورت میں انسان ہوں گے۔ (مسلم ج ۲ ص ۱۲۷)

یہ اور اس قسم کے قبر، حشر، نشر، قیامت، جنت، دوزخ اور پل صراط وغیرہ کے ہزاروں واقعات اپنے مقام پر صحیح ہیں اور جن کا ان پر ایمان ہے ان کا ہرگز کوئی مسلمان منکر نہیں ہے۔ یہ اخبار غیب اور انباء غیب ہیں اور نبی کے نبوت و رسالت کی علامات اور نشانیاں ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

معجزات میں شامل ہیں۔ ان جیسے واقعات اور اخبار اور انباء کا منکر زنادقہ اور زندیق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین! صرف بطور اختصار اور نمونہ کے ایک اور روایت عرض کی جاتی ہے اور پھر اس بحث کو اس پر ختم کیا جاتا ہے۔

(۸) حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت علی رضہ (المتوفی ۴۰ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بیت المال کے مال کو جاگیر بنا لیا جائے اور امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے اور زکوٰۃ کو ٹیکس گردانا جائے اور غیر دینی علوم پڑھے جائیں یا علم دین پڑھا جائے مگر اس سے مقصود دین نہ ہو بلکہ طلب دنیا اور ناموری ہو اور جب آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگ پڑے اور ماں کی نافرمانی کرے اور دوست کو قریب کرے اور باپ کو اپنے سے الگ کرے اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور فاسق لوگ قبیلے کے سردار بن جائیں اور کمینہ آدمی قوم کا لیڈر بن جائے اور جب کسی آدمی کی عزت اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جائے اور ناچنے والی عورتیں عام ظاہر ہو جائیں اور گانے بجانے کے آلات بکثرت ظاہر ہو جائیں اور شراب نوشی زیادہ ہو اور پچھلے لوگ پہلوں کے حق میں طعن و لعن کریں تو اس وقت تم ایک سرخ آندھی اور زلزلہ اور خسف و مسخ اور آسمان سے پتھر برسنے کے منتظر رہو اور اس کے علاوہ بھی اور ناگہانی مصیبتیں لگاتار ظاہر ہوں گی جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو اس کا ایک ایک منکا تسلسل کے ساتھ نیچے گرتا رہتا ہے، اور اسی مضمون کی روایت حضرت ابوہریرہ رضہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۷۰ وقال رواہ الترمذی ج ۲ ص ۴۴)

احکام و شرائع، عبادات و اخلاق، نصائح و مواعظ کے علاوہ (کیونکہ یہ سب کچھ بتانا تو نبی کا منصب ہے ہی) ہم نے مشتے نمونہ از خروارے آٹھ احادیث باحوالہ عرض کی ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزاروں خبریں جناب امام الانبیاء فخر الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ بھی بے شمار علوم و معارف و اسرار و رموز و حکم و مواعظ آپ کو عطا فرمائے ہیں۔ اور ان کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہے۔ یہ سب اخبار غیب اور انباء غیب ہیں۔ عالم الغیب اور حقیقی عالم ماکان وما یکون اللہ اور صرف اللہ ہی ہے۔ اہل بدعت یونہی بلا وجہ عوام الناس کے جذبات کو مشتعل کر کے اپنا الو سیدھا کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو سمجھ اور بصیرت عطا فرمائے تاکہ وہ حق و باطل میں فرق ملحوظ رکھ سکے؛ اور حق کی صداقت باطل کو بھونک کر

نیست و نابود کرسکے ؎

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تو

# باب دوم

## (علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے)

خدا تعالیٰ چونکہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے، لہٰذا اس کا علم ہر چیز کی کنہ اور حقیقت پر حاوی ہے اور کسی چیز کا کوئی حصہ بھی اس کے علمِ محیط سے پنہاں اور غیر مکشوف نہیں ہے۔ وہ غیب اور شہود، ماضی حال اور مستقبل سب کا علم رکھتا ہے۔ کوئی تاریکی، کوئی حجاب اور کوئی مانع اس کے علم کو کسی طرح بھی ناقص نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا اس کے علمِ محیط کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اس کا نام علیم عالم، علّام، علیم بذات الصدور، عالم الغیب والشہادۃ، علّام الغیوب اور اللہ اعلم بما یکتمون ہے عالمِ غیب اور شہادت کی کوئی مخفی ذرہ اور چھوٹی اور بڑی چیز ایسی نہیں جو حق تعالیٰ کے علمِ ازلی محیط سے خارج ہو اور زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس پر اس کا کامل علم مشتمل نہ ہو۔ اگرچہ بعض مصلحت علوم اور اسرار و رموز اس نے اپنے بعض بندوں پر منکشف فرمائے ہیں جن میں خصوصیت سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور علی الخصوص جناب امام الانبیاء فخر الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شامل ہیں تاہم غیب کے اصول اور کلیات کا علم جن کو مفاتیح غیب کہا جاتا ہے، حق تعالیٰ نے اپنے ہی لیے مخصوص رکھا ہے اور اس میں وہ ہر طرح اور ہر لحاظ سے متفرد ہے کوئی بھی اس صفت میں اس کا شریک نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ (پ ۷۔ انعام ۷) — اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا۔

بعض حضرات مفسرین کرام نے مفاتح کو مفتح بفتح المیم کی جمع قرار دیا ہے اور اس اعتبار سے اس کا

مطلب یہ ہوگا کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کے خزانے، اُس کے بغیر اُن کو اور کوئی نہیں جانتا اور بعض نے اس کو مِفتح بکسر المیم کی جمع کہا ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، ان کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اس میں اپنا تفرد بیان کیا ہے صحیح احادیث کی روشنی میں اس کی مزید تشریح اپنے مقام پر بیان ہوگی ان شاء اللہ العزیز۔

(۲) وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ (پ۱۲-ہود-۱۰) — اور اللہ ہی کے پاس ہے چھپی ہوئی بات آسمانوں کی اور زمین کی اور اسی ہی کی طرف رجوع ہے سب کام کا۔

اس میں بھی ظرف (للہ) کی تقدیم حصر کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین کے کل مخفیات کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور بس اُسی کی یہ شان ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی مخفی چیز اس کے علم محیط سے باہر نہیں ہے۔ متعدد حضرات مفسرین کرامؒ نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس میں ظرف (للہ) کی تقدیم حصر اور اختصاص کے لیے ہے، چنانچہ علامہ علی بن محمد الخازن الشافعیؒ (المتوفی ۷۲۵ھ) اور علامہ ابوالبرکات نسفی الحنفیؒ (المتوفی ۷۱۰ھ) اور علامہ خطیب شربینیؒ (المتوفی ۹۷۷ھ) اور علامہ معین بن صفیؒ (المتوفی ۹۰۵ھ) اور علامہ قاضی ناصرالدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاویؒ (المتوفی ۶۸۵ھ) اس آیت کے پہلے حصہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ خَاصَّةً لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ فِيْهِمَا۔ (خازن ج۳ ص۲۱۱، مدارک ج۲ ص۲۱۱، السراج المنیر ج۲ ص۸۸، جامع البیان ج۱ ص۱۹۳ و تفسیر بیضاوی ج۱ ص۲۴۴ واللفظ لہ) — اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو آسمانوں اور زمین کا غیب ہے جو اُسی کے ساتھ خاص ہے اور زمین و آسمان کی کوئی پوشیدہ چیز اُس پر مخفی نہیں ہے۔

اور حضرت کعب (بن ماتع) الاحبارؒ (المتوفی ۳۲ھ) جو کتب قدیمہ کے بڑے ماہر عالم تھے فرماتے ہیں کہ:

خَاتِمَةُ التَّوْرَاةِ خَاتِمَةُ هُوْدٍ (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۴۷۰ و در منثور ج۳ ص۳۵۹ و معالم ج۲ ص۴۲۱، مدارک ج۲ ص۲۱۱ و السراج المنیر ج۲ ص۸۸) — یہ آیت جو سورۃ ہود کی آخری آیت ہے تورات کا خاتمہ بھی اسی پر ہوا ہے۔

اس حوالہ کے پیش نظر گویا تورات مقدس کا آخری اعلان بھی بس یہی ہے کہ زمین و آسمان کے کل

غیوب کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ علماء عربیت نے اس کی تصریح کی ہے کہ لفت و نام کی طرح کبھی اضافت بھی استغراق کا فائدہ دیتی ہے (دیکھئے مطول مع وعبدالحکیم ص ۷۵ وغیرہ) بنا بریں حضرات مفسرین کرامؒ نے اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات سے اسی اضافت (غیب السمٰوٰت) کی بنا پر غیر اللہ کے لیے علم کلی کی نفی ثابت کی ہے۔ فریق مخالف کا یہ دعوے کہ یہاں کل غیوب کے علم کو اگر حق تعالیٰ کے ساتھ خاص بتلایا گیا ہے لیکن اس کی غیر اللہ سے نفی نہیں کی گئی سراسر باطل ہے کیونکہ یہ دعوے ظرف کی تقدیم (جو صرف حصر کے لیے ہے) اور اضافت (جو مفید استغراق ہے) سے صرف نظر کر کے کیا گیا ہے اور طفل تسلی سے زیادہ اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ ذاتی اور عطائی کا مستقل بیان اپنے مقام پر آرہا ہے۔ انشاء اللہ العزیز اور ان آیات کے نزول کے بعد بھی غیر اللہ کے لیے کل غیوب کا علم کسی صحیح نقلی یا عقلی دلیل سے ثابت نہیں ہے جس کی بحث اپنے مقام پر آرہی ہے انشاء اللہ العزیز۔

(۴) لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ (پ ۱۵۔ کہف ع ۳)

اسی ہی کے پاس ہیں چھپے بھید آسمانوں اور زمین کے کیا عجیب دیکھتا اور سنتا ہے۔

اس کا مضمون بھی یہ ہے کہ زمین و آسمان کے غیب کا کلی علم صرف حق تعالیٰ کو حاصل ہے اور وہ اس میں متفرد ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین محلیؒ (المتوفی ۸۶۴ھ) اور علامہ ابوالسعود محمد بن محمد العمادیؒ (المتوفی ۹۸۲ھ) اور علامہ نسفیؒ اور علامہ خازنؒ لکھتے ہیں کہ:

یعنی انه تعالیٰ لا یخفی علیه شیء من احوال اهلهما فانه العالم وحده به (جلالین ص ۲۴۲ و ابوالسعود ج ۵ ص ۴۶ و مدارک ج ۳ ص [illegible] و خازن ج ۴ ص [illegible])

یعنی اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کے باشندوں کے حالات سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے، اور بس وہی تنہا ان کو جاننے والا ہے۔

اس میں بھی لَهٗ کی تقدیم حصر کے لیے ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ غیب السمٰوٰت والارض کے علم کا اختصاص صرف حق تعالیٰ کے ساتھ ہے اور اس کے بغیر اور کوئی اس کو نہیں جانتا۔

(۵) وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ الآیۃ (پ ۱۴۔ نحل ع ۱۰)

اور اللہ ہی کے پاس ہیں بھید آسمانوں اور زمین کے اور نہیں ہے قیامت کا معاملہ مگر ایسا ہی جیسے پلک لگانا ہو گی۔

اس میں بھی غیب السموات والارض کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی رح (المتوفی ۶۰۶ھ) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

قوله تعالیٰ ولله غيب السموات والارض يفيد الحصر ومعناه ان العلم بهذه الغيوب ليس الا لله تعالیٰ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۔۔۔)

حق تعالیٰ کا یہ قول وللہ غیب السموات والارض حصر کا فائدہ دیتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام غیوب کا علم خدا تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے۔

اور علامہ معین بن صفی رح کی عبارت بھی اس موقع پر یہی ہے (دیکھئے جامع البیان ص ۔۔۔) اور علامہ نسفی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ:

ولله غيب السموات والارض: ای يختص به علم ما غاب فيهما عن العباد وخفي عليهم علمه (مدارک ج ۲ ص ۲۲۴)

اور اللہ ہی کو ہے غیب آسمانوں اور زمین کا یعنی اس کے ساتھ خاص ہے ان تمام چیزوں کا علم جو آسمان اور زمین کے اندر بندوں سے غائب ہیں اور ان کا علم ان سے مخفی ہے۔

اور اسی کے قریب قریب قاضی بیضاوی نے تحریر فرمایا ہے (دیکھئے تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۴۴۳) اور علامہ خطیب شربینی رح ارقام فرماتے ہیں کہ:

ولله لا لغيره غيب السموات والارض وهو ما غاب فيهما عن العباد بان لم يكن محسوسا ولم يدل عليه محسوس (السراج المنير ج ۲ ص ۲۵۵)

اور صرف اللہ ہی کو ہے نہ اس کے سوا کسی اور کو زمین و آسمان کے غیب کا علم اور یہی غیب تمام ان چیزوں کا علم ہے جو بندوں سے زمین و آسمان کے اندر غائب ہیں کہ نہ تو وہ محسوس ہیں اور نہ کسی محسوس چیز سے ان کا پتہ لگتا ہے۔

اور علامہ ابو السعود لکھتے ہیں کہ:

ولله تعالیٰ خاصة لا لاحد غيره استقلالا ولا اشتراكا غيب السموات والارض ای الامور الغائبة عن علوم المخلوقين قاطبة (ابو السعود ج ۴ ص ۳۔۔)

اور اللہ تعالیٰ ہی کو ہے بالخصوص اس کے سوا کسی اور کو نہیں، نہ مستقل طور پر اور نہ مشترک طور پر آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم یعنی ان امور کا علم صرف اللہ ہی کو ہے جو تمام مخلوق کے علوم سے غائب ہیں۔

یہ اقتباسات بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس مضمون کی متعدد آیات قرآن کریم میں مذکور ہیں مگر ہمارا مقصد صرف اپنے دعوے کو مبرہن کرنا ہے۔

تمام دلائل کا استیعاب مقصود نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح احادیث بھی پکار پکار کر یہ بتا رہی ہیں کہ علم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ستودہ صفات ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔

(۱) حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ (المتوفی ۷۴ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں قرآن کریم کی سورتوں کی طرح تمام امور میں استخارہ کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس دعائے استخارہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ:

| | |
|---|---|
| فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۴۴ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۶) | اے اللہ تو قادر ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو ہی ہے غیوب کا جاننے والا۔ |

(۲) حضرت ابوبکر الصدیقؓ (المتوفی ۱۳ھ) کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح و شام پڑھنے کے لیے ایک دعا بتائی جس میں یہ بھی آتا ہے کہ:۔

| | |
|---|---|
| اللّٰھم فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شیء وملیکہ۔ الحدیث (ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳۶ و ترمذی ج ۲ ص ۱۷۶ قال حسن صحیح) | اے اللہ تو ہی آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا اور عالم الغیب والشہادۃ ہے، اور ہر چیز کا رب اور ہر چیز کا مالک ہے۔ |

حضرت عائشہؓ (المتوفاۃ ۵۷ھ) فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ لیل کا افتتاح کرتے ہوئے اس میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ:۔

| | |
|---|---|
| اللّٰھم رب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادۃ الحدیث (ترمذی ج ۲ ص ۱۷۸) | اے اللہ تو حضرت جبرائیلؑ اور حضرت میکائیلؑ اور حضرت اسرافیلؑ کا رب ہے اور آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ |

حضرت شداد بن اوس ؓ (المتوفی ۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دعا بتائی جس میں یہ بھی ہے کہ:۔

| | |
|---|---|
| واعوذ بک من شر ما تعلم انک انت علام الغیوب۔ (مستدرک ج ۱ ص ۵۰۸ قال الحاکم) | اے اللہ میں تیری ذات کی پناہ لیتا ہوں ان چیزوں کے شر سے جن کو تو جانتا ہے کیونکہ غیبوں کا |

ما لا ینبغی حمل شروط مسلم) جسے ماننا تو صرف توہین ہے۔

اس قسم کی احادیث کا استقصاء بھی یقیناً ایک دشوار امر ہے بتلانا صرف یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس امر پر صراحت سے دلالت موجود ہے کہ عالم الغیب والشہادہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس صفت میں وہ منفرد ہے اور یہی کچھ اکابرین علماء امت سمجھے ہیں چنانچہ حضرت امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

ان اللہ تعالیٰ استأثر بعلم الغیب (کتاب الام ج ۷ ص ۲۸۸) — بیشک اللہ تعالیٰ نے علم غیب کو صرف اپنی ہی ذات کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی الشافعیؒ (المتوفی ۷۹۲ھ) اور حضرت ملا علی القاری الحنفیؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

وبالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ تعالیٰ لا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ او الہام بطریق المعجزۃ او الکرامۃ او ارشاد الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن فیہ ذالک۔ (شرح عقائد ص ۱۲۲ و شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵) — خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت ہے جس میں وہ منفرد ہے اور مخلوق کو اس کے حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہے مگر یہ کہ خدا کسی کو اپنی طرف سے بتا دے یا معجزہ اور کرامت کے طور پر الہام کر دے یا علامات سے کسی کو اس کی راہ بتا دے جن امور میں علامات سے ایسا ممکن ہو۔

امام المتکلمین علامہ سعد الدین اصفہانیؒ (المتوفی ۶۰۳ھ) اپنی کتاب مسعود البطل ضیح الباطل واہمال کشف العاطل میں فرماتے ہیں کہ:

من ضروریات الدین ان علم الغیب مختص باللہ تعالیٰ (بحوالہ تفسیر ابو نجیر ص ۱۰۰) — علم غیب کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہونا ضروریات دین سے ہے۔

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں۔

بالجملۃ علم الغیب بلا واسطۃ کلاً او بعضاً مخصوص باللہ جل وعلا لا یعلمہ احد من الخلق اصلاً (تفسیر روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۱) — حاصل کلام یہ ہے کہ علم الغیب بلا واسطہ کل ہو یا بعض اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، مخلوق میں سے اس کو ہرگز کوئی نہیں جانتا۔

ان مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ علم غیب خاصۂ خداوندی ہے اور اس کے بغیر کوئی دوسرا ہرگز عالم الغیب نہیں ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین سعدی رح (المتوفی ۶۹۱ھ) نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ:

علم غیبے کس نمی داند بجز پروردگار — ہر کہ گوید کہ میدانم ازو باور مدار
مصطفےٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرائیل — جبرئیل ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

(کلیات سعدی ماخوذ از سرورق بوارق الغیب مولانا منظور احمد صاحب نعمانی)

**ایک اعتراض** بعض جاہل لوگوں سے قدیماً و حدیثاً یہ اعتراض نقل کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب نہیں کہنا چاہیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز غائب ہی نہیں ہے اور غیب اس سے کوئی چیز غائب نہیں تو وہ عالم الغیب کیسے ہوا؟ لہٰذا یہ عالم الغیب کی صفت مخلوق کی ہو سکتی ہے نہ کہ خالق کی۔

**اور اس کا جواب** عالم الغیب والشہادۃ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو چیز خدا تعالیٰ سے غائب ہے وہ اس کو بھی ویسے ہی جانتا ہے جیسے وہ عیاں اور شہادہ چیز کو جانتا ہے کیونکہ اس سے تو کوئی چیز مخفی غائب اور پوشیدہ ہے ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو چیز مخلوق اور عباد سے غائب ہے اللہ تعالیٰ اس چیز کو بھی جانتا ہے جیسا کہ وہ اس چیز کو بھی جانتا ہے جو الناس، العباد اور مخلوق کے سامنے ہے مگر بہر حال عالم الغیب والشہادۃ۔ اس باطل توجیہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے عالم الغیب کی صفت کی نفی ہرگز جائز اور درست نہیں ہے چنانچہ علامہ نسفی رح خطیب شربینی رح اور علامہ ابو السعود رح کی عبارتوں میں ما غاب فیہما عن العباد اذ الامور الغائبۃ علی عموم المخلوقین کے الفاظ گزر چکے ہیں ملاحظہ کر لیں۔

اور علامہ ابو العباس احمد بن محمد قسطلانی المصری الشافعی رح (المتوفی ۹۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

ای انہ تعالیٰ یعلم ما غاب عن العباد من الثواب والعقاب والآجال والاحوال — عالم الغیب کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ثواب و عقاب آجال و احوال ان تمام امور کو جانتا ہے جو بندوں سے غائب ہیں۔

(ارشاد الساری ج ۷ ص ۱۹۵)

اور حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر رح (المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:-

وبعض الناس من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم انما الغيب ما غاب عن العباد من امر الجنة وامر النار وما ذكر في القرآن۔ (ابن کثیر ج ۱ ص [illegible])

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کئی حضرات صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ غیب وہ چیز ہے جو بندوں سے مخفی ہو مثلاً جنت اور دوزخ کے حالات وغیرہ اور جو کچھ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

امام محمد بن جریر طبریؒ (المتوفی ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

عالم ما غاب عن ابصار خلقه فلم يروه (تفسیر ج ۲۹ ص [illegible])

وہ اس چیز کو بھی جانتا ہے جو اس کی مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل ہے۔

اور علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانیؒ (المتوفی ۱۱۲۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

ما غاب عن العباد (زرقانی ج [illegible] ص [illegible])

کہ وہ جانتا ہے اس کو جو بندوں سے غائب ہے۔

علامہ السید محمود آلوسی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) اپنی بے نظیر تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

ويكون ذلك غيبا باعتبار بعض الناس دونهم وبالنسبة الله عز وجل فانه لا يغيب عنه شيء ولكن لا يجوز ان يقال انه لا يعلم الغيب تحفظا الى انه لا غيب بالنسبة اليه۔ (روح المعانی ج ۲۰ ص [illegible])

انسان کا غیب ہونا اضافی اور اسی طرح دوسری مخلوق کی نسبت سے ہے خدا کی نسبت غیب نہیں ہے کیونکہ اس سے کوئی چیز غائب نہیں ہے لیکن اس معنی کے پیش نظر کہ اللہ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم غیب نہیں ہوتا۔

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) ایسے ہی کسی غال کی تردید کرتے ہوئے فاروقی جلال میں اپنے خاص مجددانہ رنگ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

نوشتہ بودند کہ شیخ عبد الکبیر یمنی گفتہ است کہ حق سبحانہ وتعالیٰ عالم الغیب نیست مخدوما فقیر را طاقت استماع امثال این سخنان اصلاً نیست بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجیہ نمی دہد قائل آن سخنان شیخ عبد الکبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی درکار است نہ کلام محی الدین ابن عربی و صدر الدین

آپ نے لکھا ہے کہ شیخ عبد الکبیر یمنی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے میرے مخدوم فقیر کو اس قسم کی بیہودہ باتوں کے سننے کی طاقت بھی بالکل نہیں ہے میری رگ فاروقی بے اختیار حرکت میں آجاتی ہے اور وہ تاویل و توجیہ کی مہلت تک نہیں دیتی ایسی باتیں کہنے والا شیخ عبد الکبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی ہمیں تو حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام درکار

فی القلوب۔ (مفردات ج ۲ ص ۳۷۲) — قلوب میں حاصل ہو۔

امام محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازیؒ (المتوفی ۶۶۶ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

الغیب ما غاب عنک (مختار الصحاح ص ۴۹۲) — غیب وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو۔

اور علامہ مجد الدین فیروز آبادیؒ (المتوفی ۸۱۷ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

الغیب کل ما غاب عنک (القاموس ج ۱ ص ۱۱۰) — غیب ہر وہ چیز ہے جو تجھ سے غائب ہو۔

علامہ مرتضیٰ الزبیدی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۰۵ھ) لغوی طور پر وہ سابق معنی بیان کرکے جو جوہریؒ، امام ثعالبیؒ اور مطرزیؒ سے نقل کیا ہے، یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

وقد تکرر فی الحدیث ذکر الغیب وھو کل ما غاب عن العیون وسواء کان محصلا فی القلوب او غیر محصل (تاج العروس ج ۱ ص ۴۱۲) — اور (علم) حدیث میں باب غیب کا ذکر آیا ہے اور غیب ہر وہ چیز ہے جو آنکھوں سے غائب ہو برابر ہے کہ وہ دلوں میں حاصل ہو یا حاصل نہ ہو۔

امام بیضاویؒ الغیب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ای بما غاب عنھم فاخبرھم بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من امر البعث والجنۃ والنار وکل ما غاب عنھم مما انبأھم بہ فھو غیب (ج ۱ ص ۱۲۱) — یعنی جو چیز ان سے غائب ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی ہے وہ غیب ہے، مثلاً بعث، جنت اور دوزخ اور ہر وہ چیز جو ان کی نگاہوں سے اوجھل ہے مگر نبی کریم نے اس کی خبر دی ہے۔

اور علامہ ابو الفضل محمد بن عمر جمال القرشیؒ (المتوفی ۔۔۔ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

غیب ناپدید شدن (صراح ج ۱ ص ۶۶) — کسی چیز کا ظاہر نہ ہونا غیب کہلاتا ہے۔

ائمہ لغت نے ان عبارات میں غیب کی جو تعریف کی ہے وہ اس بات کو ملحوظ رکھ کر کی ہے کہ غیب کا تعلق جو ناپدید شدن یا غائب ہونے کا ہے وہ مخلوق کی بہ نسبت ہے نہ کہ خالق کی بہ نسبت۔ وہ العیون، القلوب اور عنک وغیرہ کے الفاظ سے اسی حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ ان عبارات کے پیش نظر غیب کے مفہوم میں بعض صورتوں میں جزوی طور پر کچھ اختلاف ہو گا مگر اصل مسئلہ پر اس کی کوئی زد نہیں پڑتی جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

اس لغوی بحث کے بعد یہ ملحوظ خاطر رہے کہ شرعی طور پر غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ہم اختصار کو ملحوظ

رکھتے ہوئے حضرت قاضی بیضاوی کی ایک عبارت پر اکتفا کرتے ہیں وہ غیب کی مراد بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

والمراد به الخفی الذی لا یدرکه الحس ولا یقتضیه بداهة العقل وهو قسمان قسم لا دلیل علیه وهو المعنی بقوله تعالى وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته والیوم الآخر واحواله وهو المراد به فی الآیة (تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۱)

غیب سے مراد وہ مخفی چیز ہے جو حس کے ساتھ مدرک نہ ہو اور اس کو بداہت عقل نہ چاہے اور غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو میں یہی قسم مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل قائم کی گئی ہو جیسے صانع اور اس کی صفات اور یوم آخرت اور آخرت کے احوال کہ ان پر دلیل قائم ہے اور یؤمنون بالغیب میں غیب کی یہی قسم مراد ہے۔

ان تمام اقتباسات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے مگر صرف اس معنی میں جو اس کی شان کے لائق اور مناسب ہے اور اس صفت میں وہ بحیثیت منفرد ہے اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے اور یہ بات بھی آشکارا ہو جاتی ہے کہ عذاب قبر، جنت، دوزخ، حشر اور پل صراط وغیرہ بے شمار چیزیں غیب ہیں، اگرچہ ان پر مخبر صادق کی تحویل و تبشیر کے دلائل موجود ہیں مگر آنکھوں سے اوجھل ہیں، اور مفاتح الغیب کی جملہ اشیاء جن کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی (اور ان میں سے جن کی اطلاع دی ہے وہ معدودے چند جزئیات ہیں اور بس، باقی پر کسی کو اس نے مطلع نہیں کیا اور نہ ان پر دلیل قائم کی ہے جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل بیان ہوگا انشاء اللہ العزیز) وہ غیب کی اس قسم میں داخل ہیں جو کسی دلیل کے تحت داخل نہیں ہیں اور جن کو غیب مطلق[1] کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ فریق مخالف کی عبارتیں اس میں بہت ہی زیادہ پراگندہ اور مختلف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کب علم غیب ملا اور کتنا ملا؟ ان کے اس گورکھ دھندے کو دیکھ کر کوئی آدمی کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ اتنی بات سب میں مشترک ہے کہ وہ بہت سی نصوص قطعیہ کے منکر یا مؤول ہیں اور دوسروں کی صحیح بجائے خود ذلیل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے گندے اور ناپاک عقیدے سے ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے۔ خدا تعالیٰ

---

[1] مطلق غیب اور غیب مطلق میں علمی طور پر بڑا فرق ہے حافظ ابن القیم نے الامر المطلق اور مطلق الامر اور العلم المطلق اور مطلق العلم وغیرہ میں کئی وجوہ فرق بیان کی ہیں (ملاحظہ ہو بدائع الفوائد ج ۲ ص ۱۶۲)

اور اس کے رسولِ برحق کے احکام کے سامنے بلا شرط و بلا عذر گردن جھکا دینے ہی کا نام اسلام ہے۔ اسے

مال و زر و دل و جگر کرکے بھی کر رقیب ۔۔

بندگی اور بقید سر ننگ ہے بندگی نہیں

---

# باب سوم

## حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواص اور لوازم اور اُن کی بعثت کے اغراض و مقاصد

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حق تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جن کی تعلیم و تربیت بارگاہ صمدیت سے کی جاتی ہے اور پھر انہی کے واسطے سے مخلوق خدا دائرہ علم و عمل سے آشنا اور متمتع ہوتی ہے۔

ان میں گوناگوں کمالات اور معجزات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں صفات کمال اپنے اپنے درجہ اور مرتبہ میں جامعیت کے ساتھ موجود ہیں لیکن ہر ایک نبی اور رسول کے کمالات کا ایک مخصوص رنگ اور اس کی پاکبازانہ زندگی کی ایک خاص شان ہے جو اسے دوسرے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے الگ اور ممتاز کرتی ہے، مثلاً کسی کی نبوت و رسالت سطوت و شوکت اور سلطنت و حکومت کی قبا میں نمایاں ہوتی ہے تو کسی کی فقر و فاقہ کی کملی اور حب مسکین کی شکل میں، کسی میں جاہ و جلال کا ظہور ہے تو کسی میں محبوبیت اور جمال کا، کسی نے خلوت اور انقطاع کی صورت میں اعلان حق کیا تو کسی نے جلوت اور تعلقات کی کثرت میں مخلوق خدا کی دینی تربیت کی، الغرض کہ صفات کمال کی جامعیت کے باوجود ہر ایک نبی اور رسول میں کوئی نہ کوئی صفت ایسی ضرور نمایاں ہوتی ہے۔

جو ان کے لیے دیگر تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مابہ الامتیاز بن رہی ہے۔ ہم تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ادب اور احترام کرتے ہیں، ایمان سب کے پیغمبر ہونے کا دل میں یقین اور زبان سے اقرار کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے ہماری اندرونی دنیا کو آباد کرنے اور کفر و شرک کو

مٹانے اور جس درجہ اُن کی باطنی بیماریوں دور کرنے کے لیے انتھک کوشش فرمائی۔ ہماری روحانی بیماریوں کے نسخے بتلائے اور عبادت، عبودیت و احساسات اور ذہنوں کے نقطے درست کرنے کی طبیعت سونپی۔ ان کی پاک نفوس اور قلوب کے عروج و تنزل کے صحیح اسباب بھی دریافت کرلیا۔ جس سے دنیا کے صحیح تمدن اور بہترین معاشرت کی تکمیل ہوئی جس سے اخلاق و سیرت انسانیت کا جوہر نمایاں ہوا نیکی اور بھلائی کی ابدی کے نقش؛ بلکہ بندے سے خدا و بندے کا تعلق باہم مضبوط ہوا اور بھولا ہوا سبق اور عہد بھی یاد آگیا۔ اگر ہمارا انسانی سرشت کے ان نمونوں میں اور نیکی و سعادت کی ان خیر تعلیمات سے نا واقف ہوتے تو کیا یہ دنیا کبھی روحانی تکمیل کو پہنچ سکتی تھی؟ اسی لیے اس مجموعہ اسباب طبقۂ انسانی کے احسانات اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے بعد ہم سب پر سب سے زیادہ ہیں اور اسی لیے ہر فرد انسانی پر خواہ وہ کسی قوم اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو ان کی شکرگزاری کا اظہار لازم اور واجب ہے۔ اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ و سلام ہے جو ہم شروع سے دینی مقصد پر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام نامی کے ساتھ ہم ادا کرتے آئے اور اب بھی کرتے ہیں۔ اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلَیْہِمْ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ اَجْمَعِیْن۔

فی الحقیقت حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاک تعلیمات ہی کے ذریعہ روحانی تغیرات دنیا کے اصل اور صحیح انقلابات ہیں جن سے کائنات انسانی و جن کا نقشہ بدلا ہے اور جن کی بدولت دنیوی حکومت و ملت کا قیام اور عالم کو بہترین معاشیت حاصل ہوتی ہے۔ ان روحانی انقلابات کے آگے مادی انقلابات بالکل ہیچ ہیں ان کی ہستی اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ زمین کے چند ٹکڑوں کو بدل دیں یا چند لاکھ نفوس کو نیست و نابود کر دیں لیکن یہ روحانی انقلابات صدیوں تک قوموں کے ان اعتقادات و اعمال کو بدل دیتے ہیں جو صدیوں سے ان کے دلوں میں جاگزیں ہوتے ہیں اور ان عالمگیر گمراہیوں اور ناپاکیوں کو مٹا دیتے ہیں جو نسلاً بعد نسل ہمیشہ سے چھائی ہوتی ہیں۔ دریاؤں کو خشک کر دینا آسان ہے اور زمین کو سمندر بنا دینا کچھ مشکل نہیں، پر گمراہ دلوں، روحوں اور دلوں کو اپنی پاک تعلیمات کے ذریعہ بدل دینا بہت ہی زیادہ مشکل ہے۔ جس کی قوت وہ بڑی طاقتوں کو نصیب نہ ہو سکی۔ سکندر اعظم نے نصف دنیا فتح کر لی۔ لیکن وہ ایک دل کو بھی فتح نہ کر سکا۔ دریاؤں سے بڑے بڑے عظیم الشان شہر آباد کیے مگر وہ دلوں کی اجڑی ہوئی بستی کو نہ بسا سکے۔ بعثت نبوی نے ایک پوری قوم کو سالہا سال تک ترقی کرا لیا پر وہ ان میں سے ایک دل کو

میں اپنا غلام نہ بنا سکا۔ انہوں نے بابل کے لاکھوں انسانوں کو تو قتل کر دیا لیکن وہ ایک روح کی
گہرائی کو بھی قتل نہ کر سکے۔ تاتاریوں کے عظیم فتنے نے لاکھوں ناکردہ گناہ معصوموں کو تو صفحۂ ہستی سے نابود کر
دیا مگر وہ دینی اور روحانی کے ایک پیکر کو بھی نہ مٹا سکے۔ اقوام یورپ کی حیرت انگیز ایجادات اور ٹیکنیکل سائنسی
ترقی نے مشرق اور مغرب کے ڈانڈے تو ملا دیئے، معہذا ان کی طاقت یہ نہ کر سکی کہ ایک نفس کو بھی اس کے
مالک حقیقی اور جان آفریں سے ملا دے حالانکہ وہ بس سے دور نہیں ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ
الْوَرِیْدِ ۔ موجودہ سائنس کے ہوشربا طلسم تھے جیسوں میں سے ہوائی جہاز اور راکٹ بلکہ مصنوعی سیارے تو
فضائے آسمانی میں اڑا دیئے لیکن ابلیس لعین کی ناپاک کوششوں سے ایک پرزہ کی دھجیاں بھی وہ ہوا میں نہ
بکھیر سکے رہتے ان مادی انقلابات نے قیام امن کا کون سا عملی ثبوت پیش کیا ہے؟ یا بدیوں کے لشکر کو
شکست دی اور فسق و فجور اور ضلالتوں کے کیسے بت توڑے ہیں؟ ان انقلابات کی فتح و تسخیر جسم اور
زمین کی حد تک ہے مگر روحانی انقلابات قلب و روح کا احاطہ کرتے ہیں جن سے دلوں کی اجڑی ہوئی
بستیاں آباد ہوتی ہیں، وہ زمین کی تبدیلیاں ہیں جن کو زمین والے انجام دیتے ہیں مگر یہ آسمانی تبدیلی ہے
جو رحمٰن و رحیم کی طرف سے بتوسط حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پایۂ تکمیل تک پہنچتی ہے۔ یہ نفوس
قدسیہ بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے اپنے وقت پر آئے اور گذر گئے کیونکہ اس عالم فانی کی کوئی چیز
ابدی نہیں۔ ان کی زندگیاں خواہ کتنی ہی مقدس اور معصوم تھیں تاہم وہ دوام و بقاء کی دولت سے سرفراز نہ
تھیں۔ ان کے بعد دنیا پر تقریباً چھ صدیاں ضلالت کے سناٹے اور کفر و شرک کی خاموشی کی گذر چکی تھیں حتیٰ کہ
الٰہی کا وہ خاص مقام جو وادی غیر ذی زرع یعنی بے کھیتی کی سرزمین میں کعبہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور رحمت
حق کا وہ گہوارہ جس کی بنیاد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام جیسے پاک و مقدس رسل کے
مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی تھی۔ دنیا کے بت کدوں میں وہ سب سے بڑا اور عظیم بت کدہ بن گیا تھا۔ جہالت و
ضلالت کے تاریک اور گھنگھور بادل چاروں طرف چھائے ہوئے اور کفر و شرک کی بارش برسا جاتے، کسی قوم یا کسی
خاندان یا کسی ملک یا کسی سرزمین کی تخصیص نہیں، عرب ہو یا عجم، مشرق ہو یا مغرب، کائنات کا ذرہ ذرہ
خواب غفلت میں سرشار اور پردۂ ظلمت میں مستور تھا۔ شکل و صورت میں اگرچہ وہ انسان تھے مگر خصائل و
شمائل میں وہ حیوانوں سے بھی بدتر تھے۔ اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔
کوئی لات و منات پر شیدا تھا تو کوئی عزیٰ اور نائلہ پر، کوئی مہادیو اور کرشن کی مورتیوں کا پجاری تھا۔

غلاموں کو حق کے حقیقی مالک اور آقا کے آگے سرِ اطاعت و نیاز جھکانے کا شرف نصیب ہوا، فضائے عالم قلوب کے نغموں سے گونج اٹھی، نفوس کو نئی زندگی اور زندگی کرنے کے ولولے عطا ہوئے۔ آسمان نے زمین کو مبارکباد دی کہ تیرے منتخب جلوے ذروں کی اور تیرے خوش نصیب قدموں کو اس ذاتِ اطہر و اعظم اور اس پیغامبر اور بزرگ ترین مقدس ہستی کی پابوسی کی سعادت نصیب ہوگی جو علم و ہدایات کے سلسلہ میں ارتقاء کی آخری منزل ہے، شرف و مجدِ انسانیت کی آخری کڑی ہے جو علم و بصیرت کے اس افقِ اعلیٰ پر جلوہ گر ہے کہ عقل و دانش، فکر و نظر کی وہاں تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی جو دانش اور حکمت بربانی کے اس مقام منتہی پر فائز ہے جہاں غیب اور شہود کی وادیاں واضح نگاہوں میں سمٹ کر آجاتی ہیں۔ وہ دیکھئے عالم میں خدا تعالیٰ کی تعلیم و ہدایت کا شاہد کوہِ صفا پر کھڑا ہے، نکوکاروں کو فلاح و سعادت کا بشیر بشارتیں سنا رہا ہے جو ابھی تک بے خبری میں غافل کو ہشیار اور بیدار کرنے والا نذیر، خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا رہا ہے بھٹکنے والے مسافروں کو خدا کی طرف پکارنے والا داعی دعوتِ حق پیش کر رہا ہے۔ نگاہ اٹھا کر دیکھئے سراجِ منیر صداقت، ہادیٔ صراطِ مستقیم اور داعیِ حق سرزمینِ مکہ میں کھڑا ہو کر ایک گمراہ قوم کے سامنے اپنی حجت اور دلیل قائم کر رہا ہے، رشد و ہدایت پر لانے کے لیے نورِ صداقت سے ان کے قلوب کو روشن کر رہا ہے، حکمت اور موعظۂ حسنہ کو دل نشین اور موثر پیرایہ اختیار کر کے قُولُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا سبق پیش کر رہا ہے تاکہ تشنہ کامانِ رشد و ہدایت کو سیرابی نصیب ہو اور توحیدِ خالص ان کے سویدائے قلب میں اتر جائے۔ تصور کی نگاہ سے دیکھئے ہادیٔ برحق طائف کی گلیوں میں خدا کا آخری پیغام فلاح و نجات کا آخری صحیفہ، ابلاغ و اعلانِ حق کا مجموعۂ بے پایاں، توحید الٰہی کی آخری شمع قرآن مجید اور فرقانِ حمید ان کو سنا رہا ہے جس نے مذہبی دنیا کے تمام قوانین کو یک قلم منسوخ کر دیا، وہ حق و باطل میں امتیاز، شرک و توحید میں تفریق، کھرے اور کھوٹے میں تمیز پیدا کرتا ہے، قرآن کریم وہ عظیم الشان اعجاز کتاب ہے جس کی آیتیں لفظی اور معنوی ہر حیثیت سے متناسب بھی ہیں، باوزن اور لچک دار بھی ہیں، نہ ان میں تناقض ہے نہ کوئی مضمون حکمت یا واقع کے خلاف ہے، نہ بلحاظ فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے اس کے ایک حرف پر نکتہ چینی ہو سکتی ہے جس مفہوم اور مضمون کو جس عبارت میں ادا کیا گیا ہے، محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے، الفاظ کی قبا معانی کی قامت پر نہ ذرا بھی فراخ و ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ جن عقائد و اعمال، اصول و فروع اور اخلاق و نصائح پر قرآن کریم مشتمل ہے اور جو دلائل اور براہین اثبات دعویٰ

کے لیے پیش کیے گئے ہیں وہ سب علم و حکمت کے کانٹے میں تُلے ہوئے ہیں، مبالغہ اور تصنع سے یکسر خالی ہیں۔ قرآنی حقائق اور دلائل اپنے مضبوط اور محکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی پلٹیاں کھائے، ان کے جھوٹے یا غلط ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں اس میں معنویات اور شرعیات کو خوب کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے یہ نہیں کہ اجمال و ابہام کی وجہ سے یہ کتاب ایک معمہ اور چیستان بن کر رہ گئی ہو۔ اگر حکیم مطلق اور خبیر برحق کے کلام میں سب حکمتیں اور خوبیاں جمع نہ ہوں گی تو اور کس کے کلام میں توقع کی جا سکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ پاک کتاب کے ذریعہ ہادیٔ برحق نے صدیوں کے بھولے ہوئے سبق کو یاد دلا کر دلوں کی بستی میں وہ آتش شوق بھڑکائی جس نے کفر و شرک کی دنیا کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس کی صدائے حق نے ظلم و عصیاں کے محلوں میں زلزلہ طاری کر دیا اور جہالت و ضلالت کی ایک ایک زنجیر کو کاٹ کر رکھ دیا وہ انقلاب پیدا کیا جس نے ریت کے ایک ایک ذرہ کو جلا دیا ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی　　عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

الحاصل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک سلسلہ کی آخری کڑی اور قصر نبوت کی سب سے آخری خشت جس نے ابدی طور پر قصر نبوت کو مکمل کر دیا ہے، حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مبارک صورت میں اس دنیا کے سامنے رونما ہو چکی ہے، قیامت تک دنیا کی تمام قوموں کے لیے آپ کی پیش کردہ کتاب اور سیرت طیبہ اسوۂ حسنہ اور نمونۂ عمل ہے اور ہر حیثیت سے مکمل اور ہمیشہ کے لیے محفوظ اور ناقابل ترمیم و تنسیخ ہے۔ آپ کی سیرت طیبہ اور حیات نیرہ میں کوئی پیچ و خم یا ابہام نہیں کوئی راز مستور نہیں کوئی جزو پس پردہ نہیں۔ ایک جگمگاتے ہوئے چراغ کی روشنی (سراجاً منیراً) جو ایک طرف خود اس چراغ کے ہر پہلو کو دیدۂ بینا کے سامنے بے نقاب کر دیتی ہے اور دوسری طرف ہر شے کا اصلی مقام بھی متعین کر دیتی ہے لیکن جس طرح بعد نما مسلمانوں نے کتاب مبین (قرآن کریم) جیسے نیر درخشندہ کو خود ساختہ تصورات اور تخیلات کے سیاہ بادلوں میں چھپا رکھا ہے اور اس کی روشنی سے نہ صرف اپنے آپ کو محروم کر رکھا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے محروم کر دیا ہے اسی طرح انہوں نے سیرت طیبہ کے جگمگاتے چراغ کو بھی اپنے باطل معتقدات اور توہمات کے تہ و بالا دبیز پردوں میں مستور کر رکھا ہے۔ آج ساری دنیا اس روشنی کے لیے مضطرب و بے قرار پھر رہی ہے اور آنے والے مصائب اور ہولناک طوفانوں سے نجات صرف کتاب و سنت ہی پر

غرض میرا یہ صفت ہی حقیقی ہے اور بس ہے

جو ادب کا نشہ بنا ہو جسے غرور طوفان آرزو ہے
تنگ ام رکھنا سفینہ وا لو اکثر ہیں جو میں کہ مرتے پہلے

اللہ تعالیٰ نے دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کرامت اور جناب امام الانبیاء اور خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصاً جو جو مرتبہ عطا فرمایا اور فضائل عطا فرمائے ہیں وہ حد فہم و ادراک سے بالاتر اور ہماری عقل و دانش سے وراء الوراء ہیں۔ ان کو گننے والا گنتے گنتے تھک جائے ان کی تہ تک پہنچے تو کیونکر؟ اس قادر مطلق نے جن صفات سے آپ کو نوازا اور جو جو عنایات آپ پر کیں۔ اور جو جو علوم اور اسرار و حکم آپ کو مرحمت فرمائے، خدا کی مخلوق میں ان خصائص اور انعامات میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی بھی شریک و سہیم نہیں ہے اور بلا مبالغہ یہ کہنا صحیح ہے کہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مگر خزائن کا مالک اور ان میں متصرف اور اسی طرح عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان اوصاف میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں کیونکہ علم غیب صرف خاصۂ خداوندی ہے جس کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سید ولد آدم فخر الرسل خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاک زبان سے بھی نازل ہونے والی کتاب کے ذریعہ قرآن کی شکل میں یہ صریح اعلان کروا دیا کہ:

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۚ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

(پ ۷، الانعام، رکوع ۵)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں جانتا ہوں غیب اور نہ میں کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں، میں نہیں پیروی کرتا مگر صرف اس چیز کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، آپ کہہ دیجئے کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا، سو کیا تم غور نہیں کرتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کے منصب اور اس کے خواص و لوازم پر روشنی ڈالی ہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نبوت اور رسالت کے بلند مقام پر فائز کرتا ہے اس کا یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ تمام مقدورات الٰہیہ کے خزانے اس کے قبضہ قدرت میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی جائے تو وہ ضرور ہی کر دکھائے، اور یہ بھی نہیں کہ تمام معلومات غیبیہ خواہ ان کا تعلق جزئیات

رسالت سے بہرہ یاب ہو اس کو مطلع فرمایا جائے کہ تم جو کچھ پوچھو وہ فوراً بتلایا کرے اور یہ بھی نہیں کہ وہ نوع بشر کے علاوہ کوئی اور نوع ہو اور ملک فرشتہ اور نور ہونے کی وجہ سے لوازم اور خواص بشریہ سے اپنی برأت اور نزاہت کا ثبوت پیش کرے۔ اس آیت کریمہ میں بصراحت یہ امور واضح کر دیئے گئے ہیں کہ:

(۱) نبی اللہ تعالیٰ کے خزائن کا مالک اور مختار کل اور متصرف فی الامور نہیں ہوتا۔

(۲) یہ کہ نبی اور رسول عالم الغیب نہیں ہوتا کہ ہر ہر ذرہ اس کے علم میں ہو۔

(۳) یہ کہ نبی اور رسول ملک و فرشتہ اور نور نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ (الحدیث) رواہ مسلم — کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔

ج ۲ ص ۴۱۳ و مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۳ و ابن کثیر ج ۳ ص ۱۸۵

و منتخب کنز العمال بر مسند احمد ج ۶ ص ۲۳ و الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۰

جب بحکم خداوندی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ملک اور فرشتہ ہونے کی نفی کی تو گویا صراحت کے ساتھ اپنے نور ہونے کی نفی بھی کر دی۔ اس آیت کریمہ میں جن تین امور کی نفی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے بصراحت کی گئی ہے، انہی میں اہل بدعت حضرات مشرکین کا ساتھ دیتے ہیں اور سب سے کم پایہ تک اپنی جہالت کا زور لگا کر ان کے اثبات کے درپے ہیں باقی فریق مخالف کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے عطائی کی نہیں (جاء الحق ص ۱۳۲ و مقیاس ص ۳۴۳ اور تفسیر قرآن کریم از مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی ص ۲۲۱ وغیرہ) تحریف محض ہے یا جہالت اور بے حقیقت بات ہے۔ اس رفیع المرتبت اور عظیم تسلی سے شاید ان کے ہاتھ دل تو مطمئن ہو جائیں لیکن سمجھدار اور منصف آدمی کا ہرگز اطمینان نہیں ہو سکتا۔ علم غیب ذاتی اور عطائی کی مبسوط بحث اپنے مقام پر آرہی ہے ان شاء اللہ العزیز۔ مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ اس میں دعوئے علم غیب کی نفی ہے علم غیب کی نفی نہیں عجیب بریلوی منطق ہے اور تواضع و انکسار کا بہانہ بھی بے سود ہے جیسا کہ جاء الحق ص ۱۳۲ میں ہے۔ اس کی بحث بھی اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ اور لو اضح ہے کیا مراد ہے؟ نیز اہل بدعت کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں سے یہ فرمایا تھا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں، مؤمنوں سے یوں نہیں فرمایا۔ یہ بھی ایک خالص افترا ہے جبکہ قرآن

کریم کی تحریف سے اور الحاق و ترمیم سے محفوظ رکھنا اور ذخیرہ اپنے مقام پر آنے کو ان شاء اللہ العزیز کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور حضرات صحابہ کرام کے سامنے بھی صریح الفاظ میں اس کا اظہار فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا اور حضرت رافع بن خدیج کی مرفوع روایت جو عنقریب آ رہی ہے۔ اس میں بھی خطاب بھی سب مسلمانوں کو ہے۔ پھر یہ بات بھی نہ بھول جانے کہ نبی اور رسول کا مقام بہت ہی بلند ہوتا ہے ان کا دل اور زبان ظاہر اور باطن عقیدہ اور عمل ایک ہوتا ہے۔ جو کچھ ان کے دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر آتا ہے اور جو زبان پر ہوتا ہے وہی عمل میں ہوتا ہے۔ اپنے منصب کے بیان میں وہ جو کچھ کہا کرتے ہیں وہ ایسا کچھ سوچ کر ہی کہتے ہیں۔ وہاں دوئی کا مطلق سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ایک سے کچھ کہیں اور دوسرے سے کچھ کہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ ؎

نبی باشد مخالف قول و فعل انبیاء باہم
کہ گفتار قول باشد رفتارِ تسلیم ہیچ!

غرضیکہ اہل بدعت کی طرف سے اس آیت کا کوئی تسلی بخش جواب نہ تو آج تک دیا گیا ہے اور نہ قیامت تک دیا جا سکتا ہے۔ انصاف اور دیانت کے ساتھ آزما کر دیکھ لیں۔ دیدہ باید!

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ اگرچہ پیغمبر بھی بشر ہے علیحدہ کوئی دوسری نوع نہیں لیکن اس کے اور باقی انسانوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ انسانی قوتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ علمی اور عملی۔ قوت علمی کے اعتبار سے سمجھنا چاہیئے کہ نبی اور غیر نبی میں اعمیٰ اور بصیر، زندہ اور مردہ جیسا تفاوت ہے۔ نبی کے دل کی آنکھیں ہر وقت مرضیات الٰہی اور تجلیات ربانی کے دیکھنے کے لیے کھلی رہتی ہیں جس کے بلاواسطہ مشاہدہ سے دوسرے انسان محروم ہیں اور قوت عملیہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اپنے قول و فعل اور ہر ایک حرکت اور سکون میں رضائے الٰہی اور حکم خداوندی کے تابع ہوتے ہیں۔ زلات اور اجتہادی لغزشوں کا معاملہ الگ ہے جس کی بحث عنقریب آ رہی ہے ان شاء اللہ العزیز، رضائے الٰہی اور حکم خداوندی کے خلاف نہ کبھی ان کا قدم اٹھ سکتا ہے اور نہ زبان حرکت کر سکتی ہے۔ ان کی مقدس ہستی اخلاق و اعمال اور کل نقل و حرکت زندگی میں تعلیمات ربانی اور مرضیات الٰہی کی روشن تصویر ہوتی ہے جسے دیکھ کر غور و فکر کرنے والوں کو ان کی صداقت اور مامور من اللہ ہونے میں ذرا بھی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔

مخفی نہ رہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ائمہ اربعہ میں سے ایک جلیل القدر امام اور اہل السنت والجماعت کے بالاتفاق مقتدا اور پیشوا ہیں، فصل خصومات میں ظاہر اور باطن کا فرق کرکے رازوں بھیدوں اور نفس الامری حقائق کو ذات خداوندی کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور حاکم کے فیصلہ کو ظاہری قرائن اور شواہد پر مبنی قرار دیتے ہیں، عام اس سے کہ حاکم کا فیصلہ نفس الامر کے موافق ہو یا مخالف، کیونکہ حاکم باطنی امور کا ہرگز مکلف اور پابند نہیں ہے۔

(۲) حضرت امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

معناه التنبيه على حالة البشرية وان البشر لا يعلمون من الغيب وبواطن الامور شيئاً الا ان يطلعهم الله تعالى على شيء من ذلك وانه يجوز عليه في امور الاحكام ما يجوز عليهم وانه يحكم بين الناس بالظاهر والله يتولى السرائر فيحكم بالبينة وباليمين ونحو ذلك من احكام الظاهر مع امكان كونه في الباطن خلاف ذلك (شرح مسلم ج ۲ ص ۷۴)

اس کا منشا یہ ہے کہ حالت بشریت پر تنبیہ کی جائے اور بتلایا جائے کہ بشر کو غیب اور باطنی امور کا علم نہیں ہوتا بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز پر ان کو مطلع کر دے اور اس سے یہ بھی بتلانا ہے کہ جس طرح احکام میں جن چیزوں کا دوسروں سے صدور ممکن ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ممکن ہے اور آپ بھی لوگوں کے درمیان ظاہری حال پر فیصلہ کرتے ہیں اور اندرونی رازوں کا معاملہ خدا کے سپرد ہے سو آپ گواہ اور قسم وغیرہ ظاہری قرائن کے ساتھ ہی فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور اس کا امکان ہے کہ واقع میں معاملہ اس کے خلاف ہو۔

یہ عبارت بھی اپنی مراد پر نہایت واضح اور صریح طور پر دلالت کرتی ہے۔

(۳) شیخ الاسلام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی ابن دقیق العید الشافعی المالکیؒ (المتوفی ۷۰۲ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

فيه دليل على اجراء الحكم على الظاهر واعلام الناس بان النبي صلى الله عليه وسلم كغيره في ذلك وان كان يفترق مع الغير في اطلاعه على ما يطلعه الله من الغيوب

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ احکام کو ظاہر پر جاری کیا جائے گا اور نیز اس میں لوگوں کو یہ بتلانا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس معاملہ میں دیگر لوگوں کی طرح ہیں اگرچہ دوسرے لوگوں سے اس امر میں ممتاز ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غیب کی باتوں پر مطلع

الباطنة وذلك في امور مخصوصة لا في الاحكام العامة وعلى هذا يدل قوله عليه السلام انما انا بشر (احكام الاحكام ج ۲ ص ۱۷۱)

کر سکتے مگر یہ بھی مخصوص امور میں نہ کہ عام احکام میں اور اسی پر جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد انما انا بشر دلالت کرتا ہے۔

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔

(۴) حافظ الدنیا ابو الفضل احمد بن علیؒ ابن حجر العسقلانی الشافعیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

قوله انما انا بشر - ای کواحد من البشر فی عدم علم الغیب (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۵۲)

یعنی بشر ہی ہوں یعنی علم الغیب نہ ہونے میں دوسرے انسانوں کی طرح ہوں

اور دوسرے مقام پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

اتی به ردا علی من زعم ان من کان رسولا فانه یعلم کل غیب (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۵۱)

انما انا بشر کا جملہ خاص طور پر ان لوگوں کے باطل خیال کی تردید کے لیے حضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے جو گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کل غیب کا علم ہوتا ہے۔

(۵) علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ :-

انما انا بشر - یعنی کواحد منکم ولا اعلم الغیب وبواطن الامور کما هو مقتضی الحالة البشریة وانا احکم بالظاهر (عمدة القاری ج ۱۱ ص ۲۴۲)

میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہی ہوں اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور تمہارے معاملات کی اندرونی احوال کو میں نہیں جانتا جیسا کہ بشریت کا تقاضا ہے اور میں تو صرف ظاہری حال پر ہی فیصلہ دیتا ہوں

اور اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں کہ :-

انما انا بشر - ای من البشر ولا ادری باطن ما تتحاکمون فیه عندی وتختصمون فیه لدی وانما اقضی بینکم علی ظاهر ما تقولون فاذا کان الانبیاء علیهم الصلوة والسلام لا یعلمون ذلک فغیر جائز ان یصح دعوی غیرهم من

یعنی میں انسانوں میں سے ایک انسان اور بشر ہوں اور جو مقدمات تم میرے پاس لاتے ہو ان کے باطن کو میں نہیں جانتا اور میں تو تمہاری ظاہری باتوں کو سن کر ہی فیصلہ کرتا ہوں تو معلوم ہوا جب حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب اور باطنی امور نہیں جانتے تو کسی کاہن وغیرہ کا یہ دعویٰ کہ غیب

ف: میں آدمی ہوں سے اشارہ ہے اس امر پر کہ سہو اور نسیان بعید نہیں ہے آدمی سے اور وضع بشری مقتضی ہے اس کی کہ نہ ادراک کرے امور کو سوائے ظاہر ان کے کے یعنی میں آدمی ہوں عارض ہوتے ہیں مجھ پر احکام و عوارض بشری اسی واسطے چھوٹ گئے ہیں مجھ میں احکام حقیقت کے سوائے اس چیز کے کہ تائید کیا جاتا ہوں ساتھ وحی کے یا تعلیم کیا جاتا ہوں حق سبحانہ سے حاصل یہ ہے کہ میں بسبب ظاہر کے حکم کرتا ہوں بموجب تقریر مدعی کے پس اگر اس کا حق نہ تھا اور اس کی چرب زبانی سے میں سمجھا کہ حق اسی کا ہے اور اس کو دلوا دیا تو وہ اس کے اپنے حق میں حلال نہ جانے بلکہ یہ جانے کہ ٹکڑا آگ کا مجھے دلا ہے، پرہیز کرے اس سے۔ انتہی بلفظہ (مظاہر حق ج ۳ ص ۲۲۲)

(۱۰) علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی الحنفی رح (المتوفی سنہ ۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں کہ:

وانما انا بشر لا اعلم الغیب وانکم تختصمون الیّ الا (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۲۲)

میں تو بشر ہی ہوں، میں غیب نہیں جانتا اور تم اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو الخ

(۱۱) حضرت حکیم الامت الشاہ بن عبد الرحیم الشاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی رح (المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ) اس حدیث کی تشریح میں ارقام فرماتے ہیں کہ:

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود جز این نیست کہ من آدمی ام و شما آئینہ خصومت می کنید پیش من پس شاید بعض شما اقوی باشد بحجت خود از دیگری پس حکم کنم برائے او مثل آنچہ شنیدم از وے پس ہر کہ حکم کردم برائے او از چیزے بحق برادر او پس باید کہ نگیرد از آں چیزے جز این نیست کہ جدا میکنم برائے او پارہ از آتش (مصفی ج ۲ ص ۱۶۲)

نیز حضرت شاہ صاحب رح اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

وفی الحدیث دلیل علی ان کل مجتہد لیس بمصیب انما الاصابۃ لواحد والآخر المخطئ موضوع عنہ الاثم لکونہ معذورا فیہ و علیہ اکثر اہل العلم (المسوی ج ۲ ص ۱۳۶)

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ ہر مجتہد مصیب نہیں ہوتا، اصابت رائے صرف ایک مجتہد ہی کی ہوتی ہے اور دوسرے مجتہد پر خطا کا گناہ نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ وہ معذور (بلکہ ماجور) ہے اور یہی اکثر اہل علم کی تحقیق ہے۔

(۱۲) الشیخ المحدث العلامہ السندی الحنفی رح (المتوفی سنہ ۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں:

إنما أنا بشر أي لا أعلم من الغيب إلا ما علمني ربي كما هو شأن البشر۔
(شرح الشفا ج ۲ ص ۲۳)

میں تو بشر ہی ہوں یعنی میں غیب نہیں جانتا مگر صرف اتنی مقدار جس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم کے ذریعہ آگاہ کیا ہے جیسا کہ انسان اور بشر کی شان ہے ۔

(۱۳) اور علامہ السید حسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی الحنفی (المتوفی ۷۴۳ھ) لکھتے ہیں کہ :۔

إنما أنا بشر، إن الوضع البشري يقتضي أن لا يدرك من الأمور إلا ظواهرها وعصمته إنما هو عن الذنوب فإنه صلى الله عليه وسلم لم يكلف فيما لم ينزل فيه إلا ما كلف غيره وهو الاجتهاد
(بحوالہ انجاح الحاجہ ص ۱۹۶)

میں تو بشر ہی ہوں اور وضع بشری اس کو چاہتی ہے کہ امور ظاہرہ کے علاوہ امور باطنہ کا بھی ادراک نہ کرے ۔ رہا آپ کا معصوم ہونا تو وہ گناہوں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان احکام میں جن میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی ، اسی چیز کا مکلف قرار دیا ہے جس کا دوسروں کو مکلف بنایا ہے اور وہ اجتہاد ہے ۔

اس حدیث سے اور اس کی شرح میں اکابرین علماء امت کی تصریحات اور عبارات سے جو ہم نے نقل کی ہیں ، بخوبی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر اور انسان تھے ۔ مگر خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اعلیٰ اور افضل ، چنانچہ فریق مخالف کے اعلیٰحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کو بھی اس کا صاف اقرار ہے ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھوں درجہ اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار درجہ الطف ، وہ خود فرماتے ہیں لست مثلکم میں تم جیسا نہیں ویروی لست کھیئتکم میں تمہاری ہیئت پر نہیں ویروی ایکم مثلی تم میں سے کون مجھ جیسا ہے (بلفظہ نفی الفیء ص ۲)

نور اور بشر کا مسئلہ ہمارے اس موضوع سے خارج ہے ، اس کیلئے ہماری کتاب تنقید متین اور ازالۃ الریب دیکھیں یہ امور اس میں واضح ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کہ نور کی کون سی حدیث صحیح ہے؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟ اور سایہ نہ ہونے کی روایت کیسی ہے؟ وغیرہ وغیرہ ۔ مگر خانصاحب نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر اور انسان تسلیم کر لیا ہے ، یہ الگ بات ہے کہ فضائل اور خصائل و شمائل میں آپ کی کوئی مثل نہیں اور یہی کچھ ہم کہتے ہیں ۔

خضر ـــ نئے مبارک ، بشر کو ہوا
اب وہ بھی کر رہے آئے تو ہیں

نیز اس روایت سے اور اس کی تشریح میں منقول بالا عبارات سے یہ بات بھی آفتاب نیمروز کی طرح
واضح ہو گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان وما یکون اور ظاہر و باطن اشیاء اور
ہر ہر فرد کے تمام بھیدوں کا علم حاصل نہ تھا۔ گو صرف اسی حد تک جس حد تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقیقت حال پر مطلع
کر دیا ہو، اور فصل خصومات میں آپ باوجود اشفاقِ تام اور پوری توجہ کے اس امر کے ہرگز مکلف نہ
تھے کہ حقیقت حال سے آگاہ ہو کر باطنی امور کے موافق فیصلہ صادر فرمائیں بلکہ اس معاملہ میں آپ عام
دوسرے انسانوں کی طرح مدعی کے ظاہری قول اور قسم و شہادت وغیرہ دیگر ظاہری قرائن پر نگاہ رکھتے ہوئے
فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو باطنی حقیقت اور علم غیب حاصل نہ تھا اور نہ منصب نبوت اور
فرائض رسالت میں علم غیب داخل ہے جیسا کہ عبارات بالا میں صراحت سے اس کی حقیقت پیش
کی جا چکی ہے اور انما انا بشر کا جملہ ہی آپ نے ایسا باطل اور غلط عقیدہ رکھنے والوں کی تردید کے
لیے ارشاد فرمایا ہے۔

نیز اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختار کل بھی نہ تھے کہ جو
چیز جس کے لیے چاہتے حلال کر دیتے اور جو چاہتے حرام فرما دیتے، اگر ایسا ہوتا تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے یعنی کہ
اگر میں کسی جھوٹے کو سچا سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ صادر کر دوں تو وہ اس کو نہ لے کیونکہ وہ اس کے لیے
آتشِ دوزخ کا ایک ٹکڑا ہوگا جو اس کے لیے کسی صورت میں حلال نہیں ہے۔ رہا قضاء قاضی کا ظاہراً
و باطناً نافذ یا عدم نافذ۔ اور اسی طرح نکاح و طلاق اور دیگر معاملات میں فرق و امتیاز کا وجود یا عدم تو یہ
ہمارے اس موضوع سے خارج ہے۔ اس کی تحقیق کے لیے فتح القدیر، عمدۃ القاری اور مرقات وغیرہ کی طرف
مراجعت کر لی جائے۔ حضرت شیخ الحدیث نے اس پر قابل علمی بحث کی ہے، ملاحظہ ہو ایضاح الدلائل
اہل بدعت کا یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو سب کچھ معلوم ہے مگر آپ ظاہری صورتوں کے
مطابق فیصلہ کرنے پر من جانب اللہ مامور تھے، قطعاً اور یقیناً باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ اسی
حدیث میں یہ جملہ فاحسب انه صادق فاقضی له بذالك (کہ میں کسی کی چرب لسانی کی وجہ سے
اس کو سچا سمجھوں اور اس کے حق میں فیصلہ کر دوں) اس باطل تاویل کی بیخ کنی کے لیے کافی اور شافی ہے
مولوی محمد عمر صاحب اس جملہ کا کوئی جواب نہیں دے سکے (دیکھئے مقیاس ص [illegible]) وثانیاً کیا فریق ثانی
کا ایمان اور عشق اس کو گوارا کرتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیدہ و دانستہ حقیقت حال

سے آگاہ ہو کر بھی صاحب حق کو حق سے محروم کر دیں اور جھوٹے کو دوسرے کا حق دلوا دیں؟ ہمارا ایمان تو اس کو ہرگز گوارا نہیں کرتا ہے۔ یعنی اپنا اپنا علم لیتا اپنا (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

باقی مفتی نعیم الدین صاحب مراد آبادی (المتوفی ۱۳۶۷ھ) کا یہ جواب کہ فمن قضیت له بحق مسلم قضیہ شرطیہ ہے جس میں مقدم کا صدق ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ حضرت نے علی سبیل الفرض فرمایا (ملخصہ الکلمۃ العلیا ص ـــ) تو یہ سستی شہرت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یا آسانی کے ساتھ گلو خلاصی اور دفع الوقتی کا ایک ناکام بہانہ ہے اور عقلاً و نقلاً ہر طرح سے باطل اور مردود ہے۔ عقلاً تو اس لیے کہ اہل عربیت اور مناطقہ کا اس میں اختلاف ہے کہ قضیہ شرطیہ میں حکم مقدم اور تالی دونوں کے درمیان ہوتا ہے یا حکم صرف تالی میں ہوتا ہے اور مقدم جزاء اور تالی کے لیے قید ہوتی ہے۔ جیسے عصام اور ظریف وغیرہ مناطقہ اول کے قائل ہیں اور اہل عربیت ثانی کے لیکن جس وقت مقدم اور تالی دونوں صادق ہوں اور ایک واجب اور دوسرا ممکن یا دونوں ممکن ہوں تو استلزام میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ چنانچہ مشہور منطقی اور معقولی محقق علامہ عبد اللہ بن شکر اللہ سندیلوی (المتوفی ۱۱۹۰ھ) اپنی دقیق تالیف میں لکھتے ہیں کہ:۔

واعلم انه لا خلاف فی استلزام المقدم الصادق التالی الصادق۔ (عبد اللہ ص ۱۳۱)

تو جان لے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مقدم صادق تالی صادق کو ہر حال مستلزم ہے

اور علامہ عبد العلی بحر العلوم (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

والتلازم بین الواجب والممکن والممکنین مما لا شک فیه (بحر العلوم بر عبد اللہ ص ۱۳۲)

واجب اور ممکن کے درمیان نیز دو ممکنوں کے درمیان تلازم میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔

اس کی مزید تشریح سلم، مرقاۃ الشروح، قاضی اور رسالہ قطبیہ وغیرہ میں ملاحظہ کیجئے۔ ہاں اگر مقدم محال اور کاذب ہو تو اس کے لیے استلزام میں اختلاف ہے مگر وہ ہماری بحث سے خارج ہے علاوہ فمن قضیت له میں مقدم نہ صرف ممکن ہے بلکہ محقق الوقوع ہے جیسا کہ حضرت رفاعہ اور زبیر وغیرہ کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے۔ اس لیے قضیہ شرطیہ کی آڑ لینا سراسر باطل ہے۔

اور نقلاً اس لیے کہ اسی حدیث کے دوسرے سیاق میں یوں آتا ہے کہ:۔

فقال انی انما اقضی بینکم برأیی فیما لم ینزل — جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں [illegible]

عليٰ فيه (ابوداؤد ج ۲ ص۱۳۳)

یعنی جس پر خدا کی طرف سے وحی نازل نہیں ہوتی اس میں اپنی رائے سے میں تمہارا فیصلہ کرتا ہوں۔

اور اُساریٰ بدر، تحریم شہد، تابیر نخل اور عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کے جنازہ وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے صواب نہ ہونے کا بیّن ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت زبیرؓ بن العوام اور عبداللہ بن اُبیؓ کے درمیان جو فیصلہ آپؐ نے صادر فرمایا اور اسی طرح جو فیصلہ آپؐ نے حضرت رفاعہؓ اور جو امیرؓ کے درمیان صادر فرمایا تھا اس میں بھی آپ کی رائے مبارک درست نہ تھی اور حضرت رفاعہؓ کے واقعہ میں آپؐ نے ان کا حق بھی ابتداءً جبراً اس منافق کو دلوایا تھا۔ بعد کو اسے قرآن کے نزول پر حقیقت حال سے آگاہی ہوئی۔ ان میں سے بیشتر واقعات شرح و بسط کے ساتھ اپنے مقام پر بیان ہوں گے انشاء اللہ العزیز۔ ان واضح دلائل اور براہین کی موجودگی میں یہ کیسے باور کیا جائے کہ معتمد کا صدق ضروری نہیں ہے۔ اہل فریق مخالف اپنے دل کی تسکین اس سے حاصل کر سکتے ہیں کہ دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

نوٹ: دراصل یہ بہ لفظ علامہ سبکیؒ کی (المنتقیٰ) سے اخذ کیا گیا ہے۔

قال السبكي هذه قضية شرطية لا تستدعي وجودها بل معناه بيان ان ذالك جائز ولم يثبت لنا قط انه صلى الله عليه وسلم حكم بحكم ثم تبين خلافه وقد صان الله تعالى احكام نبيه عن ذالك مع انه لو وقع لم يكن فيه محذور انتهى۔

(ارشاد الساری ج ۴ ص ۱۲۸)

سبکیؒ کہتے ہیں کہ یہ قضیہ شرطیہ ہے۔ یہ اس کے وجود کو نہیں چاہتا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور ہمارے علم میں ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ صادر فرمایا ہو اور بعد میں اس کے خلاف ظاہر ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلوں کو اس سے محفوظ رکھا ہے حالانکہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ خلاف واقع ثابت ہو جائے تو اس میں کوئی خرابی بھی نہیں ہے۔

جن واقعات کی طرف ہم نے ابھی ابھی اشارہ کیا ہے اور نیز تابیر نخل کا مفصل واقعہ جو عنقریب آ رہا ہے، علامہ سبکیؒ کے اس دعوے کے بطلان پر کافی ثبوت ہے کہ آپؐ کا کوئی فیصلہ ایسا نہیں جو واقع کے خلاف ہو۔ یہ الگ بحث ہے کہ خطاء پر آپ کو برقرار نہیں رکھا گیا۔ مگر مصنف علامہ سبکیؒ نے اس امر کو صراحت کے ساتھ تسلیم کر لیا ہے کہ اگر کوئی ایسا فیصلہ صادر ہو تب بھی نہ صرف یہ کہ ایسا جائز ہے بلکہ اس میں کوئی محذور بھی نہیں ہے۔ سچ ہے مانتے نہیں کرتے تھے جبھی پہلے وہاں۔

فائدہ :- اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاملات کی اصل حقیقت اور اندرونی کیفیت پر مطلع کر دیتا مگر اس کی بے شمار حکمتیں اس کو نہیں چاہتی تھیں کیونکہ وہ علیم و حکیم ہے اور اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے، مثلاً ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ہادی اور بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اُمت کو آپ کی اقتداء اور اتباع کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور چونکہ باطنی امور پر اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو اطلاع نہیں ہو سکتی، چنانچہ متعدد آیات اور احادیث اس پر دال ہیں اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۰۴ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

احوال باطنی ہر کس را غیر از ذات علام الغیوب معلوم نیست (مجموعہ فتاویٰ ج ۳ ص ۱۱)

ہر ایک کے باطنی حالات کا بجز ہر ایک کے خالق کا علم علام الغیوب کے بغیر کسی کو نہیں ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطنی امور اور دلی بھیدوں اور اسرار پر مطلع نہیں کیا تاکہ آپ کی اُمت آپ کی اقتداء کر سکے، چنانچہ امام نووی رحمہ اور علامہ عینی رحمہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

ولو شاء الله لاطلعه على باطن الامر حتى يحكم باليقين لكن امر الله امته بالاقتداء به فاجرى احكامه على الظاهر (نووی ج ۲ ص ۷۴ و عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۴۲ و لفظہ لہ)

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطنی معاملہ کی حقیقت پر مطلع کر دیتا حتیٰ کہ آپ یقین ہی سے فیصلہ صادر فرماتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ کی اُمت کو آپ کی اقتداء کا حکم دیا ہے اس لیے آپ کے فیصلے کا مدار ظاہر پر رکھا گیا ہے تاکہ اُمت آپ کی اقتداء کر سکے۔

یہ جملہ دلائل اس امر کو روز روشن کی طرح ثابت کرتے ہیں کہ منصب نبوت میں علم غیب اور باطنی امور پر مطلع ہونا داخل نہیں ہے اور نہ ہم کہنا چاہتے ہیں۔ اس میں کسی شک اور شبہ کی مطلقاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مگر کج فہم کے لیے کیا شود ؟ ؎

مخاطب حق سے گر وہ جاہل غافل اور جاہل بیشک
ہمارا کام ہے لیکن ، ہر پہلو ان کو سمجھانا

## کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہاد کا حق بھی تھا؟

چونکہ ابوداؤد کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا جا چکا ہے کہ آپ پر جن احکام میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی، ان میں آپ اجتہاد اور قیاس سے بھی کام لیتے تھے اس لیے نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم آپ کے اجتہاد کے متعلق یہاں علماء اصول کا نظریہ عرض کر دیں۔ حافظ ابن حجرؒ (حدیث اُم سلمہؓ کی شرح میں) لکھتے ہیں کہ:۔

وفیہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقضی بالاجتہاد فیما لم ینزل علیہ فیہ وحی۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۵۲)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن معاملات میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی اس میں آپ اپنے اجتہاد سے فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

اور علامہ عینی الحنفیؒ یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

وفیہ دلالۃ علی حکمہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاجتہاد (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶۲)

یہ حدیث اس پر دلالت کر رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے بھی فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

(۱) اشاعرہ اکثر معتزلہ اور متکلمین کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب صرف وحی کے مطابق فیصلہ صادر فرمانا تھا کیونکہ اجتہاد میں خطا کا احتمال بھی ہے اور جب وحی آ سکتی ہو تو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ رائے سے فیصلہ صادر فرمائیں۔

(۲) حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ (المتوفی ۱۸۲ھ) اور عام محدثین اور علماء اصول اس بات کے قائل ہیں کہ آپ وحی اور اپنے اجتہاد دونوں سے بعض فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔

(۳) مشہور محقق علامہ صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود المحبوبی الحنفیؒ (المتوفی ۷۴۷ھ) اپنی دقیق اور بے نظیر کتاب میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔

والمختار عندنا انہ مامور بالانتظار الوحی ثم العمل بالرای بعد انقضاء مدۃ الانتظار (التوضیح ص ۴۷۷)

ہمارے علماء احناف کا مختار مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کے انتظار کرنے کے مامور تھے پھر مدت انتظار کے بعد اپنی رائے پر عمل کرنے کے مامور تھے۔

علامہ حسام الدینؒ الحنفیؒ (المتوفی ۶۷۹ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

اجتهد لا حيث لم يتعلم خطأ واما الاستمساك حيث يستقروا على الصواب فرجعوا اليه (المسامرة مع المسايرة ج ۲ ص ۴۴۰ طبع مصر)

غلطی پر قائم رہنا جو کہ بری ہے لوگوں کے نزدیک رہا جاتا ہے معصیت ہے اور بجائے اس کے اجتہاد میں غلطی بھی تو ممکن ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ تنبیہ کے بعد ان کے صحیح راستے کی طرف رجوع کر لینے سے اعتراض اٹھ جاتا ہے۔

پھر جبکہ امام ابوبکر الباقلانی اور رئیس المتکلمین جیسے اور دیگر حضرات کے حافظ ابن ہمام الحنفی جو بقول مولوی احمد رضا خان صاحب محقق علی الاطلاق اور محقق حیث اطلق ہے اور اسی طرح کمال الدین ابن ابی شریف وغیرہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آپ نے یہ کیا فرمایا کہ تو تحریر کیا ہے کہ سابق انبیاء کی شرائع کا علم نہ ہونا بھی جائز ہے اور جن مسائل کی اعتقاد میں متکلمین نے تصریح کی ہے جائز ہے کہ وہ بعض مسائل بھی ان کو معلوم نہ ہوں۔ اسی طرح اپنی قوم کی لغت کے علاوہ دیگر اقوام کی لغات اور دنیا کے تمام مصالح و مفاسد اور جمیع حرفتیں اور صنعتیں بھی معلوم نہ ہوں اسی وجہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاک قلوب ان غیر ضروری اشیاء کی طرف ملتفت ہی نہیں ہوتے۔ اور نیز ان کو اجتہاد کا بھی حق ہے، عالم الغیب اور عالم جمیع ما کان وما یکون کے اجتہاد کا کیا معنی؟ اور حضرات فقہاء کرام کے ایک گروہ کے نزدیک ان کے اجتہاد میں غلطی بھی ممکن ہے، جمیع ما کان وما یکون کا عالم ہونے کے ساتھ اجتہاد میں غلطی کیوں؟ اور اس غلطی کی گنجائش کہاں سے؟ اور پھر اس غلطی پر تنبیہ کا کیا مطلب؟ مگر کیا کیا جائے اہل بدعت کا باوا آدم ہی نرالا ہے، ان کے تمام عقائد اور مسائل خود تراشیدہ اور مصنوعی ہیں۔ اور لطف یہ کہ وہ اکابرین علماء دیوبند پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ حنفی نہیں بلکہ وہابی ہیں۔ سبحان اللہ تعالیٰ! اگر یہ نہ سوچا کہ حنفیت کا قلادہ اپنی گردن سے کس نے اتار کر پھینکا ہے اور حنفیت کے ساتھ وفا کس نے کی ہے اور جفا کس نے کی ہے؟ ؎

وفائیں کیں آپ نے کہ میں نے جفائیں کیں آپ نے کہ میں نے
خیال فرمائیں آپ خود ہی کہ عہد توڑا کس نے پہلے

## دوسری حدیث

حضرت رافع بن خدیج (المتوفی ۷۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ:

قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة وهم يأبرون النخل يقولون يلقحون

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ کھجور کے درختوں میں پیوند لگا رہے ہیں

صاف الفاظ میں آپ نے حضرات صحابہ کرام سے فرمایا: فانما انا بشر مثلکم میں تو بس تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں، اور نیز فرمایا کہ انتم اعلم بامر دنیاکم کہ دنیوی معاملات کو تم ہی زیادہ جاننے والے ہو، شیخ محی الدین محمد بن علی المعروف ابن عربی (المتوفی ۶۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ وہ دنیا کے کاموں کو آپ سے زیادہ جانتے ہیں کیونکہ تجربہ پر موقوف اور علم جزئیات سے ہے، اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا تجربہ کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا کیونکہ آپ کی توجہ طبعی ترتیب ضروری تر پر تھی۔ (فصوص الحکم، الفص حکمۃ علویۃ فی کلمۃ موسویہ طبع حیدرآباد دکن)

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی صراحت کے ساتھ ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف کافروں کو ہی خطاب کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ میں غیب نہیں جانتا بلکہ آپ نے حضرات صحابہ کرام کو بھی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ دنیوی معاملات کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو اور ان امور میں میری رائے خطا بھی ہو سکتی ہے اور میری یہ رائے خطا تھی، اور نیز آپ نے انا بشر مثلکم، حضرات صحابہ کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے لہٰذا اہل بدعت کا یہ مغالطہ اور بہتان ہے کہ آپ نے لا اعلم الغیب اور انما انا بشر مثلکم کافروں سے کہا ہے خاص امت سے۔ یہ سفید جھوٹ ہے اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ ملاحظہ کیجئے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور امور دنیا سے اس قدر بیزار ہوں کہ ان کی نسبت بھی اپنی طرف ایک حد تک گوارا نہ فرمائیں، ہمہ وقت خدا کا عشق و محبت آپ کے قلب مبارک کو معمور رکھے، دنیا کا تجربہ کیا ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے اس عشق و محبت پر ہیچ۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

**نوٹ ضروری** — ہمارا استدلال تابیر نخل کے واقعہ سے نہیں ہے تاکہ اس کے جواب میں شیخ سنوسی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق اور علامہ قیصری وغیرہ کا تسلیم قول سے متعلق عارفانہ یا شاعرانہ نکتہ پیش کیا جائے جیسا کہ مولوی اہل بدعت حضرات نے کیا ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب نے خصوصاً یہ نکتہ بڑا کر خلاصی کی بالکل ناکام کوشش کی ہے دیکھئے جاء الحق وزہق الباطل ص ۔ بلکہ ہمارا استدلال انما انا بشر مثلکم کے جملہ سے ہے کہ میں بشر ہوں غیب نہیں جانتا، اور وضع بشری کا تقاضا یہی ہے جیسا کہ متعدد حوالجات سابق حدیث میں اس پر نقل کئے جا چکے ہیں، نیز ہمارا استدلال حدیث کے اس حصہ سے ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امور دین اور امور دنیا میں تفریق کر کے

(۴) حضرت ملا علی بن القاری الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ [illegible] کی شرح میں لکھتے ہیں:

انما انا بشر مثلکم قد اصیب وقد اخطئ (شرح شفاء ج ۲ ص [illegible])

یعنی میں تو بس ایک بشر ہی ہوں (دونوں معاملات میں) میری رائے کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلطی بھی کر لیتا ہے۔

نیز ملا علی بن القاری لکھتے ہیں کہ:

ومن هذا القبيل حديث تلقيح الثمر وقال ما ارى لو تركتموه لا يضره شيئا فتركوه فجاء شيصا فقال انتم اعلم بدنياكم رواه مسلم عن عائشة رض وقد قال تعالى قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وقال وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ (موضوعات کبیر ص [illegible])

اور اسی قبیل سے کھجوروں کے قلم کرنے کا مسئلہ ہے آپ نے فرمایا اگر تم اس کو چھوڑ دو تو اس کو کچھ بھی ضرر نہ ہوگا سو لوگوں نے چھوڑ دیا تو پھل ردی ہوا تو آپ نے فرمایا تم اپنے دنیوی معاملہ کو زیادہ جانتے ہو یہ مسلم کی روایت ہے حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے اعلان کروایا ہے کہ فرما دیں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور فرمایا اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت خیر جمع کر لیتا۔

حضرت ملا علی بن القاری کی یہ عبارت اس مسئلہ پر صراحت سے دلالت کرتی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے ہرگز قائل نہ تھے بلکہ وہ اس غالی فرقہ پر تکفیر کرتے تھے: اور ایسے فرقہ کی تکفیر فقہاء احناف سے نقل کرتے ہیں جیسا کہ اپنے مقام پر بیان ہوگا ان شاء اللہ العزیز۔ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کی اشد بیانتی ہے کہ وہ ان کو اپنا ہمنوا سمجھتے ہیں۔ (دیکھئے خالص الاعتقاد ص [illegible])

اور نیز حضرت ملا علی بن القاری انما انا بشر کی شرح میں لکھتے ہیں:

ای فلیس لی اطلاع علی المغیبات وانما ذلک من قبلی بحسب الظن لشهودی اذ ذاک الی ما یصیب الاسباب وفی الحدیث دلالة علی انه علیه السلام ما کان یلتفت الی الامور الدنیویة۔ (مرقات ج ۱ ص [illegible] طبع مشکوٰۃ ج ۱ ص [illegible])

یعنی مجھے مغیبات پر کوئی اطلاع نہیں ہے اور یہ چیز جو میں نے کہی ہے محض اپنے ظن سے تھی کیونکہ میری نگاہ اس وقت ظاہری اسباب کے سبب الامر پر تھی اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیوی امور کی طرف نہیں بلکہ امور اخرویہ کی طرف ہی التفات کیا کرتے تھے۔

حضرت ملا علی بن القاری کی یہ عبارت بھی اپنے مفہوم و مطلب کے لحاظ سے بالکل واضح اور صاف ہے اور

بنا کر بھیجا گیا ہے مگر آپ اُن کی زبانوں لغات اور لب و لہجہ کو بھی ہرگز نہ جانتے تھے۔ اور یہی کچھ مسامرہ میں ابن ہمام الحنفیؒ نے کہا تھا جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ اب اہلِ بدعت حضرات کو چاہیئے کہ وہ حافظ ابن ہمام الحنفیؒ اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ، امام رازیؒ، قاضی ثناء اللہؒ وغیرہم پر تکفیر کا ایک عجیب و غریب فتویٰ شائع کریں۔ کیا ایک خواب کے پیشِ نظر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اردو زبان سے واقف نہ ہونے کی بنا پر یہ تکفیری فتویٰ صرف مظلوم دیوبندیوں پر ہی لگ سکتا ہے؟ اور حافظ ابن ہمامؒ اور شاہ عبد العزیزؒ وغیرہ سے یہ تکفیر کا ترکش خالی ہو جاتا ہے۔ آخر یہ کیسا قصہ کیا ہے؟ دیوبندیوں کے ساتھ تمہارا کیا بیر کیوں ہے؟ ہم اللہ تعالیٰ کچھ تو فرمائیے! ؎

محفل کی رونقیں ہیں مرے اضطراب سے
یہ وصف کے لباس میں تشنیع کن بھول میں

حضرت شاہ صاحبؒ کی ایک اور عبارت بھی ملاحظہ کیجئے۔ وہ عقائد باطلہ کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"یا شریک انگارد اولیاء را برابر رتبہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام گرداند و انبیاء و مرسلین علیہم السلام را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند۔"

یا اولیاء کو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے برابر بنا دے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے لوازم الوہیت جیسے علم غیب اور ہر ایک کی فریاد کو ہر جگہ سے سننا اور تمام مقدورات پر قدرت ثابت کرنا۔

(تفسیر عزیزی پارہ اول ص ۔۔)

اور یہی تینوں عقیدے (حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب، حاضر و ناظر اور مختار کل ہونا)۔ اہلِ بدعت نے پلے باندھ لیے ہیں حالانکہ یہ باطل عقائد ہیں اور اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تینوں صفتیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ مختص اور لوازم الوہیت سے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے راز اور بھید کسی اور کو معلوم نہیں ہیں ؎

حباب دریا ہے دہر فانی اجل کی خاطر ہے انتقال
یہ راز کی بات کس نے جانی عروج کیا ہے زوال کیا ہے

حضرت ملا علی بن القاری الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ولما جرى لأم المؤمنين عائشة ما جرى ورماها أهل الإفك لم يكن

اور جب حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور بہتان تراشوں نے ان کو متہم کیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہیں لاجواب ہے۔ یعنی تو ہین کی گستاخی من بیاد عرض۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے خالص الاعتقاد صفحہ ۱۳ میں اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے جاء الحق صفحہ ۱۰۳ میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حنفیت صفحہ ۲۴۵ میں اور مولوی محمد نعیم صاحب نے علم غیب صفحہ ۱۰۱ میں وغیرہم فی غیرہا حضرت ملا علی بن القاری کی غیر متعلق عبارت سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے پر جو استدلال کیا ہے ان کو یہ عبارت بغور دیکھنی چاہیئے تاکہ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ حضرت ملا علی بن القاری کی مزید عبارتیں اپنے موقع پر پیش ہوں گی۔ ان شاء اللہ العزیز

علامہ قسطلانی رح بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

وقول المازری ما اظن قوله فی هذا الطریق من حدثك ان محمدا یعلم الغیب محفوظا وما احد یدعی ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم كان یعلم الغیب الا ما علمه اللہ متعقب بان بعض من لم یرسخ فی الایمان كان یظن ذلك حتی یری ان صحة النبوة تستلزم اطلاع النبی علی جمیع المغیبات ففی مغازی ابن اسحاق ان ناقته صلی اللہ علیه وسلم ضلت فقال ابن الصلیت یزعم محمد انه نبی ویخبركم عن خبر السماء وهو لا یدری این ناقته فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم ان رجلا یقول كذا وكذا وانی واللہ لا اعلم الا ما علمنی اللہ وقد دلنی اللہ علیها وهی فی شعب كذا قد حبستها شجرة

علامہ مازری کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ قول محفوظ نہیں ہے کہ جو شخص تجھ سے کہے کہ آپ غیب جانتے تھے کیونکہ کوئی شخص بھی تھا جو یہ دعویٰ کرتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل تھا مگر جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا تھا تو مستثنیٰ ہے لیکن علامہ مازری کا یہ قول محل نظر ہے کیونکہ بعض وہ لوگ جن کا ایمان راسخ نہیں تھا یعنی منافق تھے وہ یہ خیال رکھتے تھے حتیٰ کہ ان کا نظریہ تھا کہ نبوت کی صحت اس کو مستلزم ہے کہ نبی کو تمام غیبات پر اطلاع ہو چنانچہ ابن اسحاق کے مغازی میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی تو ابن صلیت نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گمان کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور تمہیں آسمان کی خبریں بتاتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ایسا ایسا کہتا ہے اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا مگر صرف وہی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اونٹنی

جمع المنتخبات (مع ملک ترجمہ کی نصوص منقول ہے کہ تمام غیبات پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی فالمطلب انتہی (حقیقت الذخیرہ صفحہ ۴۵) آپ نے دیکھا کہ علامہ قسطلانی کیا فرماتے ہیں اور مولوی محمد عمر صاحب عبارت میں قطع و برید کر کے کیا ثابت کر رہے ہیں، یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کی علمی دیانت، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ، اور ان کا تقریر و تحریر میں یہی وطیرہ ہے۔ حیف ہے ایسی دیانت پر اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو مولوی محمد عمر صاحب جیسے کو رہبر تسلیم کئے ہوئے ہیں، شاید وہ حقیقت میں یہ کہہ رہے ہیں سہ

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے پیچھے نمازیوں کو دیکھنے کی تحقیق کرتے ہوئے رقم فرماتے ہیں کہ:

"بدانکہ ایں دیدن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم از پس و پیش بطریق خرق عادت بود بوحی یا الہام ہرگاہ و کلیہ نبود و مدام و مؤید آن است آنچہ نقل کردہ است کہ چوں ناقہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گم شدہ و در نیافت کہ کجا رفت منافقان گفتند کہ محمد میگوید کہ خبر آسمان میرسانم و نمی داند کہ ناقہ او کجاست پس فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ من نمیدانم مگر آنچہ بداناند مرا پروردگار من اکنون بنمود مرا پروردگار من کہ وے در فلاں جا است و مہارش در شاخ درختے بند شدہ است و نیز فرمودہ است کہ من بشرم نمی دانم کہ در پس ایں دیوار چیست یعنی بے دانا نیدن حق سبحانہ" (اشعۃ اللمعات جلد [illegible] صفحہ [illegible])

**تنبیہ** حضرت شیخ صاحب کا اس مقام پر یہ حوالہ بالکل صحیح پورا اور مکمل ہے۔ دیوار کے پیچھے علم نہ ہونے کی روایت پر اشعۃ اللمعات میں انہوں نے کوئی کلام نہیں کیا بلکہ اس سے انہوں نے استدلال کیا ہے۔ رہا یہ کہ اس حدیث کا کوئی ثبوت بھی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ شیخ صاحب نے مدارج النبوۃ میں لا اصل لہ لکھ کر کیا فرمایا ہے؟ (جس پر اہل بدعت نے بہت لے دے کی اور بلاوجہ غل مچایا ہے دیکھئے انباء المصطفیٰ صفحہ ۵ وغیرہ) تو اس کا جواب حضرات علماء دیوبند ہی پر ضروری اور لازم نہیں ہے جو جواب اہل بدعت حضرت شیخ صاحب کی ان دونوں عبارتوں کی تطبیق کے لیے پیش کریں گے ہماری طرف سے بھی وہی جواب تصور کر لیں۔ بعض محدثین کرام نے مع اعلیٰ تحقیق حدیث کی حدیث کو اس لیے لا اصل لہ کہا ہے کہ اس کی سند نہیں نیز یہ اس حدیث سے متعارض ہے جس میں آتا ہے کہ آپ پیچھے

سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ علم غیب نبوت کے لوازم و خواص میں سے ہرگز نہیں ہے جزوی اور دینی امور میں تقرری اور اجتہاد کی گنجائش اور اس میں خطا کا احتمال، ظاہر اور باطن کا فرق اور تعلیم لغات اور صنائع و حرفتوں کا علم نہ ہونا وغیرہ وغیرہ سب امور اوپر عرض کیے گئے ہیں اور جن آیات سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے ان میں سے [illegible] دو میں ان کی غیر متعلق عبارات سے قطع مخالفت سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے مسئلہ علم غیب کشید کیا ہے اس لیے خصوصیت کے ساتھ ان کی عبارات کو پیش نظر رکھا گیا ہے تاکہ اہل بدعت کو بھی سوچنے کا موقع مل سکے۔ ہم نے ان کی جو عبارتیں عرض کی ہیں وہ اپنے مقصد میں بالکل نص صریح ہیں اب ہم اس باب کو یہیں ختم کرتے ہیں اگرچہ ؎

راہ روان را خستگی راہ نیست
عشق ہم راہ ہست و ہم خود منزل است

---

# باب چہارم

قرآن کریم اور صحیح احادیث میں جہاں کہیں اس کا ذکر آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ یا لَا اَدْرِیْ وغیرہ تو فریق مخالف کی طرف سے (جس میں فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت اور مجدد مائۃ حاضرہ مولوی احمد رضا خان صاحب، مولوی حشمت علی خان صاحب، مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی، مولوی محمد صالح صاحب، مولوی محمد عظیم صاحب، مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ سب شامل ہیں) یہ مغالطہ عامۃ الورود پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر غیب نہیں جانتا۔ میں مستقل طور پر علم غیب نہیں رکھتا۔ بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم غیب عطا ہوا ہے اور ہم ذاتی علم غیب کے قائل نہیں ہیں بلکہ عطائی علم غیب کے قائل ہیں اور چونکہ خداوند کریم کی صفت عطائی نہیں بلکہ ذاتی ہے اس لیے عطائی طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے علم غیب کی صفت ثابت کرنا ہرگز شرک نہیں اور نہ خاصہ خداوندی میں شرکت لازم آتی ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لیے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع" (خالص الاعتقاد ص ۱۲)

اور خان صاحب کے نزدیک بعض علم کیا ہے جو عطائی طور پر آپ کو ملا ہے۔ تمام ماکان ومایکون الی یوم القیامۃ کا علم حاصل تھا۔ اور ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر جنت و نار کے داخلہ تک کا کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہیں۔ (تبارک المصطفیٰ ص ملخصاً) اور مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی اس علم عطائی کی بحث میں لکھتے ہیں کہ "تمام ممکنات حاضرہ و غائبہ کا علم عطا فرمایا گیا" (الکلمۃ العلیا ص)

اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

"اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، مجھے کیا معلوم وغیرہ کا تی

نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخاطب کو متاثر کرنے کے لیے ہوتے ہیں،

(۴) جس مسئلے میں علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہوا اور قیامت تک کا ہو، ورنہ کل مغیبات انبیاء اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعوے نہیں کرتے۔ (بلفظہ جاء الحق ص)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"باقی رہا ارشاد الٰہی وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ فرما دیجئے یا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ میں غیب نہیں جانتا آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات اس واسطے کہلوائے کہ کوئی کسی طرح آپ کے علم غیب ذاتی کا معتقد نہ ہو جائے کیونکہ شئے کا معنی وہی ہو سکتا ہے جس کی ملکیت ذاتی ہو" (مقیاس

ان مجملہ عبارات کو سامنے رکھ کر ہم فریق مخالف سے دریافت کرتے ہیں کہ:۔

(۱) کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا وجود مبارک ذاتی تھا؟ اگر ذاتی نہ تھا بلکہ عطائی تھا تو آپ نے علم غیب کی طرح اپنے وجود کا کیوں انکار نہ فرمایا؟ یہ کیوں نہ ارشاد فرمایا کہ لَسْتُ بِمَوْجُوْدٍ۔ یعنی میں موجود نہیں ہوں۔

(۲) اور کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت ذاتی تھی یا خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھی؟ اگر ذاتی نہ تھی اور یقیناً نہ تھی تو آپ نے اپنی نبوت اور رسالت کا انکار کیوں نہ کر دیا؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیونکہ بقول مولوی محمد عمر صاحب شئے کا معنی وہی ہو سکتا ہے جس کی ملکیت ذاتی ہو۔

(۳) اور کیا قرآن کریم آپ کو ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا یا خدا تعالیٰ کا عطیہ تھا؟ اگر ذاتی طور پر حاصل نہ ہوا تھا اور حقیقت بھی یہی ہے تو آپ نے علم قرآن کی نفی کیوں نہ کی؟ اور یہ کیوں نہ فرما دیا کہ مجھے قرآن کریم نہیں آتا؟ معاذ اللہ تعالیٰ۔

(۴) اور کیا آپ کو احادیث اور احکام شریعت کا علم ذاتی طور پر حاصل ہوا تھا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ نے اس کی نفی کیوں نہ کی؟ وجہ فرق بالکل بیّن ہونی چاہیے۔

(۵) اور کیا جب موصوف خود عطائی ہو تو اس کی کسی صفت کے ذاتی ہونے کا احتمال ناشی عن دلیل ہو سکتا ہے، جب اس کا احتمال ہی نہیں تو ذاتی اور عطائی کا فرق بے کار ہوا کیونکہ علم ذاتی باجماع مسلمین اور باتفاق فریقین ایک ذرہ کا بھی کسی کو نہیں ہو سکتا تو پھر اس کا درمیان میں لانا کیونکر صحیح ہوا؟

(۶) اور اگر ایک شخص یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الٰہ اور خالق کائنات تسلیم کرتا ہوں مگر

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطائی طور پر الوہ اور خالق کائنات مانتا ہوں تو کیا وہ مسلمان رہے گا ؟ اور اگر رہے گا تو کیا دلیل ہے ؟ اور اگر وہ مسلمان نہیں تو فرمائیے کہ اس بیچارے نے خدا تعالیٰ کا ذاتی خاصہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تو تسلیم نہیں کیا۔ پھر وہ کافر کیسے ہوا ؟

(۷) اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو مستقل اور تشریعی نبی مانتا ہوں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کو (جو درحقیقت کذابوں دجالوں کی قدیم صف ہے) بالتبع اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ اس کی نبوت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض اور ظل ہے کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا یا نہیں ؟ اس کا جواب فریق مخالف کو صحیح کرنا ہوگا کہ حق کا ساتھ دینا ہے یا صرف نے باطل ہی پسند کر لیا ہے؟ ہے

اس چمن میں پیرو بلبل ہو یا تلمیذ گل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

باقی جن بعض اکابر کی عبارات میں ذاتی اور عطائی وغیرہ کے الفاظ آتے ہیں تو ان کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذاتی طور پر اور بالاستقلال تو کل غیوب کو نہیں جانتے مگر عطائی اور غیر مستقل طور پر کل مغیبات کو جانتے ہیں بلکہ انھوں نے اپنی سمجھ کے مطابق متضاد قسم کی آیات اور احادیث کے درمیان تطبیق کی یہ صورت پیدا کی کہ نفی جو تمام کلیات اور جمیع تفصیل کے ساتھ متعلق ہے ذاتی علم کی ہے اور اثبات تو صرف چند غیب اور انبائے غیب اور بعض حصہ سے متعلق ہے وہ عطائی علم کے ساتھ وابستہ ہے حالانکہ اس مقام پر ذاتی اور عطائی سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی صرف کلی اور جزئی یا علم غیب اور انبائے غیب یا مجمل تفصیلی اور بعض بعض خبروں کے علم کا فرق ملحوظ رکھ کر تطبیق دی جا سکتی ہے اور محققین علماء نے اسی طرح تطبیق دی ہے جیسا کہ اس کتاب کو پڑھنے والے حضرات بخوبی اس سے آگاہ ہوں گے۔ چنانچہ بیشتر وہ حضرات جو ذاتی اور عطائی کی قیود کو ملحوظ رکھتے ہیں وہ صاف طور پر یہ لکھتے ہیں کہ علم غیب صرف خاصہ خداوندی ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہ تھا جس کے اکثر حوالے ہم نے باب سابق میں باحوالہ درج کر دیئے ہیں انھیں حالات یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ وہ عطائی طور پر کل مغیبات کے علم کے قائل ہیں اور فریق مخالف کو بھی اس کا اقرار ہے کہ باری تعالیٰ کے مجموعہ علم تفصیلی پر مخلوق کا احاطہ محال ہے چنانچہ خود مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ :-

"ہم ظاہر دلیلیں قائم کر چکے کہ علم مخلوق کا جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہونا عقل و شرع دونوں کی رو سے یقیناً محال ہے" (خالص الاعتقاد ص ۲۸)

مگر خان صاحب کا یہ عقیدہ بھی قطعاً اور سراسر باطل ہے کہ ابتدائے آفرینش سے کر دخول جنت و نار سب واقعات کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا، کیونکہ اس عقیدہ کی رو سے بے شمار نصوص قطعیہ کا انکار لازم آتا ہے اور ایک نص قطعی کا انکار بھی موجب کفر ہے چہ جائیکہ بے شمار نصوص قطعیہ کا، اور آپ اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ اس باطل نظریہ کی تردید متعدد نصوص قطعیہ سے ملاحظہ فرمائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

دیکھنا اہل بدعت سے علماء اور مولوی احمد رضا خاں صاحب اور مفتی احمد یار خاں صاحب سے خصوصاً یہ پوچھئے کہ آپ نے جو یہ کہا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل صفات الٰہیہ کا بھی علم نہیں تھا اور بعد قیامت کے تمام واقعات کا علم بھی نہیں ہے، کیا اس لاعلمی میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور تنقیص شان تو نہیں؟ محبوب خدا کی ذات اور پھر یہ لاعلمی؟ بات کیا کہہ دی؟ ذرا سوچ کر اور ہوش میں آکر جواب دینا کہ اس کا کیا داعیہ پیش آیا؟ یا کیا اس معروض توہین و تنقیص کے اعداء دیوبند ہی مرتکب ہو کر کافر ہیں جو نصوص قطعیہ کی بنا پر بعض بعض امور سے آپ کی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں مگر یہ سب کچھ وہ قرآن وسنت سے وابستگی اور اسلام کی والہانہ محبت کی وجہ سے کرتے ہیں اور وہ اختلاف بھی صحیح طور پر کا مزاج ہیں جس کے تم صرف مدعی ہو، استعمال کرنا ہوگا، دیکھئے کیا جواب ارشاد ہوتا ہے۔

چھیڑو نہ مجھ کو دور حوادث کی آندھیو!

بجھنے بھی دو وہ دل ہیں کہ شاکی وطن ہوں ہیں

مگر ان تمام امور سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کیا قرآن کریم، صحیح احادیث اور معتبر اور مستند علماء امت کے اقوال سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلی طور پر علم غیب کے حصول علم کا ثبوت ملتا ہے یا اس کی نفی ہوتی ہے، اختصار کے ساتھ بعض دلائل ذکر کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

---

## قرآن کی پہلی آیت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پ ۲۳۔ یٰسین۔ رکوع ۴)

اور ہم نے اس (یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو شعر نہیں سکھایا اور یہ ان کے لائق ہی نہیں ہے۔ یہ تو خالص نصیحت ہے اور قرآن ہے صاف اور روشن۔

اس آیت قطعی سے یہ بات بالکل آشکارا ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم عطا ہی نہیں کی اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی تعلیم نہیں دی تو اس کا کمال ہے جو تعلیم عطا ہوتی یا ہو سکتی ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی بالکل بے نقاب کر دیا کہ شعر کی تعلیم آپ کی بلند اور رفیع شان کے لائق ہی نہیں ہے، کیونکہ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے جو علمی عملی آخرین کذب و خلاف سے روشناس کرنا تھا ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا، کیونکہ شاعریت کا حسن و کمال کذب و مبالغہ، خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں، اور آپ کو جو قرآن کریم دیا گیا وہ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں، وہ تو نصیحت اور روشن تعلیمات سے معمور ہے، کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا۔ جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی نکتہ بندیاں ہوں بلکہ آپ کی طبع مبارک کو فطری طور پر فن شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یہاں رجز وغیرہ کے طور پر مقفیٰ عبارت آپ کی زبان مبارک سے کہیں نکل جانا اور بات ہے، اسے شعر و شاعری سے مطلقاً کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

وَالشُّعَرَاۗءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الآیۃ (پ ۱۹۔ الشعراء ع ۱۰)

اور شاعروں کی اتباع وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ شاعری کی باتیں اکثر محض تخیلات ہوتی ہیں، تحقیق اور واقعیت سے ان کا کوئی

لگاؤ نہیں ہوتا۔ اس لیے شعراء کی باتوں سے بجز کسی عقلی یا وقتی جوش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل ہدایت
حاصل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی باتوں پر چلنے والے کج رو اور گمراہ قسم کے لوگ ہو گئے ہیں۔ اور جناب
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ ان بلند اخلاق کے مالک ہیں جن کی نظیر ملنی دشوار
ہے۔ اور جن کی نیکی اور پرہیزگاری کی مثال چرخ نے کرۂ ارض سے کبھی نہ پا سکی۔ پھر شاعر کسی کلام
کو بیٹھتے ہیں تو اس کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ کسی کی تعریف کرتے ہیں تو اس کو آسمان پر چڑھا دیتے ہیں
اور جب مذمت اور ہجو کرتے ہیں تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دیتے ہیں۔ موجود کو معدوم اور
معدوم کو موجود ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ غرض جھوٹ، مبالغہ اور تخیل سے جس جنگل
میں نکل گئے پھر مڑ کر نہیں دیکھا۔ اسی لیے شعر کی نسبت مشہور ہے کہ

چوں اکذب اوست احسن او

جب ان کے شعر پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ رستم سے زیادہ بہادر اور شیر سے زیادہ دلیر ہیں۔ جا کر
خود تو پرلے درجے کے نامرد اور بزدل۔ اخلاق میں پیش کریں گے تو حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت شبلیؒ
بھی معلوم ہوتے ہیں۔ جا کر دیکھو تو اعمال و اخلاق کا آئینہ بالکل خالی۔ اور بڑے بڑے ستم شاعر بھی یہ
کہنے پر مجبور ہی ہو گئے

گفتار کا غازی بن تو گیا کردار کا غازی بن نہ سکا

ہاں مگر اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے جو ایمان اور اعمالِ صالحہ کے پاس سے مزین ہوں،
وہ اس سے مستثنیٰ ہیں "وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ"، اور ایسی حضرات کے اشعار کے متعلق اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً
اور حسنہ حسن کے ارشادات وارد ہوئے ہیں جو شریعت کی حد بندی میں رہ کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا
کے لیے بالکل حقیقت و نفس الامر کے مطابق حقائق کو نظم میں پیش کرتے ہیں اور اس کے جائز اور
درست ہونے کا کوئی انکار بھی نہیں کرتا۔ مگر ؎

چشم بینا کو پہلے کر پیدا
پھر یہ کہنا کہ کچھ خوف نہیں

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چند صحیح حدیثیں بھی شعر و شاعری سے متعلق عرض ہیں۔

(1) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ، ای وما علمنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قول الشعراء او وما علمناہ بتعلیم القرآن الشعر علی معنی ان القرآن لیس بشعر (مدارک ج ۳ ص ۳)

اور ہم نے نہیں سکھایا ان کو شعر یعنی ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کے قول کا علم نہیں عطا کیا، یا یہ کہ ہم نے قرآن کی تعلیم سے شعر کی تعلیم نہیں دی اس معنی کر کے کہ قرآن شعر نہیں ہے۔

قرآن کریم کی مذکورہ آیت اور تمام احادیث و روایات اور تفاسیر اس بات کی واضح ترین دلیل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر و شاعری سے کوئی لگاؤ اور تعلق نہ تھا اور نہ یہ آپ کی شان رفیع کے لائق اور مناسب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر و شاعری کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ اس کا علم عطا کیا ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کا علم مطلق طور پر بھی نہیں دیا گیا تھا۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب (المتوفی ۲۳ھ) نے اپنے دور خلافت میں حضرت نعمانؓ بن عدیؓ بن نضلہ کو صوبہ بصرہ کے ضلع میسان کا عامل مقرر کیا۔ انھوں نے وہاں شاعرانہ تخیلات کی بنا پر بے ساختہ کچھ اشعار کہہ دیئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا ؎

أَلَا هَلْ أَتَى الْحَسْنَاءَ أَنَّ حَلِيلَهَا ۔۔۔ بِمَيْسَانَ يُسْقَى فِي زُجَاجٍ وَحَنْتَمِ

کیا خوبرو عورت کو یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کا رفیق حیات میسان میں شیشے کے گول اور سبز رنگ کی صراحیوں میں شراب پلایا جاتا ہے؟

حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے فوری طور پر ان کو معزول کر دیا۔ جب نعمانؓ مدینہ طیبہ آئے تو حضرت عمرؓ سے کہا، حضرت! خدا میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ بات یہ ہے کہ بے ساختہ میری زبان سے یہ شعر نکل گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

اظن ذالك ولكن والله لا تعمل لي عملا ابدا وقد قلت ما قلت (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۳)

میرا بھی یہی گمان ہے لیکن واللہ تجھے اس قول کے بعد کبھی بھی عامل اور افسر نہیں بنایا جائے گا۔

ان اشعار کی وجہ سے ان کی معزولی کا ذکر علامہ ذہبیؒ وغیرہ نے بھی کیا ہے (ملاحظہ ہو تجرید اسماء الصحابہ ج ۲ ص ۱۱۲ و استیعاب ج ۳ ص ۵۱۵ و اصابہ ج ۳ ص ۵۶۵)

سبحان اللہ تعالیٰ! ایک وہ مبارک وقت تھا کہ زبانی طور پر شراب نوشی کا ادعا کرنے والے افسر بھی فوراً معزول کر دیئے جاتے تھے مگر آج ہر وقت شراب میں مخمور رہنے والوں کو بھی کوئی نہیں پوچھتا ؎

کس نبی پر سند کر بیٹھا کون ہو ۔۔۔ سیر ہو یا پاؤ ہو یا پاؤ ہو

## فریق مخالف کے جوابات اعلان کا پس منظر

فریق مخالف کی طرف سے قرآن کریم کی اس آیت کی جو بے تاویل (یا تحریف) کی گئی ہے، وہ بھی ملاحظہ کر لیجئے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا جواب بھی دیکھ لیجئے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی متعدد کتابوں میں اس آیت کے متعلق یہ لکھا ہے کہ: اس میں مطلقاً شعر کی نفی کی گئی ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا۔ اور مولوی نعیم الدین صاحب نے یہ کہا کہ اس آیت میں منطقی شعر مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو قیاس شعری نہیں سکھایا جو مقدمات مخیلہ اور قضایا کاذبہ سے مرکب ہوتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ ان دونوں تاویلوں سے ہمارے استدلال پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ شعر سے خواہ ملکہ شاعری مراد ہو یا شعر منطقی دونوں چیزیں ماکان و مایکون میں داخل ہیں اور جب ان میں سے کسی ایک کی نفی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو گئی تو جمیع ماکان و مایکون کا دعوےٰ باطل ہو گیا اور فریق مخالف کی کل ٹوٹ گئی ہے۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

مولوی حشمت علی صاحب وغیرہ نے بہت چہک کر یہ دعوےٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شعر کہنا ثابت ہے۔ آپ نے غزوۂ حنین میں فرمایا تھا ؎

انا النبی لا کذب ۔۔۔ انا ابن عبد المطلب

اور اسی طرح آتا ہے کہ آپ نے فرمایا ؎

ھل انت الا اصبع دمیت ۔۔۔ وفی سبیل اللہ ما لقیت ۔۔۔ وغیرہ

**الجواب** آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ مقفّیٰ کلمات جو صادر ہوئے ہیں، یہ شعر نہیں بلکہ رجز ہیں اور قرآن کریم میں نفی شعر و شاعری کی ہے۔ چنانچہ امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ:

| | |
|---|---|
| واختلف اهل العروض والادب فی الرجز | اہل عروض اور ادب کا رجز کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ شعر ہے |
| هل هو شعر ام لا؟ واتفقوا على ان الشعر | یا نہیں؟ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ شعر اس وقت تک |
| لا يكون شعرا الا بالقصد اما اذا جرى كلام | شعر نہیں کہلاتا جب تک اس میں قصد اور ارادہ نہ ہو۔ |
| موزون بغير قصد فلا يكون شعرا وعليه | اگر کسی وقت بغیر قصد کے کوئی کلام موزون زبان پر جاری ہو |

يحمل ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم من ذالك لان الشعر حرام عليه صلى الله عليه وسلم (نووی ج۲ ص[illegible])

گیا تو وہ شعر نہیں ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو ثابت ہے اس کا یہی محمل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شعر کہنا حرام ہے۔

لیجئے مولوی حشمت علی خان صاحب اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور امام نووی اس کی صراحت۔ بات کس کی قابل قبول ہوگی؟ اور دلائل کس کا ساتھ دیتے ہیں ؎

دیکھئے جب ساقی نے تقدیر بھی
بادہ پر اپنی جنت کو بہم لائے تو ہیں

اور دوسرے مقام پر امام نوویؒ لکھتے ہیں جس کا مفہوم اور خلاصہ ہماری عبارت میں یوں ہے کہ شعر وہ ہے جس میں قصد اور ارادہ کارفرما ہو اور انسان اس کو موزون پیش کرے اور قافیہ بندی کا پورا خیال رکھے۔ عام لوگوں کی زبان پر موزون الفاظ جاری ہو جاتے ہیں لیکن نہ ان کو شعر کہا جاتا ہے اور نہ بولنے والے کو شاعر۔ ایک قوم کا جن میں خلیلؒ (المتوفی سنہ [illegible]ھ) کے بعد فن عروض کا امام علامہ اخفشؒ (المتوفی سنہ [illegible]ھ) بھی شامل ہے، یہ خیال ہے کہ مشطور رجز اور منہوک (فن عروض کی اصطلاحیں ہیں) شعر نہیں ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔ اور نیز فرمایا۔ ھل انت الا اصبع دمیت۔ وفی سبیل اللہ ما لقیت اور نیز فرمایا۔ انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب وغیرہ۔ ابن قطاعؒ اپنی کتاب الشافی فی علم القوافی ص[illegible] میں کہتے ہیں کہ اخفشؒ وغیرہ کا مسلک [illegible] ہے کیونکہ شاعر کے لئے چند شرطیں ہیں مثلاً یہ کہ وہ کلام موزون قافیہ بندی کے طور پر اس فن سے واقف ہوتے ہوئے قصداً اور ارادۃً پیش کرے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو کلام شعر نہیں ہوگا۔ اور قائل شاعر نہیں کہلائے گا کیونکہ اگر کوئی شخص صرف عرب کے طریقے کے مطابق موزون کلام کہے، بغیر قصد کے یا کہے ارادتاً مگر قافیہ بندی نہ ہو تو نہ یہ شعر ہوگا اور نہ قائل شاعر ہوگا۔ باجماع العلماء والشعراء تمام علماء اور شعراء کا اس پر اتفاق ہے (نووی ج۲ ص[illegible] و ص[illegible])

امام نوویؒ وغیرہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ فن عروض کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ عروض کی درسی کتاب محیط الدائرہ ص۱ میں شعر کی یہ تعریف کی ہے کہ:-

"الشعر کلام یقصد به الوزن والتقفیة ؛ شعر وہ کلام ہے جس میں وزن اور قافیہ بندی کا قصد کیا گیا

لعدم یا لوزن البتة ۔ ہو جاتی ہے جیسا لاکھ ان کو شعر کا شعور تک نہیں ہوتا ورنہ ان

(ارشاد الشافی علی متن الکافی صفحہ ۱) کی زبان سے کلام موزوں نکلے جیسا وہ بھی شعر نہ ہوگا۔

ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نہ تو قرآن کریم کی کسی آیت پر شعر کا اطلاق صحیح ہے اور نہ مرکبات نبویہ (علی صاحبہا الف الف تحیة) پر۔ پہلے تو موزوں اور شعر میں فرق ہے پھر محض اتفاقی طور پر علم عروض کے کسی وزن پر کسی کلام کے مطابق ہونے سے شعر نہیں کہلاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ رہی امام بیہقی کی وہ روایت جس میں یہ آتا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا آپ نے ساری زندگی میں صرف ایک شعر بنایا تھا تفاءل بما تهوى الخ تو حافظ ابن کثیر نے اپنے استاد محترم جمال الحفاظ فی حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامہ الحافظ ابو الحجاج المزی الشافعی (المتوفی سنہ ۷۴۲ھ) سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس میں روایت مجہول ہیں (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۸۹) لہٰذا منکر اور غیر ثابت روایت سے نص قطعی کا کیا مقابلہ؟ اور کیا تقابل؟

الغرض گو کلام موزوں قسم کے اشعار حکمت اور دانائی سے مملو ہوتے ہیں مگر معنوی لحاظ سے اشعار میں بہت سی قباحتیں بھی ہیں، علامہ ابن خلدون نے علامہ ابو رشیق (المتوفی سنہ ۴۶۳ھ) سے کیا خوب نقل کیا ہے جس میں فن شاعری کا اجمالی خاکہ سامنے آ جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ؎

لعن اللہ صنعة الشعر ماذا ... من صنوف الجهال منه لقينا

اللہ تعالیٰ صناعت شعر پر لعنت کرے اس کی وجہ سے ہم کیسے کیسے جاہلوں سے ملتے رہتے ہیں

یؤثرون الغریب منه علی ما ... کان سهلا للسامعین مبینا

شاعر غریب الفاظ کو ایسے سلیس الفاظ پر ترجیح دیتے ہیں جو سامعین کے سامنے واضح ہوتے ہیں

ویرون المحال معنی صحیحا ... وخسیس الکلام شیئا ثمینا

اور محال کو ایک صحیح معنی سمجھتے ہیں۔ اور گھٹیا قسم کے کلام کو قیمتی سمجھتے ہیں (مقدمہ ابن خلدون ص ۵۸۳)

## مفتی احمد یار خان صاحب کی رائے

یہ بالکل نامناسب ہوگا کہ آپ کے کان مفتی احمد یار خان صاحب کی رائے سے نا آشنا ہیں۔ چلتے چلتے وہ بھی سن لیجئے۔ وہ آیت وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ مفسرین نے اس آیت کے تین مطلب بتلاتے ہیں۔

اولاً یہ کہ علم کے چند معنی ہیں جاننا، ملکہ (مشق تجربہ وغیرہ) اس جگہ علم کے دوسرے معنی مراد ہیں یعنی ہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا نہ یہ کہ ان کو اچھا برا صحیح غلط شعر پہچاننے کا شعور نہ دیا۔

دوسرے یہ کہ شعر کے دو معنی ہیں ایک تو وزن و قافیہ والا کلام (غزل) اور دوسرے جھوٹی اور وہمی و خیالی باتیں چاہے نظم ہوں یا نثر اس آیت میں دوسرے معنی ہی مراد ہیں یعنی ہم نے ان کو جھوٹی اور وہمی باتیں نہ سکھائیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔

تیسرے یہ کہ شعر سے مراد اس جگہ اجمالی کلام ہے یعنی ہم نے ان کو ہر چیز کی تفصیل بتائی ہے نہ کہ محض اجمالی باتیں، "وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" (بلفظہ جاء الحق ص ۱۸۱)

**الجواب** مفتی صاحب ہی از راہ دیانت یہ فرمائیں کہ کیا شعر گوئی کا ملکہ، جھوٹی اور وہمی و خیالی باتیں اور سچے وغیرہ سب کلام ماکان وما یکون میں داخل نہیں ہیں؟ مفتی صاحب معاف فرمائیں تعلّی سے حقیقت کبھی نہیں بدلتی، شعر سے کچھ ہی مراد لیں اتنا تو ماننا ہی پڑے گا کہ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ کے مطابق اس دنیا میں کوئی چیز ایسی ضرور تھی۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا نہیں فرمایا تھا کیونکہ یہ آپ کی شان کے لائق ہی نہ تھا اور اس کے نہ جاننے سے ہرگز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص اور توہین نہیں ہوتی اور اسی کا دوسرے اہل بدعت کو بھی اور مفتی احمد یار خان صاحب کو خصوصاً اقرار ہے ؎

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

رہا یہ کہ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ سے کس کس چیز کی تفصیل مراد ہے؟ تو اس کی مبسوط بحث اپنے مقام پر عرض کی جائے گی، انشاء اللہ العزیز۔

**دوسری آیت** اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ — اور البتہ بھیجے ہم نے آپ سے پہلے بہت رسول بعض ان
مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ — میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ کو سنائے اور بعض کے

نقصص علیک (پ ۲۴ المؤمن ع ۸) | اور ان کو ہم نے آپ کو نہیں بتلایا۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (پ ۶ النساء ع ۲۳)

اور کتنے ہی رسول ہم نے بھیجے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو اس سے قبل بتا دیئے ہیں اور ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتلائے۔

پہلی آیت مکی سورت کی ہے اور دوسری مدنی سورت کی جس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات بتلائے ہیں اور بعض کے حالات کا علم عطا ہی نہیں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال کا علم آپ کو عطا نہیں کیا تو وہ اور کہاں سے عطا ہوگا؟ اور اس کے بعد کسی صحیح نقلی یا عقلی دلیل سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ آپ کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات بتلائے گئے ہوں۔ صرف عقلی ڈھکوسلے سے نصوص قطعیہ کا انکار کر کے جواب نہیں ہو سکتا۔ من ادّعٰی فعلیہ البیان بالبرہان، و دونہ بابہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو بالاتفاق ۷ھ میں غزوہ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے ہیں روایت کرتے ہیں کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ادری تُبَّعٌ أنبیا کان ام لا وما ادری ذا القرنین انبیا کان ام لا وما ادری الحدود کفارات لاھلھا ام لا۔ (مستدرک ج ۱ ص ۱۴ وقال الحاکم والذہبی علی شرطہما)

کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا نہیں اور میں نہیں جانتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں اور میں نہیں جانتا کہ دنیا میں مجرموں پر جو تعزیریں اور حدود قائم کئے جاتے ہیں وہ ان کے لئے کفارہ ہو جاتی ہیں یا نہیں۔

تبع اور ذوالقرنین دونوں کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ دونوں نبی تھے یا نہیں؟ تفصیلاً لکل شیءٍ اور تبیاناً لکل شیءٍ وغیرہ آیات سے علم غیب پر استدلال کرنے والوں سے دریافت کیجئے کہ تبع اور ذوالقرنین کی زندگی کے پورے اور مفصل حالات (اور جتنے قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں وہ مجمل تراجم نہیں ہیں) ان کی نفس نبوت اور رسالت کا علم بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ تھا اور پھر آپ نے کس صفائی سے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ بھی علم نہیں ہے کہ دنیا میں جو جرائم پیشہ لوگوں کو سزا ملتی

جلد الحق صفحہ ۹۵ میں لکھتے ہیں۔ والفاظہ، اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چند توجیہیں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ یہی بیان تمام انبیاء کے حالات کا علم دینے کی نفی نہیں بلکہ قرآن کریم میں صراحۃً ذکر کی نفی ہے یعنی بعض انبیاء کے واقعات صراحۃً بیان نہ فرمائے۔ دوسرے یہ کہ ذکر تفصیلی کی نفی ہے اور اجمالی ذکر سب کا فرمایا گیا۔ تیسرے یہ کہ وحی ظاہر میں سب کا بیان نہ ہوا وحی خفی میں سب کا ذکر فرمایا گیا۔ تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے (عربی عبارت ہم نے اختصاراً ترک کر دی ہے۔ صفدر) حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ تمام انبیاء کو تفصیلاً جان لیا کیونکہ وہ سب پیغمبر آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے لیکن بعض قرآن اور ان پیغمبروں کے قصے چھوڑ دیئے اس وقت سے کہ ان پر رحمت فرما رہے ہیں ان کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۹ میں ہے (عربی عبارت ہم نے اختصاراً ترک کر دی ہے۔ صفدر) یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں۔ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ کیونکہ نفی تو صرف تفصیل کی ہے اور ثبوت علم اجمالی کا ہے یا نفی وحی ظاہر یعنی قرآن کی ہے اور ثبوت وحی خفی (حدیث) کا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ۔ اور سب کچھ ہم آپ کو رسولوں کی خبریں بتاتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں (انتہی بلفظہ جاء الحق صفحہ ۹۵) اور مولوی محمد عمر صاحب فرماتے ہیں۔ وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ الخ اے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر تمام رسولوں کی تھوڑی تھوڑی خبریں بیان کی ہیں تاکہ کلام مکمل ہو جائے۔ اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ منکرین کا منہ کھلے طور سے بند کر دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انبیاء کے علم کے متعلق معترض ہوں گے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے تفصیل کو جمع بیان فرمایا اور اسی جمع بیان کو نقل کیا جو قاعدہ کلیہ کا درجہ ہے۔ پھر تمام شکوں کا رفع کرنے کے واسطے لفظ کل کو ذکر فرمایا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کل رسولوں کا علم عطا فرمایا ہے جو مخالف اس سے یہ اعتراض کرتے ہیں جو اپنا کم علمی کا ثبوت دیتے ہو سکتے ہیں کہ من انباء الرسل میں من تبعیضیہ ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ علمائے کرام نے کہا ہے کہ من تبعیضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے انباء الرسل پر۔ رسل کا تعلق کل کے ساتھ ہے یعنی کل رسولوں کے تھوڑے تھوڑے واقعات آپ پر بیان کیے گئے ہیں (بلفظہ مقیاس حنفیت صفحہ ۲۲۶)

پھر مستدرک ج ۲ ص ۵۹۷ کے حوالہ سے حضرت ابوذرؓ کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں (عربی عبارت
ہم نے اختصاراً نقل نہیں کی۔ مختصر یہ) یا رسول اللہ تمام انبیاء کتنے ہیں آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار
انبیاء ہیں میں نے عرض کی کہ ان سے رسول کتنے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا تین سو تیرہ۔ اس حدیث میں اس
امر کی صاف دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا بالتفصیل علم ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ آپ کو انبیاء
اللہ کا علم نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء اللہ کی تفصیل تو بجائے خود جھوٹے نبیوں کی تعداد بھی فرما
دی کیا تم اس حدیث کو بھول گئے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تیس دجال ہوں گے جو نبی
ہونے کا دعوے کریں گے۔ کیا تم نے یہ حدیث مرزائیوں کے مقابلہ میں پڑھنے کے واسطے ہی رکھی ہے اپنے
عقیدے کو درست کرنے کے واسطے کیا یہ حدیث کافی نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک تمام
مستقبل ہونے انبیاء کی بھی غیبی اطلاع فرما دی کیا یہ بغیر علم غیب کے فرمان صحیح ہو سکتا ہے۔ الخ

(ملخصاً مقیاس ص ۲۱۹)

**الجواب** فریق مخالف کے اس بیان میں جو امور قابل جواب اور قابل توجہ ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) کہ آیت وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ سے
ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم عطا کر
دیا گیا تھا۔

(۲) حضرت ابوذرؓ (مستدرک ص ۵۹۷) کی روایت سے معلوم ہوا کہ کل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے۔ جب آپ نے تعداد بتادی تو یہ کیسے صحیح ہوا کہ آپ کو ان کا علم نہ تھا

(۳) آپ نے سچے نبیوں کے علاوہ قیامت تک آنے والے جھوٹے نبیوں کی اطلاع بھی دے دی ہے کہ
وہ تیس کی تعداد میں ہوں گے تو پھر یہ کیسے درست ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم نہ تھا۔

(۴) حضرت ملا علی القاریؒ کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اجمالی علم تھا یا حدیث کے ذریعہ
سے یہ علم عطا کر دیا گیا تھا۔ پھر کیسے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ کو ان حضرات کا اور ان کے حالات کا علم نہ تھا۔

(۵) بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں
لے گئے جب تک کہ آپ کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم نہیں عطا کر دیا گیا اور
ان کا علم کیسے نہ ہو جب کہ سب پیغمبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں تو پھر اپنی اولاد کا

علم کیوں نہ ہو؟

ہم اسی ترتیب کے ساتھ ایک ایک چیز کا جواب عرض کرتے ہیں! غور فرمائیں :-

(۱) آیت وَكُلًّا نَّقُصُّ سے یہ ثابت کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل رسولوں کے حالات بتائے گئے تھے قطعاً اور سراسر باطل اور قلت تدبر یا جہالت کا بہترین مظاہرہ ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ یہ آیت سورۂ ہود کی ہے جو مکی ہے اور رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ سورۂ نسا کی آیت ہے جو اس کے بعد مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ اگر پہلی آیت کا یہ مطلب ہو کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام رسولوں کے حالات بتا دیے ہیں تو اس کے بعد مدینہ طیبہ میں یہ آیت کیوں نازل ہوئی کہ کئی رسول ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے؟ کیا اللہ تعالیٰ کو اپنا پہلا ارشاد یاد نہ رہا تھا کہ میں نے تو سب رسولوں کے حالات اپنے محبوب کو بتا دیے ہیں پھر کیوں یہ فرمایا ہوں کہ بعض رسولوں کے حالات آپ کو نہیں بتائے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا خدا کے کلام اور قرآن کریم میں بھی تعارض اور تضاد کا احتمال ہے؟ حاشا وکلا الیہ مطلب خالص ایجاد بندہ اور تحریف قرآن ہے۔

ثانیاً لفظ کل کا تعلق الرسل سے نہیں اور نہ لفظ کل الرسل کے لفظ پر داخل ہوا ہے، جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے اور دوسروں کی بجائے خود کم علمی اور جہالت کا رونا روتے ہیں ان کو خود اپنی جہالت کا ماتم کرنا چاہیے تھا اور یہ کہنا چاہیے تھا کہ ؎

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

چند حوالجات ہم معتبر اہل سنت حضرات مفسرین کرام کے عرض کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں :-

علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی سنہ ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ :-

وَكُلًّا نصب بنقص وتنوينه عوض عن المضاف اليه اي كل ما يحتاج اليه نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ ما بدل من كلا مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ نطمئن به قلبك (جلالین ص[illegible])

لفظ کل کو نصب نقص نے دی ہے اور لفظ کل میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ یعنی ہر وہ خبر جس کی حاجت پڑتی ہے ہم پیغمبروں کی خبروں میں سے آپ کو بتاتے ہیں اور نقص ما کلا سے بدل ہے یعنی جس سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں۔

اور علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ :-

معناه وكل الذي يحتاج اليه من انباء الرسل اي من اخبارهم ومن اخبار اممهم نقص عليك (معالم التنزيل برحاشیہ خازن ج ۳ ص ۲۰۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر ہم آپ کے بیان کرتے ہیں جس کی حاجت اور ضرورت ہو۔

اور علامہ زمخشری محمود بن عمرؒ (المتوفی ۵۳۸ھ) لکھتے ہیں :۔

وكلا التنوين فيه عوض من المضاف اليه كانه قيل وكل نبأ نقص عليك ومن انباء الرسل بيان لكل وما نثبت به فؤادك بدل من كلا (کشاف ج ۲ ص ۲۹۰)

کہ کلا میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور وہ لفظ نبأ ہے اور من انباء الرسل، کل کا بیان ہے اور ما نثبت به فؤادك، کلا سے بدل ہے۔

نوٹ :۔ ہم نے اس کتاب میں مسئلہ علم غیب کے سلسلہ میں علامہ زمخشری سے ان کے معتزلی العقیدہ ہونے کی وجہ سے کوئی استدلال نہیں کیا بلکہ صرف امام عربیت ہونے کی وجہ سے حل عبارت میں استعمال کیا ہے اور ان کے امام عربیت ہونے کا کوئی منکر نہیں ہے۔

اور علامہ آلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ :۔

وكلا اي وكل نبأ فالتنوين للتعويض عن المضاف اليه المحذوف ونصبه على انه مفعول به لقوله نقص عليك اي نخبرك وقوله من انباء الرسل صفة لذلك المحذوف لا لكلا لانها لا توصف في الفصيح كما في ايضاح المفصل ومن تبعيضية و قيل بيانية وقوله ما نثبت به فؤادك قيل عطف بيان لكلا بناء على عدم اشتراط توافق البيان والمبين تعريفا وتنكيرا و المعنى هو ما نثبت به الخ

(روح المعانی ج ۱۲ ص ۱۶۰)

کلا میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور وہ لفظ نبأ ہے اور کلا کا نصب اس بنا پر ہے کہ وہ نقص کا مفعول بہ ہے یعنی ہم آپ کو خبر دیتے ہیں۔ اور من انباء الرسل اس محذوف کی صفت ہے کلا کی صفت نہیں ہے کیونکہ ایضاح شرح مفصل میں لکھا ہے کہ فصیح استعمال یہ ہے کہ کلا کی صفت نہیں واقع ہوتی اور من تبعیضیہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیانیہ ہے اور ما نثبت به فؤادك کہا گیا ہے کہ عطف بیان ہے جس جگہ بیان اور مبین میں تعریف و تنکیر کی موافقت شرط نہیں ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ ہر وہ خبر ہم آپ کو سناتے ہیں جس سے آپ کے دل کو تسکین دیں۔

اور اس آیت کی مزید تفسیر کے لیے جامع البیان ص ۰۰ و کمالین ص ۴۰۱ اور مدارک ج ۴ ص ۷۸ اور ابن کثیر ج ۴ ص ۸۵ اور بیضاوی ج ۲ ص ۲۲۹ وغیرہ کی طرف مراجعت کریں۔ ہمارا مقصد حوالوں کا استیعاب نہیں ہے بلکہ صرف احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے بطور نمونہ چند ضروری حوالے عرض کرنے ہیں جو کر دیے گئے ہیں۔

اس لحاظ سے نقص علیک کا تعلق الرسل سے ہے اور مزید اس پر واضح ہے، معنی یہ ہیں کہ ہم پیغمبروں اور رسولوں کی خبروں میں سے ہر وہ خبر آپ کو بتاتے ہیں جس سے آپ کے دل کو ہم مطمئن کر دیں، نہ کہ اس میں سب رسولوں کے حالات کا علم ہے اور نہ ان کی خبروں کا۔

ثالثاً حضرت ابوہریرہؓ کی صحیح روایت میں پہلے گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں ہے کہ تبع اور ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں؟ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حبشہ کے ایک نبی کا قصہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیان نہیں کیا۔ جب ان کی نفس نبوت اور رسالت کا علم ہی نہیں تو ان کے حالات کا علم کہاں سے اور کیسے حاصل ہوگا؟ علاوہ بریں مولوی محمد عمر صاحب کا یہ کہنا کہ کل رسولوں کے تھوڑے تھوڑے واقعات آپ پر بیان کیے گئے ہیں۔ نحو اور گرامر کے لحاظ سے سراسر باطل ہونے کے علاوہ ان کے مدعی کے خلاف جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی صاحب علم اور فہم پر مخفی نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں جمیع ماکان وما یکون کے علم کی صریح نفی لازم آتی ہے ؎

خوش نوایانِ چمن کو غیب سے مژدہ ہے
دام میں صیاد جنہیں مبتلا ہونے کو ہے

(۲) رہی حضرت ابوذرؓ وغیرہ کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کل تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار تھی تو حضرات محدثین کرام کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابو محمد عبدالقادر القرشی الحنفیؒ (المتوفی ۷۷۵ھ) لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (الجواہر ج ۱ ص ۲۶۸)

اور حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ابو حاتم بن حبانؒ (المتوفی ۳۵۴ھ) اس کی تصحیح کی طرف مائل ہیں (ملاحظہ ہو موارد الظمآن ص ۵۲ و ص ۵۳) مگر:

خالفه ابو الفرج ابن الجوزي فذكر هذا الحديث في كتابه الموضوعات واتهم به ابراهيم بن هشام

حافظ ابو الفرج بن الجوزیؒ (المتوفی ۵۹۷ھ) نے اس حدیث کو اپنی موضوعات کی کتاب میں درج کیا ہے اور

الصفات وعدد الملائكة والكتب والانبياء وارباب الرسالة من الاصفياء (شرح فقه اکبر طبع کانپور)

لانے اللہ تعالیٰ پر، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان تو ضروری ہے مگر فرشتوں کی تعداد انبیاء اور [illegible] ہونے والوں کی گنتی کو تفصیلاً جاننا ضروری نہیں ہے اور

یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات مثلاً علم، سمع، بصر اور قدرت وارادہ وغیرہ متعدد ہیں لیکن ان میں حضرات اشاعرہ اور ماتریدیہ کا لفظی اور فرعی اختلاف ہے کہ یہ صفات کتنی ہیں؟ مگر ایمان کے صحیح ہونے کے لیے اس کی تفصیل ضروری نہیں ہے۔

اور دوسرے مقام پر حضرت ملا علی ن القاری یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

فيجب الايمان بجميعهم من غير تعيين لعددهم وان كان ورد في مسند احمد ان [illegible] مائة الف واربعة وعشرون الف نبي (شرح فقه اکبر للشیخ علی بن سلطان القاری الحنفی ص [illegible])

ان تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بلا ان کی تعداد کی تعیین کے ایمان لانا ضروری ہے اگرچہ مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اگرچہ یہ روایت صحیح نہیں (مستند)

یہی وجہ ہے کہ آج تک محتاط مسلمان جب بھی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار یا کم و بیش جتنے نبی اور رسول اللہ تعالیٰ نے مبعوث کئے ہمارا ان پر ایمان ہے اور ہم صرف اسی حد تک کے مکلف ہیں۔ اس تحقیق کو پیش نظر رکھئے اور مولوی محمد عمر صاحب کا یہ بیان بھی ملاحظہ کیجئے کہ: "اس حدیث میں اس امر کی صاف دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا بالتفصیل علم ہے" دیکھی کیسی کھلی جہالت اور باب عقائد سے ناواقفی ہے، اور دوسروں کو عقائد کی درستگی کا درس دے رہے ہیں کیا خوب؟ ؎

نکلو شوق کی کوتاہ بینی کو کیا کہا جائے
کہ ابھی جبین پہ ہیں کے [illegible] نہیں دیکھے

(۴) مولوی محمد عمر صاحب کا ثلاثون کذابون دجالون کی حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے تمام مستقبل جھوٹے انبیاء کی بھی عینی اطلاع فرمادی۔ نری جہالت اور خالص ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ قیامت تک جتنے جھوٹے نبی پیدا ہوں گے ان کی تعداد صرف تیس ۳۰ ہوگی۔ بلکہ آپ کے مبالغہ کے صیغوں

سے کذابوں اور دجالوں یعنی بڑے بڑے جھوٹوں اور بڑے بڑے دجالوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جن کا فتنہ امت کے لیے نہایت خطرناک ہوگا جیسے غلام احمد قادیانی وغیرہ ان کی تعداد تیس ہوگی (بلکہ بعض روایتوں میں تیس کے قریب کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴ مسلم ج ۲ ص ۳۹۷) یہ نہیں کہ سب جھوٹے نبیوں کی تعداد ہی صرف تیس ہوگی۔ مولوی محمد عمر صاحب کو کم از کم [illegible] مولانا ابوالقاسم محمد رفیق صاحبؒ کا مطالعہ ہی کر لینا چاہیے تھا جس میں تاریخی طور پر سیکڑوں جھوٹے نبیوں کا بحوالہ تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ مولوی محمد عمر صاحب کی آنکھیں کھل جاتیں۔

ہم نے یہ روایت صرف مرزائیوں کے مقابلے کے لیے ہی یاد نہیں کی بلکہ مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کے مقابلہ میں بھی یاد کی ہوئی ہے جیسا کہ ان کی آنکھیں کھل چکی ہوں گی۔ حق کو تسلیم نہ کرنا مولوی محمد عمر صاحب کا کمال ہے۔ ؎

آپ تا صبح ان کو سمجھاتے تو ہیں
مجھ سے لیکن وہ باز آتے نہیں

(۴) رہا حضرت ملا علی ن القاری رہ کا اجمال اور تفصیل یا وحی جلی اور خفی وغیرہ سے آیت اور حدیث کے درمیان تطبیق دینے کی سعی کرنا تو ان کی سابقہ شرح فقہ اکبر اور ضوء المعانی کی عبارت کے بعد اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم اس کے حل کی طرف بھی ہم اشارہ کئے دیتے ہیں تاکہ کسی کو وہم اور کوتاہ فکر کو مغالطہ دینے کا موقع نہ ملے۔

حضرت ملا علی قاری رہ نے جو پہلا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت میں جو نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تفصیل یا ان کے تفصیلی حالات ہم نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتائے اور حدیث میں بعض مرتبہ صرف اتنا آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی تعداد کا اجمالی علم تھا کہ وہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار ہیں اور رسول ان میں تین سو تیرہ ہیں اور ان دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ جو چیز ثابت ہے وہ اور ہے اور جس کی نفی ہے وہ اور ہے۔ چنانچہ خود حضرت ملا علی ن القاری رہ نے اس اشکال کو یوں حل فرمایا ہے کہ:-

ورد فی مسند احمد انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام      مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

سئل عن عدد الانبیاء فقال مائة الف واربعة وعشرون الفا الرسل منهم ثلاث مائة وثلاثة عشر اولهم آدم علیه السلام وآخرهم محمد صلی الله علیه وآله وسلم وصدقه فی قوله تعالیٰ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ فان ثبوت الاجمال لا ینافی تفصیل الاحوال ۔

(شرح فقہ اکبر ص)

مطلب یہ ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گنتی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جن میں سے تین سو تیرہ رسول تھے اول حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آخری حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور یہ حدیث اس آیت کے منافی نہیں ہے کہ بعض تو ہم نے آپ سے پہلے ان میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو بتلائے ہیں اور بعض کے نہیں بتلائے کیونکہ اجمالی طور پر ثبوت احوال کی تفصیل کے منافی نہیں ہے۔

الغرض اس اشکال کا دوسرا جواب اول تو یہ دیا ہے کہ لَمْ نَقْصُصْ کی نفی کو وحی جلی سے مقید کیا جائے یعنی ان کے تفصیلی حالات اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں نہیں بتلائے۔ اور جس حدیث میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صرف عدد کا ثبوت آتا ہے اس کو وحی خفی یعنی حدیث سے ثابت تسلیم کیا جائے گا تو یہ بیک کے نہ چلے گی۔ اس سے مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کا ان کے تفصیلی حالات کے علم پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے جبکہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں ہے

شعر کریں مت کما بیٹھے چلو سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

(۵) اب رہی صاوی شریف کی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ آپ کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم نہ دے دیا گیا حتیٰ کہ ان کا حال بھی جو جب کہ سب کے سب پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیدا ہوئے ہیں تو آپ کو علم کیوں نہ ہو۔ تو اس کا مختصر اور اصولی جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی نص قطعی اور احادیث متواترہ اور اجماع امت کے مقابلہ میں صاوی شریف اور جلالین شریف وغیرہ کی بلا ثبوت کی قطعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہم ایسی غیر مستند اور غیر معتبر بلکہ مردود تفسیروں کو ہرگز ہرگز ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کیا مفتی احمد یار خان صاحب کو اپنا لکھا ہوا مطالبہ جو دوسروں سے وہ کرتے ہیں بھول گیا ہے کہ ۔۔۔ وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں

اور حدیث ہو، تو متواتر ہو (بلفظ دیگر یہ دعویٰ مسلک) مسائل کی قطعی الدلالت آیت یا حدیث متواتر کا طالب ہے مفتی صاحب یہ کیا قیامت ہے کہ دعوے کرنے کے وقت تو گاؤ زبان مگر ثبوت پیش کرتے وقت ربتہ خلی۔ وہ کونسی نص قرآنی قطعی الدلالت یا حدیث متواتر بلکہ صحیح حدیث ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم عطا کیا گیا اور پھر حیلے آپ کا استدلال ہوا؟ فریق مخالف کے تمام پیروں، مقتدیوں اور مطلولوں کو تا قیامت اعلان ہے کہ ایسی ایک ہی قطعی الدلالت آیت یا متواتر بلکہ ایک ہی صحیح اور صریح حدیث پیش کر دے۔ کیا ہے کوئی مرد میدان!

فہل من مبارز؟ دیدہ باید!

فریق مخالف گوش ہوش سے سن لے کہ عرائس البیان، جمل اور صاوی وغیرہ سے اپنے ذوق اور بہا ظلیا کی تسکین کر شوق سے پوری کیجئے مگر اہل حق کے مقابلہ میں ایسی غیر معتبر اور غیر مستند تفسیریں پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں بلکہ ان کی ایسی تفسیروں کا جو نصوص قطعیہ، احادیث صحیحہ اور اجماع کے مقابلہ میں ہوں بقول علامہ اقبال مرحوم فقط یہ ہے کہ

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم کی دو آیتوں سے یہ بات صراحت اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم شعر اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات کا علم عطا نہیں کیا اور عطائی کا غیر معصوم ارادہ کے تحت خود ساختہ جھگڑا ختم ہوا۔

اب آپ چند حدیثیں بھی ملاحظہ کرلیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا

اوتیت مفاتیح کل شیءٍ الا الخمس ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام الى قوله خبير۔

مجھے ہر چیز کی چابیاں عطا کی گئی ہیں مگر پانچ چیزوں کی عطا نہیں کی گئیں، اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور بارش نازل کرنے کا اور رحم کا علم آخیر تک (جوہرہ)

---

لہ حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت میں ہے: أوتي نبيكم مفاتيح الغيب الا الخمس (مسند احمد ...)

باب الدنی (روح المعانی ج ۲۱ ص ۹۰) — تو رسول کو بطریق اولیٰ نہیں عطا کیا گیا ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی رحمہ نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ربعی بن حراش کی بیان کردہ حدیثیں یہاں پر نقل کی ہیں۔

اور حضرت امام بخاری رحمہ (المتوفی ۲۵۶ھ) کی روایت میں یوں آتا ہے کہ:

لقد علم اللہ خیرا وان من العلم ما لا یعلمه الا اللہ (الحدیث) — بے شک اللہ تعالیٰ نے خیر کی تعلیم دی ہے، لیکن ایسا علم بھی ہے جس کو علاوہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں۔

(ادب المفرد ص ۱۹۵) — (جیسا کہ سورۂ لقمان کی آخری آیت میں ہے)

ان دونوں صحیح حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ذات حق جل مجدہ اللہ فرمایا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات واضح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے علوم کی تعلیم عطا کی ہے مگر بعض علم ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا، یا تاکید کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کا علم دیا ہی نہیں۔ لیجئے مفتی احمد یار خان صاحب کی منہ مانگی مراد پوری ہو گئی کہ اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو یا حضور علیہ السلام فرما دیں کہ مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا (ملخصاً جاء الحق ص ۸۶) قرآن کریم کی آیتوں سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ اس علم کے عطا کی نفی کی ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا ہے۔

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ حبشہ کے ملک میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث فرمایا لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لم نقصص علیک (ان کا قصہ نہیں بیان کیا گیا) اور حضرت علیؓ سے یہ بھی مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ:

لم یعم عن نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم الا الخمس من سرائر الغیب هذه الآیة فی آخر لقمان الی آخر الآیة (درمنثور ج ۵ ص ۱۶۹) — تمہارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اسرار غیب میں سے پانچ چیزیں مخفی رکھی گئی ہیں جو سورۂ لقمان کی اس آخری آیت میں مذکور ہیں۔

اور رئیس المفسرین علی الاطلاق حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (المتوفی ۳۲ھ) فرماتے ہیں:

اوتی نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح الغیب — کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کے خزانے

ما کان فی القرآن وما ادراک فقد اعلمہ وما قال وما یدریک فانہ لم یعلمہ
(بخاری ج ۲ ص ۲۷۰)

قرآن کریم میں جس جگہ وَمَا اَدْرَاکَ آیا ہے سو اس کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دیا ہے اور جس جگہ وَمَا یُدْرِیْکَ آیا ہے اس کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا۔

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح (المتوفی ۵۶۱ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

فکل ما فی القرآن وما ادراک فقد اعلمہ اللہ ایاہ وما فیہ وما یدریک فلم یخبرہ ولم یعلمہ علیہ کقولہ عزوجل وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا وَ ما تبین لہ وقتہا۔
(غنیۃ الطالبین ص ۵۵۵ طبع لاہور مع اردو ترجمہ)

ہر وہ چیز جو قرآن میں وَمَا اَدْرَاکَ کے لفظ سے آئی ہے تو بے شک اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دیا ہے اور جو چیز قرآن میں وَمَا یُدْرِیْکَ کے لفظ سے بیان کی گئی ہے اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیا اور نہ اس پر مطلع کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس چیز نے تجھ کو اطلاع دی ہے شاید کہ قیامت قریب ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قیامت کا وقت نہیں بتایا۔

سید الصوفیاء حضرت جنید بغدادی رح (المتوفی ۲۹۷ھ) سے حافظ ابن حجر رح نقل کرتے ہیں کہ:۔

الروح استأثر اللہ بعلمہ فلم یطلع علیہ احدا من خلقہ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۲)

روح کے علم کو حق تعالیٰ نے اپنے واسطے مخصوص کر لیا ہے اور مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی اس پر اس نے مطلع نہیں کیا۔

الشیخ الامام قاسم بن قطلوبغا الحنفی رح (المتوفی ۸۷۹ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

قال عبد اللہ بن بریدۃ ان اللہ تعالیٰ لم یطلع علی الرُّوح ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا
(شرح مسایرہ ج ۲ ص ۸۳ طبع مصر)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روح کی حقیقت پر نہ تو کسی مقرب فرشتہ کو مطلع کیا اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

حضرت قتادہ رح بن دعامہ رح (المتوفی ۱۱۷ھ) قیامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

ولعمری لقد اخفاہا اللہ من الملائکۃ المقربین ومن الانبیاء المرسلین (ابن جریر ج ۱۶ ص ۱۱۱ وابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۳)

مجھے اپنی جان کے مالک کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقت کو ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی مخفی رکھا ہے۔

اور یہی حضرت قتادہ رح فرماتے ہیں کہ:۔

مقرب ولا نبی مرسل (روح المعانی ج ۷ ص ۱۳۷)

اس کی اطلاع کسی فرشتہ مقرب نبی مرسل کو نہیں دی۔

علامہ ابو السعود حنفی رح لکھتے ہیں کہ:

معنی کونه عنده تعالیٰ خاصة انه تعالیٰ قد استأثر به بحیث لم یخبر به احدا من ملک مقرب ولا نبی مرسل (ابو السعود ج ۲ ص ۲۶۶)

علم قیامت کے صرف خدا ہی کے پاس ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس نے اپنے ہی واسطے اس کو خاص کر رکھا ہے ایسے طور پر کہ کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو بھی اس نے اس کی خبر نہیں دی۔

اور علامہ عینی رح حنفی رح (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

لم یطلع علیه احدا (جامع البیان ج ۱ ص ۲۷۲)

اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر کسی کو بھی نہیں دی۔

اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رح وقت قیامت ہی کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

و حق تعالیٰ آنرا کسی را از ملائکہ و رسل اطلاع نداده (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۷)

اس وقت کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو بھی وقت قیامت پر مطلع نہیں کیا۔

اس عبارت سے بھی صاف طور پر یہ آشکارا ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاعی طور پر بھی وقت قیامت کا علم حاصل نہ تھا۔

**نوٹ:** حضرت شیخ عبدالحق صاحب رح کی اس صریح عبارت کے ہوتے ہوئے ان کی اس عبارت سے کہ "بحصول تمام علوم جزئی و کلی و احاطہ آں" (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۹۹) استغراق حقیقی کا مفہوم سمجھنا قطعاً اور یقیناً باطل ہے۔ اس سے صرف استغراق عرفی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام وہ جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے جو حق تعالیٰ کے نزدیک آپ کی شان اقدس کے لائق اور مناسب تھے یا الفاظ دیگر یوں کہئے کہ آپ کو بعثت سے جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔ وہ کلی طور پر علوم کلی کا ثبوت اس سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب حنفی رح (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

إنما علمها عند ربی استأثر بعلمها لا یعلمها الا هو لم یطلع علیه ملکا مقربا ولا نبیا مرسلا۔

قیامت کا علم تو بس میرے رب ہی کے پاس ہے۔ اس نے قیامت کا علم اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اس کو اس کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ اس نے اس کی اطلاع نہ کسی فرشتہ

مفصل بحث اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں ان عبارات سے صرف اس قدر ہے کہ یہ اکابرین امت اور معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام بھی صراحت کے ساتھ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بعض علوم ایسے بھی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیئے جن میں قیامت کا علم بھی ہے۔ صرف چند عبارتیں اور نقل کرکے ہم اس باب کو ختم کرتے ہیں۔

حضرت ملا علی بن القاری تحریر فرماتے ہیں کہ:

انّ للغیب مبادی ولواحق فمبادیہا لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل وامّا اللواحق فہو ما أظہرہ اللہ تعالیٰ علی بعض احبابہ لوحۃ علمہ وخرج بذلک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا وذلک اذا تنورت الروح القدسیۃ وازداد نورہا وإشراقہا بالاعراض عن ظلمۃ عالم الحس وتخلیۃ القلب عن صدا الطبیعۃ والمواظبۃ علی العلم والعمل وفیضان الانوار الالٰہیۃ حتی یقوی النور وینبسط فی فضاء قلبہ فتنعکس فیہ النقوش المرتسمۃ فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات الخ

(مرقات ج ۱ ص [illegible])

جو شئی غیب کے لیے کچھ مبادی ہیں اور کچھ لواحق ہیں۔ غیب کے مبادی پر تو کسی مقرب فرشتہ کو اطلاع دی جاتی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو اور جو لواحق ہیں تو ان پر آپ کے علم کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب بندوں پر ظاہر کرتا ہے اور غیب مطلق کی حد سے خارج ہو کر غیب اضافی کی حد میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ جب ہوتا ہے کہ روح قدسی منور ہو جاتی اور اس کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے اس لیے کہ تو ان عالم کی ظلمت سے اعراض کرتی ہے اور طبیعت کے زنگ سے دل صاف ہو جاتا ہے اور علم وعمل پر مواظبت اور انوار الٰہیہ کے فیضان کی وجہ سے نور قوی ہو کر دل کی فضا میں پھیل جاتا ہے اور دل میں ان نقوش کا عکس پڑتا ہے جو لوح محفوظ میں مرتسم ہوتے ہیں اور مغیبات پر اطلاع ہو جاتی ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کے جو مبادی ہیں مثلاً تقدیر اور قیامت اور دیگر امور خمسہ وغیرہ تو ان پر کسی بھی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کو اطلاع نہیں دی جاتی۔ ہاں جو اس کے لواحق ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب پاک کو اطلاع دے دیتا ہے جن کی علم وعمل کی بدولت عقل اور فیضان انوار الٰہیہ کی بنا پر روحانی ترقی بلند درجہ پر فائز ہوتی ہے مگر وہ غیب مطلق نہیں بلکہ غیب اضافی ہے جو صرف اجمالی ہو یہ بعض جزئیات پر مشتمل ہوتا ہے۔ امور خمسہ کے کلیات اور اسی طرح بے شمار اشیاء یقیناً اس سے مستثنیٰ ہیں اور نہ اوقات لوح محفوظ کا عکس ان کے قلوب پر پڑتا ہے اور وہ غیب خاص پر مطلع

میں ہو چکے ہیں۔

علامہ ابن خلدون اپنی بے نظیر کتاب میں علم تصوف کی فصل میں ریاضت، مجاہدہ، ذکر اور خلوت وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ثم ان هذه المجاهدة والخلوة والذكر يتبعها غالبا كشف حجاب الحس والاطلاع على عوالم من امر الله ليس لصاحب الحس ادراك شيئ منها والروح من تلك العوالم وسبب هذا الكشف ان الروح اذا رجع من الحس الظاهر الى الباطن ضعفت احوال الحس وقويت احوال الروح وغلب سلطانه وتجدد نشؤه واعان على ذالك الذكر فانه كالغذاء لتنمية الروح الى ان قال وهذا الكشف كثيرا ما يعرض لاهل المجاهدة فيدركون من حقائق الوجود مالا يدرك سواهم وكذلك يدركون كثيرا من الواقعات قبل وقوعها۔

(ابن خلدون مقدمہ ص [illegible])

پھر اس مجاہدہ، خلوت اور ذکر کے بعد غالباً ایسا ہوتا ہے کہ حس ظاہری کے حجاب اٹھ جاتے ہیں اور ان کو عالم امر اللہ پر اطلاع ہو جاتی ہے اور صاحب حس کو ان میں سے کسی چیز کا ادراک نہیں ہوتا اور روح بھی عالم امر ہی سے ایک چیز ہے۔ اور اس کشف کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب روح حس ظاہر سے باطن کی طرف رجوع کرتی ہے اور حس کے احوال کمزور ہو جاتے ہیں تو روح کے احوال غالب آجاتے ہیں اور اس کا تسلط ہو جاتا ہے اور اس کی نشو و نما میں تجدد پیدا ہو جاتا ہے اور ذکر اس کا ممد و معاون ہوتا ہے کیونکہ ذکر روح کی نشو و نما کے لیے بمنزلہ غذا کے ہے (پھر فرمایا) اور یہ کشف بالعموم اہل مجاہدہ کو پیش آتا ہے اور وہ حقائق وجود کو ادراک کر لیتے ہیں اور دوسروں کو نصیب نہیں ہوتا اور اسی طرح بہت سے واقعات کو وقوع سے قبل بطور کشف معلوم کر لیتے ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں کہ:۔

واما الكلام في كرامات القوم واخبارهم بالمغيبات وتصرفهم في الكائنات فامر صحيح غير منكر وان مال بعض العلماء الى انكارها فليس ذالك من الحق (ص [illegible] مقدمہ)

یعنی حضرات اولیاء کرام کی کرامات انسان کے غیبات کی اطلاع دینا اور اسی طرح کائنات میں تصرف کرنا ثابت ہے گو بعض علماء انکار کی طرف مائل ہوتے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ صحیح ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

نیز لکھتے ہیں کہ:۔

المتصرفات في العوالم والاكوان بانواع الكرامات (ص ۳۲۶)

عوالم اور اکوان میں ان کے تصرفات مختلف قسم کی کرامات کے تحت ہوتے ہیں۔

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفیؒ کشف وغیرہ کے ضمن پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وكذا يقال في علم بعض المرتاضين من المليين الصوفية والكفرة الجوكية فان كل ما يحصل لهم من ذلك انما هو بطريق الفيض ومراتبه ولعوالمه لا تحصى وان اهل له قد يكون فطريا وقد يكون كسبيا وطرق اكتسابه متشعبة لا تكاد تستقصى (روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۱)

اور اسی طرح ریاضت کرنے والے مسلمان صوفی اور کافر جوگیوں کے علم سے متعلق کہا جائے گا کہ جو کچھ ان کو حاصل ہوتا ہے وہ بطریق فیض حاصل ہوتا ہے جس کے مراتب اور احوال بے شمار ہیں گنتی میں نہیں آتے اور اس کی اہلیت کبھی فطری اور کبھی کسبی ہوتی ہے اور کسب کے طریقے بھی لاتعداد ہیں ممکن نہیں ہے کہ ان کا استقصاء بھی کیا جا سکے۔

اور اسی ریاضت اور مجاہدہ کی وجہ سے بسا اوقات کافر لوگ بھی بعض غیب کی خبریں قبل از وقت دے دیتے ہیں اور اس ریاضت کا تعلق نہ تو تقرب خداوندی سے ہے اور نہ نجات اخروی سے چنانچہ علامہ ابن خلدونؒ یہی لکھتے ہیں کہ:

وخصوص الكهنة لها خاصية الاطلاع على المغيبات بقوى شيطانية (مقدمہ ص ۹۹)

نجومیوں کے نفوس کو بھی غیبیات کی اطلاع دینے میں ایک خاصیت حاصل ہے مگر وہ صرف شیطانی قوتوں کے ساتھ ہے۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

والمراد بالعلم العلم القطعي والعلم الحاصل للاولياء بالالهام وغيره ظني ليس بقطعي (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۱۲)

اور علم سے قطعی علم مراد ہے۔ اور جو علم حضرات اولیاء کرام کو الہام وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے وہ علم ظنی ہے قطعی نہیں۔

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:

واعلم ان ما ذكرت لك ان العلم انه يحصل للاولياء ظني المراد به العلم الحاصل على اصولها ومن ذلك فقد يكون بالالهام بتوسط الملك وبغير توسط وقد يكون بكشف الغيب كما ذكرنا في

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے تیرے سامنے جو یہ ذکر کیا ہے کہ حضرات اولیاء کرام کا علم ظنی ہوتا ہے تو اس سے مراد علم حاصل ہے اور یہ کبھی الہام سے بواسطہ فرشتہ یا بغیر واسطہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی اس کا حصول حجاب اٹھانے کی وجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے

اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں جو رتبہ اور شان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے، وہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اور بہت سے خصوصیات ان کو مرحمت فرمائے ہیں اسی طرح علمی لحاظ سے بھی ان کا مقام بہت اونچا کیا ہے جیسے ان کے کسی درجۂ مخصوص فضل و شرف کو کوئی نہیں حاصل کر سکتا بعینہٖ اسی طرح ان کے علمی مقام تک کوئی رسائی نہیں کر سکتا۔ اصولی سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور جنت و دوزخ اور قبر و حشر اور اس قسم کے دیگر بے شمار غیوب جو بتلائے ہیں وہ یقیناً انہی کا حصہ ہو سکتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کوئی ان کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا، مگر باایں ہمہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات عالم الغیب نہ تھیں، اس لیے کہ عالم الغیب تو صرف اور صرف ایک ہی ذات ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر عالم الغیب نہیں ہو سکے تو ایک منصف مزاج کو یہ سمجھنا چنداں دشوار نہیں کہ حضرات اولیائے کرامؒ اور بزرگان دین و شہدائے عظامؒ کس طرح عالم الغیب ہو سکتے ہیں؟

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی الحنفیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ، مسئلہ: اولیاء کو علم غیب نہیں ہوتا، ہاں بعض غائب چیزوں کے متعلق خرق عادت کے طور پر کشف یا الہام سے ان کو علم دیا جاتا ہے اور یہ کہنا کہ اولیاء کو غیب کا علم ہے کفر ہے (بلفظہٖ ارشاد الطالبین ص۲۱) اور نیز فرماتے ہیں کہ اولیاء کا کشف اور الہام علم ظنی کا موجب ہے (ص۲۱)

مگر جہالت کا خدا بُرا کرے آج خصوصیت کے مقابلہ میں غیر معصوم اقوال پر بنیاد رکھ کر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ولی اللہ جی کے کمال کی یہ شرط ہے کہ لا تستقر نطفة في رحم أنثى إلا وينظر ذلك الرجل إليه۔ یعنی جب تک ولی اللہ کی نظر کسی مادہ کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ قرار نہیں پکڑتا، مگر وہ کامل اس کو دیکھتا ہے، اور اس شرط پر کمر بستہ

مشہور مناظر اور اشاعتی مولوی صاحبان اور گلابی شین حضرات کے نام درج ہیں۔ اور ان ثبوت پر مطلع کر کے بھی معلوم نہیں (یا فرض کے ذکر سے استثناء منظور ہے) کہ استقراء لغت کا محل ہم سے فرق نہیں۔ ہم اس باب میں قرآن کریم کی قطعی نصوص سے یہ بات واضح کریں گے (اور بطور تائید اور تشریح کے صحیح احادیث بھی عرض کریں گے) کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل نہیں تھا اور نہ وہ عالم الغیب تھے۔

# حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور علم غیب

## یا علم ماکان ومایکون

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور مسجود ملائکہ بنایا، پھر حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام کو جنت میں رہنے کا حکم دیا، اور ان کو اجازت دی کہ بلا روک ٹوک جو وہ چاہیں کھائیں اور پئیں بجز ایک معین درخت کے جس کا کھانا ان کی بہشتی زندگی اور استعداد کے مناسب نہ تھا اور فرمایا کہ اس کے قریب نہ جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

ابلیس لعین نے ان دونوں کو بہکانے کی کوشش کی اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس درخت کے کھانے سے اس لیے منع کیا ہے کہ تم کہیں فرشتے نہ بن جاؤ۔ اگر اس درخت کا پھل کھاؤ گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تم فرشتے بن کر ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ اس کے ساتھ اس نے قسم بھی کھائی اور ان کو ہر طرح کا لالچ اور حرص دلا کر ان کو یقین کرا لیا لہٰذا ان سے لغزش صادر ہوئی اور بلا عزم وہ درخت کا میوہ وہ کھا گئے۔ اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوا اور ان کو جنت کی اس آسودہ زندگی اور خوشی سے جنت کا لباس ان سے چھین کر نکال دیا گیا (آخر مقصد تو ان کا زمین میں خلیفہ بنانا بھی منظور تھا) وہ درختوں کے پتے جوڑ کر اپنی شرمگاہوں کو ڈھانک کر وہاں سے نکلے بلکہ نکالے گئے۔ قرآن کریم کے اصل الفاظ ملاحظہ کیجیے

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ

پھر بہکایا ان کو شیطان نے تاکہ کھول دے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی ان کی شرمگاہوں سے اور وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس

تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ○ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ○ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ (پ ۸، اعراف ع ۲)

لئے کہ کہیں تم دو فرشتے یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے اور ان کے آگے ابلیس نے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہیں نصیحت کرنے والا ہوں پھر مائل کر لیا ان دونوں کو فریب سے پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں ان کی اور لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب اور عالم ما کان وما یکون ہوتے اور ان کو یہ بات معلوم ہوتی تو ابلیس لعین کے فریب میں کبھی نہ آتے اور نہ اس کی جھوٹی قسموں پر اعتبار کرتے لیکن وہ یہی سمجھے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے، اس لیے وہ شیطان کی قسموں سے متاثر ہو گئے۔ اگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بات معلوم ہوتی تو ایسا کبھی نہ ہوتا اور شیطان کے پھندے میں وہ کبھی نہ آتے۔ نیز ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت حوا علیہا السلام کو بھی علم غیب نہ تھا۔ اگر ہوتا تو ضرور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس درخت کا میوہ کھانے سے روکا گیا تھا اس کے کھانے کے نتائج سے وہ آگاہ کر دیتیں بلکہ احادیث سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خیانت نہ کرتیں (یعنی درخت ممنوعہ کے کھانے پر نہ ابھارتیں) تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ (بخاری ج ۱ ص ۴۶۹ و مسلم ج ۱ ص ۴۷۵ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۸۰)

اگر حضرت حوا خیانت نہ کرتیں تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس درخت کا میوہ کھا لیا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تمہیں میری نافرمانی پر کس نے ابھارا؟ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے اللہ حوا نے مجھے پہلے اس کام کو مزین کیا یعنی مجھے اچھا اور بہتر بنا کر دکھلایا۔ اللہ نے فرمایا اب میری طرف سے حوا اور اس کی لڑکیوں کو قیامت تک یہ سزا ہوگی کہ حیض، حمل اور وضع حمل کی تکالیف میں ان کو مبتلا کروں گا۔ حضرت حوا رونے لگیں تو ارشاد ہوا کہ تو بھی رو اور تیری لڑکیاں بھی روتی رہیں گی (مستدرک ج ۲ ص ۳۸۱ قال الحاکم والذہبی صحیح)

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔ اگر حضرت حوا کو علم غیب ہوتا تو یہ نقش شر
کرکے شیطان کے ہتھے نہ چڑھتیں اور نہ اپنی لڑکیوں کے لیے یہ وبال برداشت کرتیں۔

مثال: ایک روایت میں تو یہ تصریح ہے وہ یہ کہ بعض لوگوں کو وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا آیت
سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم الغیب یا عالم ما کان وما یکون ہونے کا دھوکہ ہوا ہے
(دیکھیے جاء الحق ص ۶۵ وغیرہ) ہم انشاء اللہ لفظ کل پر مفصل بحث کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ کہ یہ بہت اکثر
چیزوں پر بولا جاتا ہے اور مقام مدح میں استغراق کلی کے لیے بھی نہیں آتا۔ اور اس آیت کا مطلب بھی حضرات
مفسرین کرام سے عرض کر دیا جائے گا۔ یہاں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو علم غیب کلی حاصل ہوتا تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابلیس کے فریب میں کیوں آتے
کیونکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسماء کی تعلیم اور فرشتوں کا امتحان اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ و
السلام کو فرشتوں کا مسجود ٹھہرانا پہلے تھا اور جنت سے اخراج کا قصہ اور شیطان کا ان کو دھوکا دینا بعد کو ہوا تھا۔
قرآن کریم نہایت صاف طریق سے اس کو بیان کرتا ہے۔ تو اگر پہلے لفظ کلہا سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو کلی علم غیب دیا جا چکا ہوتا تو بعد کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام شیطان کے فریب اور مکر میں کیوں
آ گئے؟ اور اس کی جھوٹی قسموں پر کیوں اعتبار کیا؟ اور ممنوع درخت کے نتائج سے کیوں بے خبر رہے
(ملخصاً) اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام کو ہر ہر چیز کا
علم حاصل نہ تھا اور نہ وہ عالم الغیب تھے اور نہ اس معنی عالم ما کان وما یکون تھے جس کا دعویٰ فریق مخالف ہے

## علم غیب اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں رہے اور ان کو نصیحت کرتے رہے۔
جب ان کی جرأت اور سرکشی کی ذلیل کن حد پہنچ گئی تو قوم پر طوفان آیا۔ اللہ تعالیٰ نے طوفان
سے قبل ہی حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگاہ کر دیا تھا کہ آپ کو اور آپ کی آل کو میں بچاؤں گا۔ جب
طوفان کی تلاطم خیز موجیں نظر آئیں تو شفقت پدری نے جوش مارا۔ اپنے بیٹے کنعان سے فرمایا کہ ہمارے
ساتھ کشتی پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے گستاخانہ لہجہ میں جواب دیا۔ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا۔ وہ مجھے

طوفان اور سیلاب سے بچا لے گی۔ فرمایا آج وہی بچے گا جس کو خدا بچائے۔ بیٹے کی غرقابی کو دیکھ کر بہت فکر کیے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ اے اللہ! میرا لڑکا میری آل سے ہے اور تیرا وعدہ بچانے کا ہے اس کو بچا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ تیری آل میں داخل نہیں کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں۔ مجھ سے ایسی باتوں کا سوال نہ کرو جن کا تمہیں علم نہیں، ورنہ تم بے سمجھ لوگوں میں شمار ہو جاؤ گے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔ قرآن کریم کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ○ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ○ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ ○ (پ ۱۲۔ ہود ۴)

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو کہا اے رب میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ فرمایا اے نوح وہ نہیں تیرے گھر والوں میں اس کے عمل خراب ہیں سو مت طلب کر مجھ سے جو تجھ کو معلوم نہیں میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں۔ بولا اے رب میں پناہ لیتا ہوں تیری اس سے کہ مانگوں تجھ سے جو معلوم نہ ہو مجھ کو اور اگر تو نہ بخشے مجھ کو اور رحم نہ کرے تو میں ہو جاؤں نقصان اٹھانے والوں میں۔

ان آیات میں اس چیز کو نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر ہر بات کا علم حاصل نہ تھا حالانکہ نبوت کی ذمہ داری سپرد ہو چکی تھی اور بعثت ہو چکی تھی، دوسروں کے بارے میں تو انہیں کیا علم حاصل ہوتا خود اپنے گھر کے معاملات کے بارے میں بھی۔ اگر حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے سے یہ علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ میرے لڑکے کنعان کو نہیں بچائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ میرے اس معاملہ اور سوال ہی سے ناخوش ہوگا تو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اس سوال کی جرأت نہ کرتے کیونکہ وہ صاف لفظوں میں اپنی لاعلمی کا مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ دوسروں کے متعلق تو کیا حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طوفان سے اپنے بیٹے کی نجات کا علم بھی پہلے نہ تھا۔ اگر آپ عالم ماکان و مایکون ہوتے تو آپ کو ضرور یہ معلوم ہوتا۔

**لطیفہ:** فریق مخالف نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم ماکان و مایکون ہونے پر سورۃ نوح کی اس آیت سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تھی کہ اے

حالانکہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت میں (جو حکماً مرفوع ہے) یہ آتا ہے کہ نوح جیسے جنات اور دوا عصر بنی آدم ہی (مستدرک ج۲ ص۵۴۶ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما صحیح) اور ان کی ایک روایت میں جس کی امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں تصحیح کرتے ہیں یہ آتا ہے کہ نوح جیسے بارہ ناجی ہی اور دس حصے بنی آدم ہی۔ (مستدرک ج۲ ص۵۴۶)

الغرض یہ تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قوم کے افراد کے متعلق پتا چل گیا تھا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے اور آئندہ یہ فاسق اور فاجر ہی جنیں گے، فریق مخالف کا علم غیب کلی اور جمیع ماکان ومایکون کے علم کا اس سے اثبات یقیناً باطل ہے۔

وثالثاً حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قوم کے لیے بددعا فرمائی تھی وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد کی:

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ○ (پ۱۲ - ہود - ع۳)

اور حکم بھیجا گیا نوح کی طرف یہ حکم بھیجا گیا کہ اب ہرگز ایمان نہ لائے گا تیری قوم سے کوئی مگر جو ایمان لا چکا، سو غمگین نہ رہ ان کاموں پر جو وہ کر رہے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کی تباہی اور ہلاکت کی دعا اس وقت مانگی تھی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ان کو مل چکا تھا کہ اب آئندہ تیری قوم سے کوئی بھی ایمان نہ لائے گا۔ جب حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکم سنا تو پھر یہ بددعا کی کہ اے پروردگار! ان کافروں اور فاجروں کی نسل ہی کو دنیا سے ختم کر دے تاکہ شبہ باقی نہ رہے بالکل۔

جتنی چیز اللہ تعالیٰ نے بتلائی ہے وہ حق ہے اس سے جمیع ماکان ومایکون کا علم کیسے ثابت ہوا؟

یہ چیز یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کی ہلاکت کی بددعا طوفان کے آثار ظاہر ہونے سے قبل کی ہے اور اپنے بیٹے کے لیے جو دعا کی تھی وہ طوفان کی موجیں نظر آنے کے بعد کی ہے اگر فریق مخالف کی منطق کی رو سے آیت سابقہ سے ان کا علم غیب ثابت ہو تو اس کے بعد بیٹے کے لیے جو دعا انہوں نے کی، اس سے ان کے علم غیب کی نفی لازم آتی ہے۔ فاتضح لنا بالآخر الامر تو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری دعا سے بھی علم غیب کی نفی ثابت ہوئی۔

# علم غیب اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعدد واقعات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پیش کیے ہیں جن سے
علم غیب کی نفی ہوتی ہے۔ ہم صرف ان کی زندگی کا ایک ہی واقعہ قرآن کریم سے نقل کرتے ہیں:-
چند فرشتے (بصورت انسان) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے۔ انھوں نے معمولی
انسان سمجھ کر ان کے لیے گائے کا بچھڑا ذبح کیا اور بھون تل کر ان کے سامنے لا رکھا۔ وہ فرشتے تھے بھلا
وہ کیسے کھاتے؟ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام دل میں خوفزدہ ہوئے کہ مبادا دشمن ہوں۔ حضرت
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سراسیمگی کو دیکھ کر فرشتے بولے۔ ہم فرشتے ہیں۔ قوم لوط (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
کی تباہی کے لیے آئے ہیں۔ نیز آپ کو خوشخبری سنانے آئے ہیں کہ اللہ آپ کو ایک لڑکا عطا فرمائے گا جس
کا نام اسحٰق (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوگا اور ان کے بعد ان کے بیٹے یعقوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی
بھی خوشخبری دے کر گئے ہیں۔ پاس ہی حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی تھیں۔ انھوں نے بڑے تعجب سے
کہا۔ کیا میں بڑھیا ہو کر بچہ جنوں گی؟ حالانکہ میرا خاوند بھی بہت ہی بوڑھا ہے؟ جواب ملا خدا تعالیٰ
کے فضل اور کرم کے بارے میں تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ جب وہ دینے پر آئے تو کوئی اس کو روک
نہیں سکتا۔ قرآن کریم کے بعض الفاظ ملاحظہ فرمائیے:-

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ
قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ فَمَا لَبِثَ أَن جَاءَ
بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ○ فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ
إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ
قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ○
وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ
وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ○ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ

اور البتہ آچکے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس
خوشخبری لے کر، بولے سلام، وہ بولا سلام ہے، پھر دیر
نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا۔ پھر جب دیکھا ان کے
ہاتھ نہیں آتے کھانے پر تو کھٹکا اور دل میں ان سے
ڈرا۔ وہ بولے مت ڈر، ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں طرف
قوم لوط کے۔ اور اس کی عورت کھڑی تھی، تب وہ
ہنس پڑی، پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو اسحاق کی

وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ○ (ربیع ۱۲ - ہود ع ۷)

پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی، بولی ہائے خرابی کیا میں بچہ جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرا بوڑھا ہے یہ تو ایک عجیب بات ہے۔

اس کے بعد فرشتوں نے کہا۔ خدا تعالیٰ کے حکم میں کوئی تعجب نہیں، وہ بڑی خوبیوں والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل نہ تھا، ورنہ وہ فرشتوں کو انسان اور مہمان نہ سمجھتے اور ان کے سامنے بچھڑا بھون کر نہ لاتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سارہ علیہا السلام کو بھی علم غیب نہ تھا، ورنہ ایک معلوم چیز پر وہ اتنا تعجب نہ کرتیں اور اپنے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑھاپے کی شکایت کر کے تعجب میں مبتلا نہ ہوتیں۔ ان کی عمر اس وقت حسب تصریح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ننانوے سال کی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سو بیس سال کی تھی۔ (معالم ج ۲ ص ۱۵۵۔ تفسیر المکرم والقدیمی مصر)۔ تورات کتاب پیدائش باب ۲۵ آیت ۸ میں ہے کہ ایک سو پچھتر سال کی عمر میں انہوں نے وفات پائی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو سو سال عمر پا کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات پائی تھی۔ (معالم ج ۲ ص ۱۵۵ و تاریخ شرطہا)

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیب کا علم نہ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھا اور نہ حضرت سارہ علیہا السلام کو، نیز حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بھی نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حضرت ہاجرہ کو بیت اللہ الحرام کے پاس بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑ کر واپس ملک شام جانے لگے تو حضرت ہاجرہ ان کے پیچھے پیچھے جاتی ہیں اور بار بار بڑی آواز سے پکارتی ہیں کہ آپ ہمیں یہاں کس کے پاس چھوڑ کر جاتے ہیں؟ پھر ایک بار کہہ فرماتی ہیں۔

يَا إِبْرَاهِيمُ إِلَىٰ مَنْ تَتْرُكُنَا قَالَ إِلَى اللَّهِ قَالَتْ رَضِيتُ بِاللَّهِ ۔ (بخاری ص ۴۷۵ ج ۱)

اے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں کس کے پاس چھوڑ کر جاتے ہو؟ فرمایا خدا کے پاس۔ حضرت ہاجرہ نے کہا میں خدا کے حکم پر راضی ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جتلانے سے قبل ہی یہ معلوم ہوتا کہ یہاں ہمارا ٹھہرنا اور رہنا اللہ تعالیٰ کی مرضی سے طے ہو چکا ہے تو جیسے ان کے جتلانے کے بعد راضی ہو گئی تھیں پہلے ہی سے وہ راضی ہو جاتیں اور سوال نہ کرتیں۔

قارئین کرام! یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو جب ان کو حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اور انہوں نے اپنی طرف سے قربانی کر بھی دی تھی تو یہ ان کا کوئی بڑا کارنامہ نہ سمجھا جاتا کیونکہ ان کو تو معلوم تھا کہ لڑکا ذبح نہیں کیا جائے گا تو پھر یہ ایک ڈرامہ ہوگا اور یونہی منصوبہ کی نمائش ہو جائے گی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اخلاص اور ایثار ایسا فعل ہے جس پر اگر ہزار دل عقیدت بھی قربان کی جائیں تو کم ہیں ؎

تیری ذبح ذبیح عظیم کی ہو مثیل کیسے خلوص میں
نہ خلیل سا کوئی ماہ ہے دل ترا نہ ذبیح کا سا گلا ترا

## عمری دلائل

مولوی محمد عمر صاحب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر چند دلائل پیش کرتے ہیں:-

(۱) (وادِ ابراہیم ہے) رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ (پ ۱۳ ع ۱۸) عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ اے رب میرے میں نے بسا دیا اپنی اولاد سے غیر زرعی زمین میں تیرے بیت الحرم کے پاس۔ اس آیت کریمہ سے مِن ذُرِّيَّتِي میں رب العزت نے حرف تبعیضیہ کو بیان فرما کر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے علم مَا فِي الْأَرْحَامِ اور مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا کا ثبوت پیش کر دیا۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام نے پہلے ہی مِن ذُرِّيَّتِي فرما دیا اور منکرین کا دم توڑ دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت الحرام کا بیان فرمایا جس کا وہاں نام و نشان نہ تھا۔ اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا کا علم بیان کیا۔ (علم غیب ص [illegible])

## الجواب

مولوی محمد عمر صاحب نے اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب ثابت کرنے کے لئے نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کی آیت کی تحریف کی اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے بلکہ اپنی درماندگی اور جہالت کا بھی زندہ ثبوت پیش کیا ہے۔ اولاً اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا بنا بیت اللہ اور حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے بعد کی ہے قبل کی نہیں۔ بنا بیت الحرام سے پہلے جو دعا انہوں نے کی ہے وہ پہلے پارہ میں رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا (جس میں بلدًا نکرہ ہے) کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے اور اس میں مِن ذُرِّيَّتِي کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ دعا رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا (جس میں البلد معرفہ ہے) ابھی کوئی ذکر نہ تھا

ڈیرہ جی سے مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنے باطل مدعی پر استدلال کیا ہے دیکھئے جاء الحق ص ۸۵، ۱۰۹)
گو مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ اس آیت سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب
ثابت کرتے ہیں تو اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی آیت سے تمام انسانوں کے
لئے علم غیب ثابت کرنا ہوگا اور کچھ بعید نہیں کہ مولوی صاحب ایسا کہہ اور کر بھی دیں کیونکہ وہ تو ثانی
اللہ تعالیٰ سب کچھ ثابت کر سکتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ کوئی دلیل ان کا ساتھ نہ دے اور یہی دلیل
اہل حق کی دلیل بن جائے بقول شاعر ؎

خدایا جذبۂ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے … کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

(۴) مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ (پ ۱۶ مریم ع ۳) یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ۔ اے میرے باپ میری یہ شان ہے کہ میرے پاس
ایسا علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں ہے تو میری اتباع کر میں تجھے سیدھے رستے کی ہدایت دوں گا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مذکورہ بالا کی تصدیق کرتے ہوئے دعوے فرمایا
کہ مجھے علم غیب حاصل ہے جو تیرے پاس نہیں، اگر تو نے میری اتباع کی تو میں تجھے سیدھے رستے
کی طرف لے چلوں گا، اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام کے علم کے ساتھ جو غیب کی صفت لگائی گئی
اس کی تین وجوہات ہیں (۱) کَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ ۔ آپ کے علم کو واضح کر رہی ہے کیونکہ اگر غیب
کا علم نہ ہوتا تو آپ کی کمال رؤیت اور احسان الٰہی کیسے ہو سکتا ہے؟ (۲) قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ
آپ نے فرمایا کہ علم کے ساتھ جاء کو بیان کیا تاکہ ثابت ہو جائے کہ یہ علم بیا غیب الٰہی سے ہے۔
اسی واسطے جاء کی قید نے علم کو غیب سے متصف کر دیا۔ (۳) اور مَا لَمْ یَاْتِكَ کے فرمان نے صاف
غیب کی تاکید فرمادی الخ (ملفظہ مقیاس ص ۲۲۴)

**الجواب** یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب کی دلیل اور برہان یا نامعقول خیالات جن کو آپ یا وہ خود ہی
حق سمجھتے ہوں گے اور بقول شخصے اس کا مصداق ہے کہ ؎

کب رہا ہوش جنوں میں کیا کیا … کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اور آگے جو تجزیہ کر کے تین وجوہات پیش کئے ہیں وہ بھی عیسائیوں کی تثلیث کی طرح ایک معمہ
اور چیستان ہے جس پر اگر مولوی محمد عمر صاحب کا ضمیر مردہ نہیں ہو چکا تو یقیناً ملامت کرتا ہوگا۔

آیت کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ میرے باپ! مجھے اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت اور معاد وغیرہ کا صحیح علم دیا ہے اور حقائق شریعت اور حلال و حرام اور جائز و ناجائز وغیرہ احکام سے آگاہ کیا ہے۔ اگر تم میری پیروی کرو گے تو تمہیں سیدھی راہ پر لے چلوں گا جو رضائے حق تک پہنچانے والی ہے اس کے سوا سب راستے ٹیڑھے ترچھے ہیں جن پر چل کر کوئی شخص ہرگز نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کو علم غیب سے کیا تعلق ہے؟

## علم غیب اور حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ مختلف اسالیب اور متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ چند فرشتے نوجوان خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم لواطت اور لونڈے بازی میں مشہور تھی۔ قوم نے سنا تو ہر طرف سے دوڑتی ہوئی آئی اور اپنے برے ارادے سے آئی۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ مجھے ان کے بارے میں تم رسوا نہ کرو۔ یہ لو میری لڑکیاں موجود ہیں ان سے نکاح کر لو قوم نے جواب دیا کہ آپ کو ہمارا ارادہ معلوم ہی ہے ہمیں لڑکیوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم میں کوئی سمجھدار انسان موجود نہیں کہ میری بات سمجھے؟ لیکن قوم پر بدکاری کا بھوت سوار تھا۔ اس نے ایک نہ مانی۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کاش آج میرے پاس بھی قوت اور طاقت ہوتی تو میں تمہیں خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا مزہ چکھا دیتا۔ فرشتے یہ سب گفتگو سنتے ہیں مگر بالکل خاموش ہیں۔ جب حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے بسی انتہا کو پہنچی تو فرشتے بولے ہم خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ آپ کیوں گھبراتے ہیں ہم تو آپ کے لیے ان کی تباہی اور بربادی کا مژدہ لے کر آئے ہیں۔ قرآن کریم کا مضمون ملاحظہ کریں۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ

اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس غمگین ہوا ان کے آنے سے اور تنگ ہوا دل میں اور بولا آج کا دن بڑا سخت ہے اور آئی اس کے پاس قوم اس کی دوڑتی بے اختیار

# علمِ غیب اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی نوعمر ہی تھے کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں، باپ سے بیان کیا، وہ سمجھ گئے حفظ ما تقدم کے طور پر ان کو منع کیا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، کیونکہ وہ خاندانِ نبوت سے تعلق رکھتے ہیں کہیں اس خواب کی تعبیر نہ معلوم کر چکنے کے بعد بمقتضائے بشریت تمہیں دُکھ نہ دیں، خدا تعالیٰ کا کرنا تھا کہ کسی طریق سے بھائیوں کو خواب کا علم ہو گیا، انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ختم کر دینی چاہیے۔ مختلف باتیں سامنے آئیں طے یہی ہوا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی گمنام کنویں میں پھینک دیں تا کہ نہ یوسف علیہ السلام رہے اور نہ تمہارے اوپر فوقیت کا سوال پیدا ہو۔ باپ سے عرض کی کہ کل ہم شکار کھیلنے کا ارادہ کر رہے ہیں، آپ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہاں بکثرت بھیڑیئے ہوتے ہیں، کہیں میرے لختِ جگر کو تمہاری غفلت میں بھیڑیا نہ کھا جائے۔ بیٹوں نے موقع پا کر یقین دلایا کہ اگر بھیڑیا ہمارے بھائی کو کھا جائے تو ہم کس کام کے؟ غرضیکہ لے جانے پر زور دینے لگے اور طے شدہ منصوبے کے ماتحت کنویں میں ڈال کر ان کے قمیص کو جعلی خون سے ملوث کر کے رات کے وقت روتے ہوئے باپ کی خدمت میں حاضر ہو کہنے لگے ابا جان ہم شکار کے پیچھے دوڑنے میں مسابقت کر رہے تھے اور بھائی یوسف کو کپڑوں کے پاس چھوڑا تھا، افسوس کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا، شاید آپ کو یقین نہ آئے لیکن ہم سچے ہیں۔ اور بکری یا ہرن کو ذبح کر کے اس کا خون حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرتہ پر چھڑک لائے مگر یہ خیال نہ رہا کہ بے تکلفی سے زیبِ تن اور پھاڑ کر پیش کرتے بھلا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام جو خدا کے نبی عمر رسیدہ اور تجربہ کار، جنگل بھیڑیا اور ان کے فن پر حضرت یوسف علیہ السلام کے خون کا گمان کیسے کر سکتے تھے؟ اور جبکہ نہیں کہ یہ خواب ہو کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم و متین ہو گا۔ جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتہ نہایت احتیاط سے اتار کر صحیح و سالم تمہارے حوالہ کر گیا۔

قرآن کریم کی بعض آیات بھی ملاحظہ ہوں۔

| | |
|---|---|
| أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ ۝ قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَخَاسِرُونَ (پ ۱۲ - یوسف ۲) | بھیج اس کو ہمارے ساتھ کل خوب کھائے اور کھیلے اور ہم تو اس کے نگہبان ہیں۔ بولا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے کہ تم اس کو لے جاؤ اور ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا جائے اس کو بھیڑیا اور تم اس سے بے خبر رہو۔ بولے اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا اور ہم ایک قوی جماعت ہیں تب تو ہم نے سب کچھ کھو دیا۔ |

پھر آگے پورا مضمون بیان کیا گیا ہے کہ رات کو روتے آئے اور اختلافی مکر اور فریب کے ساتھ اپنے والد محترم کو اطمینان دلانے کی کوشش کی۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں سے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ وہ نبی نہ تھے، اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ سب کے سب نبی تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی موقوف حدیث سے ثانی گروہ کی تائید ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی جب کنعان اور فلسطین سے مصر گئے تھے، بہتر نفوس تھے جن میں نبی، بڑے امراء اور عورتیں بھی شامل تھے۔

| | |
|---|---|
| رجالهم انبياء ونساؤهم صديقات | ان کے مرد نبی اور عورتیں پاک باز |
| (مستدرک ج ۲ ص ۵۷۰ قال الحاکم والذہبی صحیح) | اور سچی تھیں۔ |

اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب اور اس کی تعبیر میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔ (مستدرک ج ۲ ص ۵۷۰ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما)

قرآن کریم کے اس مضمون سے ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل نہ تھا اگر حاصل ہوتا تو جب ان کے لڑکوں نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہلاک کرنے کی نیت اور مشورہ کیا تھا، تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کا علم ہو جاتا، اور جب وہ ایک گہرے اور اندھیرے کنوئیں میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈال آئے تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہو جاتا کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں، بھیڑیئے نے اس کو نہیں کھایا وہ تو فلاں کنوئیں میں پڑا ہوا ہے، اور جھٹ وہاں سے جا کر نکال لاتے۔ کیا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جان بوجھ کر بیٹے لخت جگر کو کنوئیں میں

ایک گونہ جلالت کے سبب چھوڑا تھا۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام بیٹوں کا اگرچہ گر گئے تھے تو ہمارا عقیدہ ان کے مومن ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں، حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب رہتے ہونے کا عقیدہ نہ تھا مگر ان کا یہ عقیدہ ہو کہ ہمارا باپ غیب داں ہے تو ان کو اس مکر و فریب کی کبھی جرأت نہ ہوتی اور جیسے ان کو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہلاک کرنے کی جرأت اور ہمت نہ ہوتی۔ اور نہ غم میں نابینا بھی نہ ہوتے۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تو یہ حالت تھی کہ پاس ہی چند میلوں پر کنویں میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھ سکے اور نہ ہی ان کے بدن کی خوشبو آئی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تو قاصد مصر سے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قمیص لے کر روانہ ہوا تب اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سینکڑوں کوس پر کنعان میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قمیص کی خوشبو آجاتی ہے۔ شیخ مصلح الدین سعدی (المتوفی ۶۹۱ھ) نے کیا خوب لکھا اور فرمایا ہے: ؎

یکے پرسید ازاں گم کردہ فرزند  کہ اے روشن گہر پیر خردمند
ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی  چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جہان است  دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم  گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

**فائدہ:** بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سارا قصہ معلوم تھا لیکن کسی خاص مصلحت کی وجہ سے سب کچھ ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اور سارا قصہ معلوم ہونے پر قرآن کریم کی بعض آیات بھی وہ پیش کرتے ہیں مثلاً:

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ  یعقوب نے کہا کہ یوسف کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا، بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے۔

(پ ۱۲، یوسف ع ۲)

یا مثلاً جب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے مصر کی حکومت عطا فرمائی اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی دوسری مرتبہ چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ لے گئے اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لطیف حیلہ سے ان کو اپنے پاس رکھ لیا اور بڑے بھائی اردبیل نے

سوا باقی جب اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ سنایا تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا ۔

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۔ بلکہ (تمہاری) گھڑی ہوئی ہے بات تمہارے جی نے ایک بات ۔ (پ ۱۳ - یوسف ۱۰)

اور جب حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بوڑھاپے میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بنیامین کے فراق میں درد و کرب کا اظہار کیا تو بیٹوں نے یا اہل خاندان نے کہا۔ آپ ہمیشہ یوسف کے تذکرہ کو پیش نظر رکھتے ہیں آپ غم سے کہیں ہلاک نہ ہو جائیں، تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔

وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۱۳ - یوسف ۱۰) اور میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ۔

فریق مخالف کا کہنا ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اصل واقعہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم تھا۔ (دیکھئے جاء الحق صفحہ ۱۲ وغیرہ)

**الجواب** حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذہن و دماغ میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مفصل سی تصویر ضرور موجود تھی اور اجمالی رنگ میں اس خواب کے پس منظر کو جانتے تھے کہ یہ خواب اپنے اندر حقیقت رکھتا ہے اور کسی وقت اس کی تعبیر ضرور پوری ہوگی۔ اس خواب کی تعبیر پر وہ آسرا لگائے بیٹھے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی قوی امید نے ان کو اور پُرامید کر رکھا تھا۔ لیکن یہی اجمالی علم تھا جو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا۔ باقی تفصیل جزئیات کہ بھائیوں نے یوسف کو کنوئیں میں پھینکا ہے اور پھر وہاں سے کسی نے ان کو نکال کر مصر لے جا کر فروخت کیا ہے۔ اور وہاں وہ کیا کر رہے ہیں۔ یہ تمام معلومات حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل نہ تھے اور یہ کوئی قیاسی بات نہیں بلکہ قرآن کریم اس پر شاہد عدل ہے۔ مثلاً جب دوسری مرتبہ واپس بنیامین کے بغیر تمام بھائی حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئے اور انہوں نے وہ تمام واقعہ سنایا کہ آپ کے لڑکے بنیامین نے چوری کی ہے اور وہاں کے بادشاہ نے ہمارے پیش کردہ قانون کے مطابق اس کو اپنے پاس رکھ لیا ہے، آپ وہاں کے لوگوں سے پوچھ دیکھیں اور اس قافلہ سے بھی دریافت فرما لیں جس کے ساتھ ہم مصر سے آئے ہیں۔ بیٹوں کا یہ تمام معذرت نامہ سننے کے بعد بھی حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا (پ ۱۳ یوسف) — یعقوب نے کہا۔ بلکہ بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات۔

اگر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب تھا اور یہ پورا واقعہ معلوم تھا تو یہ بات ان کو معلوم ہونی چاہیئے تھی کہ بنیامین تو اپنے عزیز بھائی یوسف ؑ کے پاس ہے کوئی خطرہ اور ڈر نہیں پھر انہوں نے اتنا افسوس کیوں کیا جتنا کہ ایک گمشدہ پر کیا جاتا ہے۔

علاوہ بریں اس دفعہ تو بھائیوں کا قصور نہ تھا بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کی جو بھی تدبیر کی تھی وہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے کی تھی اسباق جملہ بھائی نہ یہ کہ صرف بے گناہ ہی تھے بلکہ انہوں نے بڑی زاری اور لجاجت بھی کی تھی کہ ہمارا بوڑھا باپ ہے اس کو اس کے ساتھ بڑا پیار ہے۔ اس کو چھوڑ دیں اور ہم میں سے کسی کو رکھ لیں، حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ کی پناہ ہم تو اسی کو پکڑیں گے جس کے سامان میں ہمارا شاہی پیالہ اور پیمانہ ملا ہے۔

مگر اس کے باوجود کہ بھائیوں کا اس واقعہ میں کوئی قصور نہیں حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹوں کو یہی فرماتے ہیں کہ تمہاری ہی کوئی شرارت ہے بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا طکیا بلا وجہ کہ اور بیہودہ الزام حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹوں کو مجرم سمجھا؟ حالانکہ اس واقعہ میں ان کا کوئی قصور نہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اجمالی رنگ میں تعبیر خواب کا نقشہ ذہن میں موجود تھا کہ کسی وقت خدا اس کو پورا کرے گا۔ لیکن پوری تفصیلات کا علم نہ تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید سے یہ چیز وضاحت سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ وَاعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:-

یعنی رؤیا یوسف انہا صدق وان اللّٰہ لابد ان یظہرھا (تفسیر ج ۲ ص ۴۸۸) — یعنی میں حضرت یوسف کے سچے خواب کے ذریعہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کو ایک حقیقت بنا کر ظاہر کریگا۔

## فریق مخالف کے لچر دلائل

مولوی محمد صاحب گکھڑوی کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرنے سے پہلے ہی مَا فِيْ الْغَيْبِ کا ارشاد فرمایا

لَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا کہ تجھ سے تیرے بھائی مکر کریں گے۔ لَیَکِیْدُوْا کا صیغہ استقبال فرما کر قبل از وقت علم غیب کی اطلاع دی۔ (مقیاس ص ۲۲۵)

---

ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کنویں میں ڈالنے کا پروگرام تیار کرتے ہیں تو ایک دن پہلے ان کو مافی الغد کا یہ علم نہیں ہوا کہ کل میرے لخت جگر اور نور نظر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا پیش آئے گا؟ اور بیٹوں کے منصوبے کرنے سے ایک دن پہلے یہ نہیں جانتے کہ کل میرے بیٹے کیا سازش تیار کریں گے؟ جب مافی الغد قریب کا علم نہیں تو بعید کا کہاں سے ہوگا؟ بلکہ اسی طرح ایک لطیف جیسے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بنیامین کو اپنے پاس رکھا اور اس سلسلے میں جو کچھ واقعات پیش آنے قبل از وقت ان کا بھی کوئی علم حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ کو نہ تھا کیا یہ واقعات مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک مافی الغد میں داخل نہیں ہیں؟ اور کیا ان کی پوری تفصیلات حضرت یعقوب علیہ السلام کو حاصل تھیں؟ اگر تھیں تو کس دلیل سے؟ باقی مافی الارحام کے متعلق اسی کتاب میں بحوالہ کشف آ رہی ہے کہ نزاع کس بات میں ہے اور خاصہ خداوندی اس میں کونسی شق ہے، تفصیلی بحث علم السائل الساعت کے شایان شان نہیں ہے۔ مگر ـــ

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

## علم غیب اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں ایک واقعہ یہ ہے کہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب جل و علا کی کہ میں دیدار کا خواہشمند ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ اچھا اگر تمہیں خواہ مخواہ شوق ہے تو میں اپنے نور کی تجلی اس پہاڑ پر ڈالتا ہوں، اگر پہاڑ اپنی جگہ پر جما رہا تو پھر کہیں تم مجھے دیکھ سکو گے ورنہ نہیں دیکھ سکتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ پر تجلی ڈالی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش اور افاقہ ہوا تو فرمانے لگے۔ اے میرے رب! میری توبہ میں بے چون و چرا تیرا حکم مانوں گا۔ قرآن کریم کا مضمون ملاحظہ ہو:

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ — اور جب پہنچا موسیٰ ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا اس سے اس کے

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

(پ ۹ - اعراف ۱۷)

رب نے ہم کلامی کی تو بولا اے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا لیکن تو دیکھ اس پہاڑ کی طرف اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو مجھ کو دیکھ سکے گا۔ پھر جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف کر دیا اس کو ڈھا کر برابر اور گر پڑا موسیٰ بے ہوش ہو کر پھر جب ہوش میں آیا بولا تیری ذات پاک ہے میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا۔

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا اور پہلے ہی سے یہ جان لیتے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں نصیب نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے لطیف پیرایہ میں تنبیہ ہوگی تو کبھی بھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سوال اور مطالبہ نہ کرتے، پھر جب ان کو معلوم ہوا کہ اس سوال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے لطیف انداز سے تنبیہ فرمائی ہے تو توبہ کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔

تُبْتُ اِلَیْكَ

اسی طرح ایک مرتبہ طور پر کافی دن لگ گئے اور سامری نے بچھڑے کا ایک معبود بنا کر لوگوں کو اس کی عبادت کی طرف مائل کر دیا، حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ قوم کو سمجھاتے رہے لیکن قوم نہ مانی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب واپس تشریف لائے اور قوم کو بچھڑا پرستی میں مبتلا پایا تو غیرت دینیہ اور توحید سے سرشار ہو کر اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داڑھی اور سر پکڑ کر خوب کھینچا کہ شاید انہوں نے تبلیغ میں کوتاہی کی ہوگی، جب حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تسلی بخش جواب دیا کہ میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جلد بازی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اپنی اس دعا میں شریک کیا جو نہایت اخلاص اور دل کی تہ سے نکلی تھی جس کی قبولیت کی پوری امید تھی۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو دیدہ و دانستہ اپنے بے قصور بھائی اور نبی کی کبھی بھی بے حرمتی نہ کرتے، لیکن وہ یہی سمجھے کہ شاید حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس میں کوتاہی ہوئی ہے۔ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تسلی بخش جواب سے ان کا اطمینان ہو گیا، اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو طور پر اس کی اطلاع دی کہ تمہاری قوم سب کچھ بچھڑے پر قربان کر چکی ہے۔ لیکن چونکہ تفصیل حالات حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر نہ تھے اس لیے انہوں نے تورات کی تختیاں نہ پھینکیں۔ اور جب قوم کے حالات بچشم خود دیکھے، تو غصہ میں آکر تورات کی تختیاں زمین پر دے ماریں اور جلدی سے پھینک دیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ ہے۔

لیس الخبر کالمعاینۃ (مسند احمد ج ۱ ص۲۱۵ و مستدرک ج ۲ ص۳۲۱۔ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما)
یعنی سچ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ واقعہ بھی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے جس میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چند دن رہنے کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کے خادم خاص حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے جن کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد نبوت عطا ہوئی تھی۔ اس واقعہ کا ایک ایک جملہ بتلا رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہ تھا نیز حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم غیب نہ تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا:-

یا موسیٰ انی علی علم من علم اللہ علمنیہ لا تعلمہ انت وانت علی علم من علم علمکہ اللہ لا اعلمہ (بخاری ج ۲ ص۶۸۸ ومسلم ج ۲ ص۲۶۹)
اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا علم حاصل ہے جس کو آپ نہیں جانتے اور آپ کو اللہ نے وہ علم سکھایا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

یہ دونوں بزرگ کشتی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک چڑیا آئی اور اس نے دریا سے اپنی چونچ میں پانی اٹھایا۔ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے موسیٰ! تیرے اور میرے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت ایسی ہی ہے جیسے اس چڑیا کے منہ کا پانی اور دریا کا پانی۔ ایک قطرہ اور دریا ان کی نسبت ہی کیا ہے! (بخاری ج ۲ ص۶۸۸ ومستدرک ج ۲ ص۳۶۹ علی شرطہما)

ان صحیح روایات سے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نفی علم غیب کا بیان بھی ملاحظہ کیجئے اور علم اصل کے تحت بعض جزئیات کے علم سے مولوی محمد عمر صاحب کے ہاں کل جنتے بھی دیکھئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ خضر علیہ السلام بھی مکاشفِ غیب خدا کے پاس تھے۔ (ملاحظہ ہو بدکمت ص ۱۲) (۱) خضر علیہ السلام نے ظالم بادشاہ کے پہنچنے سے پہلے کشتی کی ایک تختی اکھاڑ دی، جس کی تعبیر میں ظاہر فرمائی (۲) لڑکے کو قتل

کی تصریح کی ہے کہ وہ پیغمبر حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ (ملخصاً البدایہ والنہایہ ج۱ ص۳۲۳ و منہاج السنۃ ج۴ ص۱۹۲) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم غیب حاصل نہ تھا، ورنہ وہ اس تدبیر سے چور کی تلاش میں وقت ضائع نہ کرتے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

قرآن کریم میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مصر سے بھاگ کر مدین کے علاقہ میں گئے اور وہاں کنویں پر دو بچیوں کو دور کھڑے دیکھا کہ وہ اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہیں اور انہوں نے ان کو پانی نکال کر پلایا، تو انہوں نے گھر جا کر اپنے باپ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا ذکر کیا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا حالات پوچھے کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور کیوں آئے؟ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ساری سرگزشت ان کو سنائی، انہوں نے فرمایا اب خوف نہ کرو تم بچ نکلے ہو۔

| | |
|---|---|
| فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (پ۲۰، قصص ۳) | پس جب پہنچے موسیٰ شعیب کے پاس اور بیان کی اس سے اپنی سرگزشت، کہا اس نے مت ڈر، بچ آیا تو قوم بے انصاف سے |

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی علم غیب نہ تھا، کیونکہ ان کو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات ان کے بیان کرنے ہی سے معلوم ہوئے، قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ کے الفاظ اس پر اچھی طرح سے دلالت کرتے ہیں، اور اس سے پہلے ان کو معلوم نہ تھے اگر ان کو علم غیب ہوتا تو ان کو پہلے ہی سے ان حالات کا علم ہوتا اور ان کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرنے کی مطلقاً ضرورت پیش نہ آتی۔

## علم غیب اور حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے انسانوں، جنوں، پرندوں اور دیگر مختلف مخلوق پر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بادشاہت عطا فرمائی تھی، ان کی فوج کے مختلف گروہ اور ٹکڑے تھے اور وہ باقاعدہ ان کی حاضری لیا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے حاضری لی اور ہُدہُد نظر نہ آیا، حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں

واقعی ہُد ہُد غائب ہے یا مجھے نظر نہیں آتا۔ میں ضرور اس کی اس حرکت بے جا پر سخت سزا دوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ میں اس کو ذبح ہی کر ڈالوں یا میرے پاس کوئی معقول عذر پیش کرے۔ اتنے میں ہُد ہُد بھی آ نکلا۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی تو ہُد ہُد نے کہا۔ میں ملک سبا کے کچھ حالات معلوم کر کے آیا ہوں کہ وہ آپ کو معلوم نہیں۔ چنانچہ اس نے وہ تمام واقعات جو ملک سبا کے متعلق اس کو معلوم تھے بیان کئے۔ قرآن کریم کے بعض الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ○ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ○ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ○

(پ ۱۹ نمل ع ۲)

اور خبر لی جانوروں کی سلیمان نے تو کہا کیا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہُد ہُد کو یا ہے وہ غائب، اس کو سزا دوں گا سخت سزا یا ذبح کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس کوئی سند صاف۔ پس ہُد ہُد نے آ کر کہا میں نے ایسی چیز دیکھی کہ تم کو اس کی خبر نہیں اور لایا ہوں تیرے پاس ملک سبا سے ایک خبر سچی تحقیق۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہ تھا۔ اگر ہوتا تو جانوروں کی حاضری نہ لیا کرتے۔ اور جب ہُد ہُد کو نہ پایا تو پریشان نہ ہوتے کیونکہ ان کو معلوم ہونا چاہئے تھا کہ ہُد ہُد ایک بڑی مفید جاسوسی کرے گا جس سے ملک سبا کے لوگ ایمان بھی لے آئیں گے اور وہ ملک بھی ہمارے زیر اثر ہو جائے گا۔ پھر ہُد ہُد نے تو کمال ہی کر دیا۔ کہ آپ کو ہی کہتا ہے کہ مجھے ایک خبر معلوم ہے مگر آپ کو اس کا علم نہیں کہ ملک سبا میں ایک عورت بادشاہی کرتی ہے۔ اگر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو ان کو ضرور ملک سبا اور ملکہ سبا کے حالات معلوم ہوتے۔ ہُد ہُد بیچارہ یہ سب کچھ کہہ چکا ہے لیکن حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابھی تک یقین نہیں آیا وہ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ رقعہ لے جاؤ۔ ان کا جواب لے آؤ تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ○ (پ ۱۹ نمل ع ۲) کیا تو نے سچ کہا یا تو جھوٹ کہنے والوں میں سے ہے۔

**لطیفہ:** ان آیات سے معلوم ہوا کہ جانوروں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ غیب کا علم پیغمبروں کو بھی نہیں ہوتا۔ اور آج کل اکثر انسان بھی اس کو نہیں مانتے۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا

## فریق مخالف کا جواب اور اس کا پس منظر

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۹ اس سے بھی تم نے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی دلیل پکڑی ہے حالانکہ تمہارا یہ دلیل پکڑنا ہی کمزوری ہے۔ کیونکہ آپ کا ناواقف ہونا تب ثابت ہوتا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے تو جب آپ نے اس پرندے کو جو مجلس سے غیر حاضر تھا اسی کو فرمایا کہ میں آج مجلس میں دیکھتا نہیں ہوں کیا بات ہے؟ کیونکہ اگر غیر حاضر کو بلا اظہار سبب اپنے علم پر ہی موقوف رکھتے تو یہ شاہی عدالت کے خلاف تھا۔ کیونکہ وہ حضر وقتوں میں کبھی اور بلا وجہ غیر حاضر ہو جاتے الخ (مقیاس حنفیت ص ...)

**جواب** یہ ہے مولوی محمد عمر صاحب مناظر اسلام کا جواب۔ سبحان اللہ تعالیٰ دماغ پر بل نہ ڈالئے۔ میں بھی بہت خوش ہوں گے کہ میں نے جواب دے کر چار چاند لگا دیئے اور ان کے حواری بغلیں بجاتے ہوں گے کہ واہ واہ مولوی محمد عمر صاحب نے کمال ہی کر دیا مگر درحقیقت کمال کی ہی مٹی پلید کر دی ہے۔ مولوی صاحب کو ذرا ہوش میں آ کر یہ جاننا چاہئے کہ آپ نے تحریر لکھا ہے کہ آپ کا ناواقف ہونا تب ثابت ہوتا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے تو کیا اس واقعہ سے ناواقفی صرف اس بات پر ہی موقوف ہے کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے؟ کیا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ سے اس واقعہ سے ناواقفی ثابت نہیں ہوتی؟ کہ

مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ○ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ (پ ۱۹ - نمل ۲۰)

کیا خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر صاحب تاج و تخت کے مالک حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم غیب ماکان و مایکون اور حاضر و ناظر ہو کر ہدہد کو یہ فرمایا ہے؟ باقی شاہی انتظام اپنے مقام پر صحیح ہے اس سے بحث نہیں ہے۔ بحث صرف اس میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہدہد اور اس کے حالات کو جانتے اور دیکھتے ہوئے یہ فرمایا ہے؟ یا کیا عالم کل اور حاضر و ناظر سے بھی کوئی چیز غائب ہوتی ہے؟ الغرض مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب نہایت لچر اور بے معنی ہے اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ ۲۱ اس ہدہد کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا کہ واقعی آپ کو خبر نہ تھی۔ ہدہد سمجھا کہ

شاید اس کی خبر حضرت کو نہ ہوگی یہ کہہ دیا لہٰذا اس سے سند نہیں پکڑی جا سکتی (زبدۃ الحق ص ۱۹۱)

**جواب** مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر واقعی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کا علم ہوتا تو وہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ۔

قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ○ سلیمان نے فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں شامل ہے۔

کیا خدا تعالیٰ کے نبی نے علم رکھتے ہوئے اور ہدہد کا بیان سنتے ہوئے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹ؟ میرا یہ خط لے جا اور ان کا جواب لے آ۔ اور مفتی صاحب ہی از راہ انصاف یہ فرمائیں کہ کیا یہ قرآن کی آیت نہیں ہے؟ اور کیا قرآن نے حضرت ہدہد ہی کی بات نقل کی ہے یا حضرت سلیمان علیہ السلام کا ارشاد بھی نقل کیا ہے؟ اور کیا مفتی صاحب کے نزدیک قرآن کریم کے صریح مضمون سے بھی سند نہیں پکڑی جا سکتی؟

مفتی صاحب ایک وقت ایسا آنے والا ہے جس میں خدا کی سچی عدالت میں رتی رتی کا حساب ہو گا اور دنیا کی ناپائدار وجاہت اور علمی ٹھاٹھ سب فراموش ہو جائیں گے ؎

باش تا طبل قیامت بزند     آن تو نیک آید و یا این بد

ازالۃ الریب طبع اول کے وقت مفتی صاحب زندہ تھے اس انداز سے ان سے خطاب تھا اور اب تو وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور سب برزخی معاملات کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔

یہ تو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ تھا اب ذرا حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ اور واقعہ بھی سن لیجئے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں تھیں ایک بڑی اور دوسری چھوٹی دونوں کی گود میں لڑکے تھے کہیں جنگل میں تھیں کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور (بڑی) کے لڑکے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا جو لڑکا بچ گیا تھا اس کے بارے میں اختلاف ہوا۔ بڑی نے کہا یہ میرا ہے، چھوٹی نے کہا یہ میرا ہے دونوں حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس فیصلے کے لیے گئیں۔ بڑی چونکہ عمر رسیدہ اور پختہ کار تھی اس نے بیان کا ایسا طریقہ اور پیرایہ اختیار کیا کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو بچے کا حقدار قرار دیتے ہوئے بچہ اس کے حوالہ کر دیا اور دوسری کو محروم کر دیا۔ بڑی بہت شاداں و فرحاں واپس ہوئی اور چھوٹی کی دنیا کی جنت

ہی کچھ اور تھی۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حالات کا جائزہ لیا تو ان کو شک ہوا۔ انہوں نے فرمایا: اگر مجھے فیصلہ کا حق ہوتا تو میں بھی فیصلہ کرتا۔ چنانچہ ان کو حکم بنایا گیا۔ انہوں نے خادم کو کہا: چھری لاؤ۔ چھری پیش کی گئی۔ انہوں نے فرمایا: میں لڑکے کو دو ٹکڑے کر کے تمہیں دیتا ہوں۔ بڑی خاموش ہو گئی۔ مگر چھوٹی کہنے لگی کہ بچا کے چار ٹکڑے ہو جائیں یہ کیا غضب ہے! لیکن چونکہ لڑکا چھوٹی کا تھا وہ اس فیصلہ کو برداشت نہ کر سکی۔ سمجھتی تھی کہ اگر بچہ زندہ رہا تو کبھی کبھی تو دیکھ ہی لیا کروں گی۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حیلے سے حقیقت کو تاڑ لیا۔ اور کیا بعید ہے کہ بڑی نے بعد میں اقرار بھی کر لیا ہو۔ بہرحال وہ بچہ چھوٹی کے حوالے کر دیا گیا (یہ روایت بخاری ج ۱ صفحہ ۴۸۷ و مسلم ج ۲ صفحہ وغیرہ میں موجود ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو وہ کبھی دیدہ دانستہ چھوٹی (جس کا حقیقتہً وہ لڑکا تھا) کا حق بڑی کو نہ دلواتے (العیاذ باللہ تعالیٰ) مگر معاملہ اس کے برعکس ہے کہ وہ غیب کے علم سے متصف نہ تھے۔

فریق مخالف کا تو یہاں تک غلو ہے کہ ہر رحم کے حالات سے بھی کلی واقف ہوتے ہیں اور نطفہ کے قرار پکڑنے کا بھی ان کو علم ہوتا ہے۔ لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچہ پیدا ہو چکنے کے بعد بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس کا بچہ کھویا گیا اور کس کا زندہ رہا۔ اور حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اگر علم غیب ہوتا تو اس تدبیر کی ضرورت ان کو محسوس نہ ہوتی۔

**فائدہ ۷:** بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ چونکہ تو اپنی جگہ ہے، حیوانات کو بھی علم غیب ہوتا ہے مثلاً حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فوج جب وادی نمل کو جا رہی تھی تو ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو کہا کہ اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ کہیں وہ تمہیں روند نہ ڈالیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ چیونٹی کو بھی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے لشکر کا علم تھا۔ لہٰذا ان کا بھی غیب ثابت ہوا۔

**جواب** اگر وہ لوگ قرآن کریم کے اصل مضمون کو دیکھتے تو ان کو اسی مضمون سے علم غیب کی نفی ملتی، لیکن کیا کیا جائے غور کرتے ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حَتّٰٓی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ ۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچے چیونٹیوں کے میدان پر کہا ایک

يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○ (پ ۱۹ نمل ۲) چیونٹیو! گھس جاؤ اپنے گھروں میں نہ پیس ڈالے تم کو سلیمان اور اس کی فوجیں اس حال کہ خبر بھی نہ ہو۔

یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب فوج چیونٹیوں کے میدان میں پہنچی تو اس وقت چیونٹی کو اس کا علم ہوا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مختلف قسم کے حیوانات پر حکومت عطا فرمائی تھی، لہٰذا چیونٹیوں کو بھی خداداد حس سے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی فوجوں کا اجمالی علم ہو گیا۔ اس سے چیونٹیوں کے علم غیب پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ استدلال بہت زیادہ قریب ہے کہ چیونٹیوں میں بھی خدا تعالیٰ نے یہ فطرت، حس اور شعور رکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے پیغمبر کو بھی غیب نہیں ہوتا کیونکہ چیونٹی نے کہا کہ "وہ بے خبری میں تمہیں روند ڈالیں" اور چونکہ عالم الغیب کبھی بے خبر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ آیت بھی صاف دلالت کرتی ہے کہ چیونٹیاں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے لشکر کو (جس میں الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ بھی ہوگا اور دیگر تمام فوجی اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی بھی ہوں گے) ایسے مخبر ثابت کرتی ہیں جو ان کے غیب دان ہونے کی نفی پر صراحت سے دال ہے۔

# علم غیب اور حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام

قرآن کریم میں مختلف اسلوب سے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ مختصر الفاظ میں ان کا قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مضافات موصل میں شہر نینوی کی طرف حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تقریباً لاکھ سوا لاکھ انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ انہوں نے اپنی طاقت و ہمت کے مطابق لوگوں کو تبلیغ کی مگر قوم نہ مانی۔ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہی ان لوگوں سے ناراض ہو کر چلے گئے اور وعدہ کر گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا (ملخصاً ابن کثیر ج ۲) قوم نے عذاب کے کچھ آثار دیکھے ہوں گے، گھبرا کر سب نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو راستہ میں ایک دریا سے گزرنا پڑا۔ کشتی پر سوار ہوئے، جب کشتی دریا میں پہنچی تو کشتی غرق ہونے لگی۔ کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو نیچے پھینک دیا جائے، قرعہ اندازی

ہوئی تو قرعہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر نکلا وہ دریا میں پھینک دیے گئے۔ مچھلی نے ان کو لقمہ بنا کر نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ تسبیح پڑھنے والوں میں نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے۔ مچھلی کو تنبیہ ہوئی کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام تیری غذا نہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم نے ان کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔ (ابن کثیر جزو ۲۳ ص۱۴۲) حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لغزش پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی تو ان کو معافی ملی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ ۝

(پ ۱۷ - الانبیاء)

اور مچھلی والے کا واقعہ جب چلا گیا خفا ہو کر پھر سمجھا کہ ہم نہ گرفت کریں گے اس پر پھر پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی خدا نہیں سوا تیرے تو پاک ہے بے شک میں تھا قصور کرنے والوں میں پھر سن لی ہم نے اس کی فریاد اور بچا دیا اس کو غم سے اور یوں ہی ہم بچا دیتے ہیں ایمان والوں کو۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہوتا تو ان کو پہلے ہی یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میں خدا کے حکم کے بغیر یہاں سے نہ جاؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی داروگیر ہوگی اور قید و بند یہ رنج کے علاوہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوگی۔ یہ الگ بات ہے کہ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی عنایات سے انہیں نوازا اور ان کی اس لغزش اور خطائے اجتہادی سے درگذر فرمایا۔

## علم غیب اور حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے تیسرے پارہ میں ایک صاحب کا قصہ بیان فرمایا ہے جمہور مفسرین کرام کا بیان ہے کہ وہ بزرگ حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے نبی تھے۔

(مستدرک ج۲ ص۲۸۲ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما)

واقعہ یہ ہے کہ کسی اجڑی ہوئی بستی پر ان کا گزر ہوا۔ اس کی خراب حالت کو دیکھ کر انہوں نے بطور تعجب کے
فرمایا یہ بستی بھی کسی وقت آباد ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت پر یقین دلانے کے لیے
ان کو وفات دے دی۔ ان کے پاس گدھا تھا وہ بھی فنا ہو گیا۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں۔ وہ اللہ
نے محفوظ کر کے اپنی قدرت بتلا دی کہ عادتاً جو چیز جلدی خراب ہو سکتی ہے ہم اس کو کس طرح بچا لیتے
ہیں اور جو چیز (مثلاً گدھا وغیرہ) جلدی ضائع نہیں ہو جاتی ہم اس کو کس طرح فنا و برباد کر دیا کرتے ہیں۔
غرضیکہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کر کے ان سے پوچھا
کتنا عرصہ مردہ رہے۔ فرمانے لگے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم تو سو سال
مردہ رہے۔ قرآن کریم کے اصل الفاظ ملاحظہ کر لیں۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ
عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ
مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ
قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ
يَوْمٍ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ
طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانظُرْ
إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ
إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا
فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ (پ ۳ - بقرہ - ۳۵)

یا مثل اس شخص کے کہ گزرا ایک شہر پر اور وہ گرا ہوا تھا اپنی چھتوں
پر بولا کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ اس کے خراب
ہونے کے بعد پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے سو برس
پھر اٹھایا اس کو کہا تو کتنی دیر یہاں رہا کہا میں رہا ایک دن یا ایک
دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور
پینا سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا
چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو
کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت
پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا مجھ کو معلوم ہے کہ
بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے ہی سے وہ کیفیت معلوم
ہوتی جو بعد کو معلوم ہوئی تو وہ کبھی اس پر تعجب نہ کرتے اور پہلے ہی سے اطمینان کر لیتے۔ اور اگر
ان کو علم غیب حاصل ہوتا تو کبھی بھی وہ سو سال کی طویل عمر کو ایک دن یا دن سے بھی کم کے ساتھ تعبیر
نہ کرتے مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی بخوبی معلوم ہو گئی کہ مرنے کے بعد
بھی انسان کو علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ بعض نادان لوگ سمجھے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان

کی سعی کو ترقی ہو جاتی ہے اور اس پر اسرار کھلنے لگ جاتے ہیں اور علم غیب کلی کے ادراکات اور حکایات اس پر روشن ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ دعوے بالکل بے بنیاد ہے۔ جب جزوی واقعات کلی ذرائع نہیں ہیں۔

# علم غیب اور حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام

عرصہ دراز تک حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اولاد کے لیے دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپے تک پہنچ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت مریمؑ کے کمرے میں داخل ہوئے تو ان کے پاس ایک ٹوکری میں بے موسم انگور دیکھے (ٹوکری میں بے موسم انگور دیکھ کر دل کا حال اور باوجود بڑی عمر ہونے کے لڑکے کی یقین ولادت تھا ورنہ ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مستدرک ج ۲ ص ۵۹۲ قال الحاکم والذہبی صحیح) دعا کی کہ جو خدا تعالیٰ اس کو بے موسم میوے دے سکتا ہے شاید کہ وہ مجھے بھی اولاد دے دے۔ نماز کی حالت میں فرشتہ نے خوشخبری سنا دی کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایک لڑکا دے گا جس کا نام یحییٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوگا۔ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے لڑکا کہاں سے ہوگا؟ ارشاد ہوا اسی طرح ہوگا۔ فرمایا قریب ہے کوئی نشانی ہو جس سے میں سمجھ سکوں کہ اب بیوی کو امید ہو گئی ہے۔

| | |
|---|---|
| قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا (پ ۳۔ آل عمران ۴۱) | فرمایا خدا تعالیٰ نے نشانی تیری یہ ہے کہ تو بات نہ کر سکے گا لوگوں سے تین دن تک مگر اشارہ سے |

اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو اپنی بیوی کے حمل کا علم بغیر نشانی اور علامت کے بھی ان کو ہو جاتا۔ لیکن چونکہ ان کو آخر عمر تک علم غیب نہ تھا اس لیے نشانی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مگر فریق مخالف کا یہ لغو اور بے بنیاد دعوے ہے کہ ان کے نزدیک ولایت اور بزرگی کے لیے یہ شرط ہے کہ جب بھی نطفہ رحم (بقول ان کے فرج و شرمگاہ) میں قرار پکڑے تو ان کو علم ہو (العیاذ باللہ تعالیٰ) (ملاحظہ ہو تحریر یا الظفر، کرخی صمصام الاول کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔

# علم غیب اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

قیامت کے دن خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب یہ سوال فرمائے گا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا ہے کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا دو معبود بنا لو تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے: تو پاک ہے مجھے کیا حق ہے کہ میں ایسی بات کہتا جس کا میں سرے سے حقدار ہی نہ تھا، اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہوتی تو وہ تجھ کو معلوم ہے کیونکہ تو میرے جی کی باتیں جانتا ہے اور میں تیرے جی کی باتیں نہیں جانتا، اس لیے کہ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ. (بے شک تو ہی ہے خوب اور چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا) میں نے تو ان کو وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ لوگو صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے۔

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (پ ۷ - مائدہ - ۱۶)

اور میں ان سے خبردار تھا جب تک کہ میں ان میں موجود تھا پھر جب تو نے مجھ کو اپنی طرف (مطلب) اٹھا لیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

اس مضمون سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم ؓ کو عیسائیوں نے الٰہ بنا لیا ہے۔ مگر ان کے تفصیلی حالات کا علم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں؛ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا تو میں ان کے اعمال کو دیکھتا رہا۔ (وکنت انا الشہید علی اصحابہم حین کنت بین اظہرہم۔ ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۶) مگر جب تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا تو بعد کے حالات کی مجھے خبر نہیں کہ وہ کیا کرتے اور کہتے رہے؟ تو ہی ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہوتا تو ان کو تفصیل سے یہ معلوم ہوتا کہ قوم نے ان کے بعد کیا کچھ کہا ہے بعد از نزول من السماء کے بعد اگرچہ اجمالی طور پر ان کو اس کا علم حاصل ہوگا مگر تفصیل پھر بھی معلوم نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے تفصیلی اور محیط علم کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں جیسا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال کریں گے کہ تمہیں اپنی اپنی امت اور قوم کی طرف سے کیا جواب دیا گیا؟ تو وہ فرمائیں گے

کہ ہمیں اس کا علم نہیں مطلب یہ ہے کہ خداوندا تیرے علم کامل اور محیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں لہٰذا قادیانیوں کا اس آیت کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر استدلال بالکل باطل ہے

**فائدہ**: بزرگان دین کے اس تعبیر شہادت سے بھی کسی کو ہرگز یہ مغالطہ نہ ہو کہ اس سے غیر اللہ تعالیٰ کے علم غیب یا حاضر و ناظر کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہم نے تبرید النواظر میں اس مسئلہ کی با العموم و طریقہ تحقیق کردی ہے وہاں بھی ملاحظہ کرلی جائے۔

**فریق مخالف کا مغالطہ** مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ: اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ﴿وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ﴾ میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو کچھ جمع کرتے ہو۔ دیکھو کسی کا گھر میں کھانا اور رکھنا گیا جہاں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود نہیں تھے اور اس کی خبر آپ باہر سے دیتے ہیں یہ ہے علم غیب۔ (انتہیٰ بلفظہٖ جاء الحق ص ۱۰۹)

**جواب** مفتی صاحب کا اس مضمون سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر استدلال محض اپنے ناواقف دل کی تسکین ہی ہو سکتی ہے اور بس۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عملی معجزات کے بعد علمی معجزات کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا کہ

| | |
|---|---|
| وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ (پ ۳ - آل عمران - ۵) | اور میں بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو رکھ آؤ اپنے گھر میں اس میں نشانی پوری ہے تمہارے لیے اگر تم یقین رکھتے ہو۔ |

اس آیت کے شروع ہی میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ خطاب صرف بنی اسرائیل کو ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت بھی صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی طرف تھی (ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۴) مگر صد افسوس کہ یہ مسکار بھیڑیں اسے مطلب کا بہانہ بنا کر اصل تعلیم چھوڑ بیٹھی ہیں اور اب آسمعنی پر تابعش ہیں۔ چند قومی اور ملکی لوگوں کے کھانے اور پینے اور گھر میں اکل و شرب کی بعض اشیاء کو ذخیرہ بنا کر رکھنے کے علم سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر قوم ہر ملک اور ہر اہل مذہب کے متعلق تفصیلی حالات معلوم تھے؟ بیشک زمانہ کے بعض لوگ بطور خصوصیت سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آتے جاتے تھے اور بعض حالات کے علم سے جو لوگوں کے ایمان اور

یقین کو ڈھلانے کے لیے اعلیٰ معجزہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا تھا علمِ غیب کیسے ثابت ہوا؟ غیب کی چند خبروں اور جزئیات کو بھی "علمِ غیب" سے تعبیر کرنا مفتی احمد یار خان ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ آخر مفتی جو ہوئے۔ ہم آئندہ باحوالہ عرض کریں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اقرار فرمایا کہ قیامت کی خاص گھڑی کا علم مجھے نہیں ہے۔ مگر مفتی صاحب کے نزدیک ان کو غیب کا علم حاصل تھا۔ ہم تو اسی کے قائل ہیں جس کے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود قائل تھے مفتی صاحب اپنے لیے سوچ لیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں! ؎

وہ تری گلی کی قیامتیں کہ لحد کے مردے اکھڑ گئے
یہ مری جبین نیاز ہے کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

مولوی محمد عمر صاحب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب پر استدلال کرتے ہوئے اسی مسئلہ سے غیر متعلق آیت سے اپنا باطل مدعا ثابت کرتے ہوئے طویل کلام میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

"چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی والدہ کی برأت سے پہلے اپنے رب کی عبدیت فرمائی۔ فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ آپ کو آنی کے ابن اللہ کہنے کا علم اسی وقت تھا جس بنا پر آپ نے اس کا رد کرتے ہوئے اپنے اللہ کی عبدیت فرمائی۔ جس سے آپ کے علمِ غیب کا ثبوت ملا اور علم ما فی غد کی دلیل بیان فرما دی۔ پھر اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ فرما کر علم مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا کا اظہار فرمایا اور وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا سے ثابت کر دیا کہ نبی اللہ کی نظرِ بصیرت علمِ غیب پر ہوتی ہے" (مقیاس ص ۲۴۲)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ:

"فرمایا وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا میں اپنی ماں کے متعلق ہوں یعنی مجھے اللہ نے پیغمبر کا رتبہ عطا فرمایا ہے اور میری والدہ بھی بڑی متقیہ ہے۔ میری والدہ کی عصمت کا ثبوت واضح ہے کیونکہ اللہ نے مجھے متکبر اور بدبخت نہیں بنایا۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے متکبر اور بدبخت بنا دیتا تو یہ علامت ولد الزنا کی ہوتی ہے۔ جب میں متکبر اور شقی نہیں تو ولد الزنا نہیں معاذ اللہ اور جب میں ولد الزنا نہیں تو میری والدہ منکوحہ نہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو اس آیت کریمہ سے ما فی الارحام کا علم اور ما فی القلوب کا علم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے ایضاً ثابت ہو گیا" (ملخصاً مقیاس ص ۲۴۳)

**جواب** مولوی محمد عمر صاحب نے علم غیب کا عقیدہ ترجیح دینے کا مسئلہ جو اس آیت سے کشید کیا ہے اور اپنی شعوریت اور سرشت سے مجبور ہو کر جو کچھ کہا ہے: وہ نہ صرف یہ کہ مغالطہ انگیز اور بے جا و بیہودہ ہے بلکہ اخبار غیب اور اشیاء غیب کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے اور وہ بھی شیر خوارگی کے عالم میں، اس کا کس کو انکار ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عبدیت اور رسالت کا اور نیز اپنی والدہ ماجدہ کی عفت اور پاکدامنی کا جو اظہار فرمایا ہے اور جس چیز کی حضرات نے منجانب اللہ اطلاع دی ہے وہ بالکل حق ہے مگر اس میں اپنی والدہ کی بعض خصوصیات کا ذکر ہے اس میں مخلوقات کے حالات کا ذکر نہیں ہے۔ ایسی چند جزئیات کو کلّی کا درجہ دینا اور اس پر اپنی باطل پرستی کی دیوار اور عمارت کو استوار کرنا کسی عقلمند کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے جس علم غیب کے مسئلہ کا فریقین میں تنازع اور اختلاف ہے، یہ آیت اور آیت کا کوئی بھی جملہ اس پر ہرگز دلالت نہیں کرتا اور جو چیز اس سے ثابت ہے وہ تو متنازع فیہ ہے اور نہ مولوی محمد عمر وغیرہ کو مفید ہے۔ کما لا یخفی علی احد من اھل (النظر)۔ خواہ مخواہ کھینچ کھانچ کر لینے کا نام ہرگز دلیل اور ثبوت نہیں ہوا۔ دعوے اور دلیل میں مطابقت، پھر جو دلیل بھی آیت اور حدیث وغیرہ سے پیش کی گئی ہو اس سے اس کا ثبوت اہل علم کے نزدیک ضروری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مولوی محمد عمر صاحب اپنی مرضی کی ایک ڈگمگ ہی کہتے چلے جائیں اور مختلف بلکہ بیسیوں آیات اور حدیث کو اپنی دلیل بناتے رہیں۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے؟ ؎

لاکھ زلفوں کو سنوارے بھی تو کیا ہوتا ہے
حسن انسان کا جب تک کہ خداداد نہ ہو

اس باب کے آخر میں ہم قرآن کریم کی ایک آیت اور اس کی تفسیر میں معتبر اور مستند تفاسیر کے حوالے عرض کرتے ہیں جن میں تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اقرار سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ جس سے ایک منصف مزاج آدمی بخوبی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ حق کس کے ساتھ ہے اور باطل پر کون ہے؟ ؎

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام کائنات کو میدان محشر میں اکٹھا کرے گا اور تمام حضرات انبیاء کرام

علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی وہاں جمع کرے گا۔ پھر سوال فرمائے گا:۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ (پ ۷، المائدہ ۱۰۹)

جس دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر سوال کرے گا تمہیں کیا جواب ملا تھا۔ وہ عرض کریں گے ہم کو علم نہیں تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا۔

یہ سوال محشر میں امتوں کے روبرو پیغمبروں سے کیا جائے گا کہ دنیا میں جب تم ان کے پاس پیغام حق لے کر گئے تھے تو انہوں نے کیا جواب دیا تھا اور کہاں تک انہوں نے دعوت الٰہی کی اجابت کی تھی۔

چونکہ ہر نبی اور رسول سے اس کی ساری امت کے متعلق سوال ہوگا خواہ وہ امتی قریب ہوں یا بعید، ان کی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پہلے وفات ہو گئی ہو یا بعد تک زندہ رہے ہوں اور نیز ظاہری و باطنی جملہ کیفیات اجابت اس میں داخل ہیں۔ اس لیے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب اس کے بغیر اور کیا ہو سکے گا کہ لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں کوئی علم نہیں۔ غیوب کا جاننے والا تو صرف تو ہی ہے اور جب کہ بنی آدم کے جملہ ظاہری و باطنی احوال ما کان و ما یکون میں داخل ہیں تو معلوم ہوا کہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی و رسول کو نہیں اور نہ قیامت تک ہوگا کیونکہ ان تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ بیان قیام قیامت کے بعد ہی ہوگا۔ قرآن کریم کی یہ نص قطعی الدلالت ہے صاف بتا رہی ہے کہ عالم الغیب اور ظاہر و باطن کا جاننے والا اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں۔ اگرچہ وہ رسول اور نبی ہی کیوں نہ ہوں۔ اور یہ وہ بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام قوموں اور امتوں کے روبرو پیش کریں گے۔

اس آیت میں حضرات مفسرین کرام کو ایک اشکال یہ پیش آیا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی امتوں کے جواب کا فی الجملہ علم تو ضرور ہے پھر حق تعالیٰ کے سامنے انہوں نے مطلقاً علم کی نفی کیوں کر دی؟ اس اشکال کو حل کرنے کے لیے حضرات مفسرین کرام کے چند اقوال ہیں اور چونکہ ان میں سے اکثر میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ سب اپنی اپنی جگہ پر درست ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:۔

معناہ لا علم لنا كعلمك فيهم لانك تعلم — اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو ان کے متعلق اے اللہ تعالیٰ تیرے جیسا

فعلمنا بالنسبة الى علمك كلا علم انك انت علام الغيوب

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۲)

معانی کے باطن کا علم ہم کو نہیں اے اللہ ہر چیز کو جاننے والا علیم
چیزیں پوری طرح سمجھنے والا ہے پس ہمارا علم تیرے علم کے مقابلے میں
مثل عدم علم کے ہے کیونکہ تو ہی علام الغیوب ہے۔

اور المفتی الشیخ محمد عبدہ المصری (المتوفی ۱۳۲۳ھ) لکھتے ہیں کہ:-

یعنی انه لیس نفی لعلمهم بالطوق وانما هو
نفی لعلم الاحاطة الذی هو خاص بالخلاق
العلیم اذ الرسل کانوا یعلمون ظاهر ما
اجیبوا به من مخاطبیهم ولا یعلمون بواطنهم
ولا ما کان من خبر سیرتهم من اممهم الا ما اوحاه
تعالی الیهم من ذلک وهو قلیل من کثیر

(المنار ج ۷ ص ۲۲۶)

اس سے مطلق علم کی نفی نہیں ہے بلکہ اس سے اس علم کی نفی
ہے جو محیط ہو جو خاصہ باری تعالیٰ ہے کیونکہ حضرات انبیاء
کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو مخاطبین کے ظاہری جواب کو جانتے تھے
مگر ان کے باطن سے وہ مطلع نہ تھے اور اسی طرح امت کی ان افراد کا علم
بھی ان کو نہ تھا جن کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے
دیکھا نہیں یا ان کے بعد ہوئے سوائے ان حالات کے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر
وحی کیے تھے مگر وہ کثیر مقدار میں بہت ہی کم تھے۔

حضرات مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اگرچہ یہ معلوم تھا کہ ہماری حیات میں فلاں فلاں نے ہماری دعوت پر لبیک کہا تھا اور ہماری بات کو قبول کیا تھا، لیکن ان کو پہلے سے طور پر یہ معلوم نہ تھا کہ ان میں سے کون آخر پر قائم رہا اور کس کا کیا انجام ہوا اور کس نے کیا کیا نئی بدعات نکالیں اس لیے وہ فرمائیں گے کہ لا علم لنا ہم کو ان کے انجام اور ہماری وفات کے بعد کے حالات کا علم نہیں ہے اور جزا و سزا کا تعلق خاتمہ ہی سے ہے (دیکھئے ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۲، معالم ج ۲ ص ۲۱، خازن ج ۲ ص ۲۱، ابوالسعود ج ۴ ص ۲۴، مدارک ج ۱ ص ۲۴۲، بیضاوی ج ۱ ص ۳۸۱، جامع البیان ج ۱ ص ۱۰۶، اور تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۵۲ وغیرہ) اس قول سے بھی بخوبی ثابت ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ان کی امتوں پر جو جو احوال طاری ہوئے ان کا تفصیلی علم ان کو نہ تھا اور اگر جمیع ماکان و ما یکون کا علم ان کو ہوتا تو ضرور اس کا علم بھی ان کو ہوتا۔

تیسری توجیہ حضرت امام رازی نے یہ فرمائی ہے کہ علم سے مراد خاص علم یقینی ہے جو احکام آخرت میں معتبر ہوتا ہے اور مخلوقات میں سے ایک کو دوسرے کے اندرونی احوال کا جو علم ہوتا ہے وہ علم

طور پر ظنی ہوتی ہے۔ مگر یہ کہ وحی سے ہو اور وہ احکام دنیوی میں تو معتبر ہے مگر عالم آخرت کے احکام میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لیے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یہ ارشاد فرمائیں گے لَا عِلْمَ لَنَا ہم کو اپنی اُمتوں کے اعمال کا علم یقینی نہیں (ملخصاً تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۹۶) اس توجیہ سے بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

چوتھی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ لا علم لنا کا مطلب یہ ہے کہ خدایا ہم کو معلوم نہیں کہ آپ کے اس سوال میں کیا حکمت مضمر ہے (معالم ج ۲ ص ۳ وخازن ج ۲ ص ۳) یہ قول قیل سے نقل کیا گیا ہے۔ ناقل کا بھی علم نہیں کہ کون تھا اور کیا تھا! پھر سیاق و سباق سے اس کا ربط بھی قدرے بعید ہے۔ تاہم ہمارے مدعیٰ کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

پانچویں توجیہ اس کی یوں کی گئی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم تو تھا کہ امتیوں نے کیا جواب دیا مگر سکوت اور ادب و تواضع کے طور پر یہی مناسب سمجھیں گے اور فرمائیں گے کہ لَا عِلْمَ لَنَا ہم کو علم نہیں ہے تو ہی غیوب جاننے والا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۹۶ وخازن ج ۲ ص ۳)

حافظ ابن القیم الحنبلیؒ (المتوفی سنہ ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے گا کہ لوگوں نے تمہارا کہا مانا یا نہیں؟ تو وہ عرض کریں گے کہ اے اللہ ہمیں علم نہیں، تو ہی سب پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اس طرح لاعلمی کا اظہار کرنا پاس ادب کے علاوہ حق اور نفس الامر کے عین مطابق ہے کیونکہ ان کے علوم بلکہ سب مخلوق کے علوم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے علم کے سامنے ہیچ اور لاشئ ہیں۔ جس طرح کہ آفتاب کے سامنے ایک ٹمٹماتے چراغ کی کوئی حقیقت نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے مخلوق کے علوم کی کوئی ہستی نہیں ہے (کتاب التقدیر ترجمہ شفاء العلیل لحافظ ابن القیم ص ۳۲۲)

اس قول کو فریق مخالف نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے مگر یہ ان کی جہالت ہے، اس قول میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں کہ تمام امتیوں کے ظاہر و باطن اور جملہ حرکات و سکنات سے پیغمبر آگاہ تھے مگر ادب مع اللہ کے طور پر لَا عِلْمَ لَنَا فرمائیں گے، اور اگر یہی بات ہوتی تو اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ہی کافی تھا لَا عِلْمَ لَنَا کی کیا ضرورت تھی؟ جیسا کہ کسی متامل پر مخفی نہیں ہے اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ کیا ادب مع اللہ اور تواضع اسی طرح سے پیدا ہو گا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام دیدہ و دانستہ خلاف واقع بات فرمائیں؟ یہی وجہ ہے کہ علامہ آلوسی رح (وغیرہ) لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے لا اعلم الغیب کو تواضع اور اظہار عبودیت پر محمول کیا ہے جل منوالیس بشیئ کما لا یخفی (روح المعانی ج ۷ ص ۵۶) تو یہ مرجوح تو کیا ہوا بلکہ یہ بالکل باطل اور لا یعبأ بہ کے درجہ میں ہے۔ اور صاحب مواقف رحمہ اللہ ہیں) لکھتے ہیں کہ لو قصد انہ فی معرض التواضع اھ ہم تسلیم کرتے کہ یہ تواضع پر محمول ہے یعنی یہ کہ علم تو ان کو ہو مگر محض تواضع کے طور پر اس کی نفی کریں یہ ہم نہیں مانتے۔

فریق مخالف کی عجیب منطق اور نرالی حجت ہے۔ اس توجیہ کا بصورت صحت صریح یہی مطلب ہوگا کہ اے خداوند کریم ہم کو تفصیلی اور یقینی علم تو تھا ہی نہیں، اور جس قدر تھا بھی تو اس کا اظہار اس موقعہ پر کوئی خاص فائدہ نہیں دیتا، اس لیے از رو ادب و تواضع ہم یہ کہتے ہیں لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔ تو یہ ادب اور تواضع نفس الامر کے بالکل موافق ہے نہ یہ کہ مخالف۔ لہذا یہ توجیہ بھی فریق مخالف کو سود مند نہیں ہے، بلکہ یہ ہمارے مسلک کے بالکل عین موافق ہے۔ پھر یہ بھی خیال رہے کہ اس توجیہ کو محض ایک احتمال کی صورت میں علامہ رازی رح اور خازن رح نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے کسی نے اس کو اختیار نہیں کیا، صرف احتمالی توجیہ کو اختیار کرنا اور مذکورۃ الصدر صحیح توجیہات کو جن میں سے بعض کو صراحت کے ساتھ بعض حضرات مفسرین کرام رح نے ترجیح دی اور اختیار کیا ہے، ترک کر دینا خالص دین سے غفلت حق جوئی سے انحراف اور محض ہٹ دھرمی ہو سکتی ہے ؎

خواب غفلت میں رہیں گے تا بکے اہل چمن
بجلی کے شعلے صحن گلستان تک آگئے

چوتھی توجیہ اس آیت کی یہ کی گئی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جس وقت یہ سوال ہوگا اس وقت گھبراہٹ و خوف و ہراس کی وجہ سے ان کے حواس باختہ ہو جائیں گے اور اس گھڑی وہ بہت سی باتوں کو بھول جائیں گے اور اس وجہ سے وہ فرمائیں گے لا علم لنا ہمیں کوئی علم نہیں، اس قول کو حضرت مجاہد رح حسن بصری رح اور حضرت ابن عباس رض کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔ (دیکھئے ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۶ و معالم ج ۲ ص ۱۱۲ و ابو السعود ج ۳ ص ۱۲۳) مگر اس توجیہ پر چند وجوہ سے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اولاً متعدد حضرات مفسرین کرام رح نے اس پر کلام کیا ہے چنانچہ حضرت رازی رح لکھتے ہیں کہ اس توجیہ

کو اگرچہ ایک جماعت نے اختیار کیا ہے مگر میرے نزدیک یہ ضعیف اور کمزور ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ توحید کے بیان میں فرمایا ہے کہ ان کو بڑی گھبراہٹ غم میں نہ ڈالے گی، اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن مومنین صالحین کے چہرے چمکتے ہوں گے اور ہشاش بشاش ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان یہود نصاریٰ صابئین میں سے جو بھی صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں ان کو ان کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی خوف طاری نہ ہوگا۔ اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔ پس جب مومنین کا یہ حال ہوگا۔

فکیف یکون حال الانبیاء والرسل اقل من ذٰلک ومعلوم انھم لو خافوا لکانوا اقل منزلۃ من ھؤلاء المؤمنین اخبر اللہ تعالیٰ عنھم انھم لا یخافون البتۃ (کبیر ج ۳ ص …)

تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال اس سے کمتر کیسے ہو سکتا ہے، اور اگر ان کو خوف ہوگا تو وہ کم درجے کے ٹھہریں گے ان مومنوں سے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان پر ہرگز کوئی خوف نہ ہوگا۔

اور علامہ خازن رح لکھتے ہیں کہ :۔

وھذا فیہ ضعف ونظر لان اللہ تبارک وتعالیٰ قال فی حق الانبیاء لا یحزنھم الفزع الاکبر (خازن ج ۲ ص …)

یہ قول ضعیف ہے اور اس میں کلام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا ہے کہ بڑی گھبراہٹ ان کو غمزدہ نہیں کرے گی۔

اور علامہ ابو السعود الحنفی رح اس قول کو نقل کرتے لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لَا عِلْمَ لَنَا کی جو اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ سے علت بیان کی گئی ہے۔ وہ اس توجیہ کے ہرگز مناسب نہیں ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ

لا یلائمہ التعلیل المذکور (ابو السعود ج ۲ ص …)

یہ مذکور تعلیل اس کے ہرگز موافق نہیں ہے۔

اور علامہ آلوسی الحنفی رح فرماتے ہیں کہ ذہول کی توجیہ پر شیخ الاسلام رح نے اعتراض کیا ہے کیونکہ :۔

اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ فی موضع التعلیل لا یلائمہ ما ذکر (روح المعانی ج ۷ ص …)

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد انک انت علام الغیوب مقام تعلیل میں ہے اور ذہول کی توجیہ کے ساتھ یہ ہرگز مناسب نہیں ہے

الغرض یہ چوتھی توجیہ اگرچہ بعض سلف سے منقول ہے مگر محققین نے بوجوہ بالا مذکورہ اس کو ضعیف اور کمزور بتایا ہے، اس لیے اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

وثانیاً کیا اس ذہول کے پیدا ہونے سے تمام ما کان وما یکون کا علم ہو تو تب ہی یہ متحقق ہو سکتا ہے؟ اگر بعض کا

علم ہو مثلاً امت کے ظاہری احوال اور امت کے جن نوازوں اشخاص کو بخشا ہے، انہی سے متعلق یہ علم ہو اور اس گھبراہٹ میں اس سے بھی ذہول ہو جائے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا؟ عقلاً اور نقلاً ذہول اور جمیع ماکان وما یکون ابھی علم میں کون سا تلازم ہے؟ اگر یہ توجیہ صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب بھی اس کے بغیر کچھ نہیں ہو گا کہ ظاہری طور پر جو محدود علم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہو گا اس سے متعلق بھی وہ فرماویں گے لا علم لنا۔ اور ورا ظاہری علم کے علاوہ باطنی اور محیط تفصیلی تو وہ انک انت علام الغیوب میں داخل ہے (کہ تو ہی جاننے والا ہے کیونکہ تمام غیوب کا جاننے والا ہی بس تو ہے)

وثانیاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کے دن خوف و ہراس ہو گا جس کی بنا پر وہ یہ علم لنا کا اظہار کریں گے تو جناب خاتم النبیین شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق خوف و ہراس کا ثبوت آپ کہیں بھی نہیں کر سکتے کہ قیامت کے دن آپ پر بھی ایسا خوف و ہراس طاری ہو گا کہ آپ کے حواس بھی بجا نہ رہیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) دیکھا آپ نے کہ ان بدعتیوں نے اپنے خانہ ساز اور جعلی عقیدہ کے لیے محض جمیع ماکان وما یکون کے علم کے تحفظ کے لیے صرف یہ تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ ان کو شدت کے ساتھ اس پر اصرار بھی ہے کہ یہ خوف و ہراس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی طاری ہو گا (معاذ اللہ تعالیٰ) اور آپ کی فضیلت اور خصوصیت کی قطعاً کوئی پروا نہ کی۔ محب ہوں تو ایسے ہوں اور عاشق ہوں تو ایسے ہوں۔ آخر توحید و سنت کا ترک کرنا ہی کچھ تو گل کھلاتا ہے ؎

عقل ان سے ہوا رخصت عقیدوں میں خلل آیا
کوئی پوچھے کہ ان کے ہاتھ کیا نعم البدل آیا

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ قیامت کے دن جب کہ ساری مخلوق پریشان اور بے چین ہو گی تو اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی دل جمعی اور استقامت حاصل ہو گی جس کی نظیر نہیں مل سکے گی اور کیوں نہ ہو آپ کی جلالت شان اور علو مرتبت ہی اس کی مقتضی ہے ؎

جسے فیض خدا سے ذوق درویشانہ ملتا ہے
اسی کو دو جہاں میں منصب شاہانہ ملتا ہے

تعجب ہے مفتی احمد یار خان صاحب (وغیرہ) پر کہ وہ صحیح اور محقق تفسیر کو چھوڑ کر سارا زور ہی اپچ

صراحت کرتے ہیں کہ تفسیر ہے یہ قیامت میں جس وقت حضرت عیسیٰ فرمائیں گے وہ وقت ہوگا جس وقت انبیاء کرام
پیش فرمائیں گے اور پھر آگے اپنی معتبر تفسیر روح البیان شریف کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ یہ جواب قیامت
کے بعض مواقعوں میں ہوگا اور اس کے بعد جو اس قائم ہوں گے تو اپنی قوم پہ گواہی دیں گے کہ ہم نے رسالت
کی تبلیغ فرما دی اور ہماری قوم نے کیا جواب دیا۔ (بلفظہ جاء الحق صلہ )

مفتی صاحب ذرا ہوش میں آکر یہ بتائیے کہ اس صفحہ میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی
فضیلت اور شان ہے کہ (ان کو تو شرمندہ کیا؟) اور اس میں توہین اور تنقیص حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
تو نہیں ہوگی؟ اگر کوئی اور ایسا کہتا تو آپ زمین کو سر پہ اٹھا لیتے مگر

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

# باب ششم

اس باب میں ہم قرآن کریم کی پانچ عدد آیات مع مستند اور معتبر تفاسیر کے پیش کرتے ہیں جن سے بخوبی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تمام پیغمبروں کے سردار امام الانبیاء، خاتم النبیین اور شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی جمیع ان امور غیبیہ کا علم حاصل نہ تھا اور نہ آپ علام الغیوب تھے اور جب آپ کو یہ مقام حاصل نہ تھا تو دیگراں چہ رسد۔

اس باب میں پیش کردہ آیات کے جوابات میں جو جو عذر لنگ فریق مخالف کی طرف سے کیے گئے ہیں ان کے چہرے سے بھی اچھی طرح نقاب کشائی کی گئی ہے۔ اور فریق مخالف کے خیالات و تفسیری بیانات کی پردہ دری بھی بخوبی کی گئی ہے مگر پردہ دری کے بغیر مخفی پردہ کا اٹھانا ہی کس نے کیا ہے؟ اور وہ تھا کہ اس باب میں گو اور بھی بہت سی آیات پیش کی جاتیں مگر خوف طوالت سے ان کو نظر انداز کیا گیا ہے تاکہ یہ کتاب دائرہ اعتدال سے نکل کر بہت زیادہ ضخیم نہ بن جائے۔ اس لیے انہی آیات پر اکتفا کی گئی ہے۔ و فیہا کفایۃ لمن لہ ھدایۃ۔

## پہلی آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

| | |
|---|---|
| إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○ (پ ۲۱، لقمان ۳۴) | بیشک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جی نہیں جانتا کہ کل کیا کمائے گا اور کسی جی کو خبر نہیں کہ کس زمین میں مرے گا بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ |

یعنی قیامت آکر رہے گی مگر کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو نہیں، نہ معلوم کب
یہ کارخانہ توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا جائے۔ زمین کی ساری رونق اور ساری برکت زمین پر مخلوق کی خوشحالی کا مدار
سب اسی بارش پر موقوف ہے۔ سال دو سال مینہ نہ برسے تو خاک اڑنے لگے۔ مگر یہ بارش کب ہوگی کہاں
ہوگی کتنی مقدار میں ہوگی کس کس تاریخ کو حاصل ہوگی۔ اس کو بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور اس
کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ ارحام کے اندر کیا ہے۔ لڑکے ہیں یا لڑکیاں۔ اکیلے ہیں یا جڑواں بچے
ہیں یا کوئی مسخ صورتیں یا ناقص الخلقت پیدا ہوں گے۔ بعد ان کی عمر کیا ہوگی، ستیٰ کتنی جئے گی، کیا کیا کام
کریں گے، سعید ہوں گے یا شقی وغیرہ وغیرہ اور نیز یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا؟ (خود منتخبہ
پروگرام کا سوال نہیں ہے) نفع کمائے گا یا نقصان اٹھائے گا یا بیمار ہو کر مرنے کے لئے زندہ بھی رہے گا
یا نہیں؟ اور موت آئے گی تو کہاں اور کس نوعیت کی؟ دفن ہوگا یا جانور کھا جائیں گے، تجہیز و تکفین کون
کرے گا؟ کس خطۂ زمین میں دفن کیا جائے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔

احادیث میں ان پانچ چیزوں کو مفاتیح الغیب کہا گیا ہے جن کا علم کلی بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی
کو نہیں ہے۔ اور علوم غیبیہ کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور
اکثر امور غیبیہ میں سے بہت سے جزئیات کا علم بھی آپ کو عطا کیا گیا۔ ہاں اکثر امور غیبیہ کی کلیات اور اصول
کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ رہی ان پانچ اشیاء کی تخصیص تو اس کی کئی وجوہ ہیں۔ اول
چونکہ سائل کا سوال انہی پانچ چیزوں سے متعلق سوال کیا تھا اس لئے جواب میں بھی ان ہی پانچ اشیاء کو خاص طور پر ذکر کیا گیا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر،
علامہ بغوی، علامہ عینی، علامہ سیوطی، علامہ آلوسی اور حضرت ملا احمد جیون الحنفی لکھتے ہیں واللفظ لہ:

نقل في تفسيرهما ان الحارث بن عمرو جاء الى
رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال اخبرني
عن الساعة ايّان مرسٰها وقد بذرت بذرا فمتى
ينزل الغيث وامرأتي حاملة فاخبرني ما
في بطنها ذكر ام انثى وعلمت ما عملت امس فاخبرني
ما اصنع غدا وعلمت اين ولدت فاخبرني اين
اموت فنزلت الآية المذكورة في جوابه يعني

اس کا خلاصہ یہ نقل کیا گیا ہے کہ حارث بن عمرو
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سوال
کیا مجھے بتائیے کہ قیامت کب آئے گی؟ اور کب اس کا قیام ہوگا؟
میں نے کھیتی بو کر اس میں بیج ڈالا ہے۔ بتائیے بارش کب
ہوگی؟ اور میری بیوی حاملہ ہے فرمائیے اس کے پیٹ میں لڑکا
ہے یا لڑکی؟ مجھے تو علم ہے کہ گزشتہ کل میں کیا کچھ کیا،
تو مجھے یہ بتائیے کہ آئندہ کل میں کیا کچھ کروں گا؟ اور مجھے علم

يعلمهن الا الله على وجه الاحاطة والشمول كليا وجزئيا فلذا فيه اطلع الله تعالى بعض خواصه على بعض المغيبات حتى من هذه الخمس لكنها جزئيات معدودة اه

(تفسیر روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۰۰)

تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی تمام کلیات اور جزئیات کا علم علی سبیل الاحاطہ والشمول علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص بندوں کو ان پانچ میں سے بعض جزئیات پر مطلع کر دے لیکن یہ چند گنے چنے اور محدود سے چند جزئیات ہیں۔

اس مسئلہ کی تحقیق پر متعدد عبارات اور بھی موجود ہیں مگر ہمارا مقصد تمام عبارات کا استیعاب نہیں ہے بلکہ صرف اپنے دعویٰ کو مدلل کرنا ہے۔ علامہ عبدالرؤف مناوی (المتوفی سنہ ۱۰۳۱ھ) اور علامہ آلوسیؒ کے اس حوالہ سے یہ بات بالکل روشن ہو گئی ہے کہ ان امور خمسہ کا احاطہ اور شمول کے طور پر علم صرف باری تعالیٰ سے مخصوص ہے ان میں سے بعض جزئیات کا علم باعلام خداوندی بعض بعض اولیاء کو بھی ہو جاتا ہے مگر یہ صرف چند جزئیات ہی ہوتی ہیں۔

اور حضرت ملا علی ن القاریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ

فان قلت قد اخبر الانبياء والاولياء بشيء كثير من ذلك فكيف الحصر قلت الحصر باعتبار كليها دون جزئياتها

(مرقات ج ۱ ص ۷۳ و فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۱)

اور اگر آپ کہیں کہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تو ان پانچ میں سے بعض چیزوں کے متعلق بہت سی خبریں دی ہیں تو حصر کیسے صحیح ہے کہ اللہ ہی کے پاس ہے ان کا علم اس کا جواب یہ ہے کہ حصر کلیات کے اعتبار سے ہے جزئیات کے لحاظ سے نہیں ہے۔

حضرت ملا علی ن القاریؒ کی عبارت بھی بالکل صاف اور واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان امور خمسہ کے کلیات مختص ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات اولیاء کرام نے ان میں سے جو چیزیں بتائی ہیں وہ صرف معدود سے چند جزئیات ہیں۔

اس لحاظ سے اصولی طور پر کوئی چیز ایسی نہیں جو ان سے خارج اور مستثنیٰ ہو مثلاً دیکھئے انسان، چرند پرند، چیونٹی، کیڑے مکوڑے اور مچھلیاں وغیرہ تمام عالم حیوان ان میں داخل ہیں۔ ان تمام کی زندگی کے ایام اور پیٹ میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کون جانتا ہے؟ عالم برزخ کو دیکھئے تو اس کا تفصیلی علم بجز خالق کائنات کے اور کسی کو نہیں اور اسی طرح برزخ کے متعلق اجمالی طور پر جزاء و سزا، راحت و عذاب پر ہر مسلمان کا عقیدہ

ہے مگر ہر ایک کے ساتھ کیا گزرے گی، اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو معلوم ہے؟ اسی طرح زمانہ کی تمام اقسام ماضی حال اور مستقبل کے تمام حوادث کو کلی جانتا ہے بغیر [illegible] حضرت والا [illegible] کے، اور علوم آخرت اور قیامت تو اس کا کہنا ہی کیا، نہ اس کی ابتدا اور نہ انتہا کوئی سمجھے تو کیسے سمجھے، کبھی کے علم میں آئے تو کیسے آئے اور اس کے طویل اور غیر متناہی جیسے کا تصور کرتے کرتے ہی ہمارے دماغ تھک جاتے ہیں، کیا ہی سچ کی بات کہی گئی ہے ۔

ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا — یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

حضرت امام رازیؒ اسی موقع پر لکھتے ہیں کہ اس آیت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ بس انہی پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے کیونکہ اس قسم کے متعدد کا علم بھی بس اللہ ہی کو ہے جو مثلاً طوفان نوح کے زمانہ میں بیت کس نے بنایا تھا اور بعد کو ہوا نے اس کو اٹھا کر مشرق سے مغرب کی طرف منتقل کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۹ ص [illegible]) اس کے بعد انہوں نے تخصیص بالذکر کی وجہ بیان کی ہے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم چند صحیح احادیث اس مقام پر عرض کریں تاکہ کسی کوتاہ فہم یا ضعاف الاعتقاد کو موقع نہ مل سکے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مفاتیح الغیب خمس لا یعلمها الا اللہ لا یعلم ما فی غد الا اللہ ولا یعلم ما تغیض الارحام الا اللہ ولا یعلم متی یاتی المطر احد الا اللہ ولا تدری نفس بای ارض تموت ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ (بخاری ج ۱ ص [illegible] و ج ۲ ص [illegible] و مسند احمد ج ۲ ص [illegible] و [illegible])

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غیب کی کنجیاں یہ پانچ چیزیں ہیں جن کو بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا واقعہ ہونے والا ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ارحام (بچہ دانیوں) میں کیا ہے (خلاف یا ایک یا زیادہ وغیرہ) اور اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی، اور خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم کہ قیامت کب ہوگی؟

اور ان کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سب چیزوں کی چابیاں دی گئی ہیں مگر پانچ چیزوں کی (ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ) (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص [illegible]) وقال اخرجہ احمد والطبرانی باسناد صحیح) [illegible] فرماتے ہیں۔

**حدیث جبرائیل علیہ السلام**

اپنے مقام پر بسط کے ساتھ عرض کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ بخاری کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ صحیح ارشاد موجود ہے کہ قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں۔ بلکہ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بصورت ایک ناواقف اعرابی کے آپ سے قیامت کے متعلق سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آنحضرت علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

سبحان اللہ خمس من الغیب لا یعلمہن الا اللہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴)

اللہ کی ذات پاک ہے پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی کو ہے علم قیامت کا۔ الخ

اس مضمون کی متعدد صحیح روایات اپنے مقام پر انشاء اللہ العزیز بیان ہوں گی۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی موقوف روایتیں جلد ثانی اور ثالث کے باب میں عرض کی جا چکی ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں فرمایا۔ اور حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ۔

ومن قال ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم یعلم ما فی غد فقد اعظم علی اللہ الفریۃ واللہ یقول قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ (بخاری ج ۲ ص [illegible] ومسلم ج ۱ ص [illegible] وابوعوانہ ج ۱ ص ۱۵۴ واللفظ لہ)

جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل کے واقعات کو جانتے ہیں تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے فرما دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے۔

اور حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں یوں آتا ہے کہ۔

ومن حدثک انہ یعلم ما فی غد فقد کذب ثم قرأت ان اللہ عندہ علم الساعۃ (بخاری [illegible] (ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۵۵)

جو شخص تجھ سے یہ کہے کہ آپ کل کے حوادث کو جانتے ہیں تو بے شک وہ جھوٹ کہتا ہے پھر حضرت عائشہؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ

اور ان کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ۔

ومن حدثک انہ یعلم الغیب فقد کذب ۔ جو تجھ سے یہ کہے کہ آپ غیب جانتے ہیں تو وہ شخص جھوٹا ہے۔

وھو یقول لا یعلم الغیب الا اللہ ۔
(بخاری ج ۲ ص ۷۲۰)

کیونکہ وہ تو فرما رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر غیب کوئی بھی نہیں جانتا۔

اور ان کی ایک روایت میں یوں آتا ہے :-

من اخبرك ان محمدا رأى ربه او كتم شيئا مما أمر به او يعلم الخمس التي قال الله تعالىٰ ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث فقد اعظم الفرية ۔
(ترمذی ج ۲ ص ۱۶۰ والمشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۰۱)

جو تجھے یہ کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو (شب معراج) آنکھ سے دیکھا ہے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو احکام دیئے ہیں اُن میں سے کوئی حکم چھپایا ہے یا ان پانچ چیزوں کا آپ کو علم ہے جن کا ذکر ان اللہ عندہ علم الساعۃ میں کیا گیا ہے تو اس شخص نے ایک عظیم بہتان باندھا ہے۔

**رؤیت بصری** کے بارہ میں حضرت ابن عباس رض حضرت عائشہ رض سے اختلاف کرتے ہیں مگر مسئلہ علم غیب میں دیگر حضرات صحابہ کرام ؓ اجمعین اور حضرت ابن عباس رض خصوصاً (جیسا کہ پہلے باحوالہ ان کا قول نقل کیا جا چکا ہے) متفق ہیں۔

حضرت عائشہ رض کی ایک مرفوع روایت یوں آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گروہ کے پاس سے تشریف لے جا رہے تھے اور وہ لوگ شادی کی خوشی میں کچھ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے یہ بھی پڑھا ویحبک فی النادی ویعلم ما فی غد (یہ محبوب مجلس میں ہے اور کل کی بات جانتا ہے)
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یعلم ما فی غد الا اللہ
(مستدرک ج ۲ ص ۱۸۴ قال الحاکم والذہبی صحیح علی شرط مسلم)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کل کی بات کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا۔

حضرت عائشہ رض کی یہی روایت حافظ ابن حجر رح نے امام طبرانی رح (المتوفی ۳۶۰ھ) کی معجم اوسط سے نقل کی ہے اور کہا ہے اسنادہ حسن۔ مگر اس میں اس کا ذکر ہے کہ کچھ عورتیں اشعار پڑھ رہی تھیں۔
(دیکھئے فتح الباری ج ۹ ص ۱۸۷)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رض کا یہ ارشاد قرآن کریم کی قطعی نصوص اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث پر مبنی ہے اور بخاری شریف کی روایت وھو یقول لا یعلم الغیب الا اللہ میں ھو کا مرجع ایک تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کو اور دوسری تفسیر کے موافق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھئے حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۸) تو اس لحاظ سے حضرت

علّمه الله تعالى نبيّه فعلّمنيه ودعا لي بان يعيه صدري وتضطم عليه جوانحي۔ (شرح نہج البلاغۃ طبع مصر ج ۱ ص ۳۰۴)

تو اللہ تعالیٰ نے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھا فرمایا ہے اور اس کو میں بھی جانتا ہوں اور آپ نے میرے لئے دعا فرمائی ہے کہ میں اس کو محفوظ رکھوں اور میرا سینہ اس پر حاوی رہے۔

اس سے ایک بات تو واضح ہو گئی کہ غیب کی خبریں اور ہیں اور علم غیب اور ہے۔ اور دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت علیؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ان امور خمسہ کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ حتیٰ کہ ان کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عطا نہیں کیا گیا اور نہ خود حضرت علیؓ کو ان امور کا علم ہے جن پر بقول حضرات صوفیائے کرام ولایت کا درجہ ختم ہے۔ شیعہ حضرات کے اس غلط اور بے بنیاد عقیدہ کے ماننے والے ہوتے ہیں کہ حضرات آئمہ کو ماکان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا ہے، خود انہی کی معتبر کتاب اصول کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رح (المتوفی سنہ ۱۴۸ھ) نے ارشاد فرمایا :-

یا عجباً لاقوام یزعمون انا نعلم الغیب لا یعلم الغیب الا اللہ عز وجل لقد هممت بضرب جاریتی فلانة فهربت منی فما علمت فی ای بیوت الدار هی۔ (اصول کافی مع الصافی کتاب الحجۃ جزء سوم حصہ اول ص ۱۱۵)

تعجب ہے ان لوگوں پر جو خیال کرتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر غیب کوئی بھی نہیں جانتا میں نے فلاں لونڈی کو پیٹنے کا ارادہ کیا تھا اور وہ اس ڈر کے مارے مجھ سے بھاگ گئی ہے اور مجھے یہ علم نہیں ہے کہ وہ لونڈی اب گھر کے کس کمرے میں ہے!

خان صاحب نے حضرت علیؓ اور حضرت امام جعفر صادق رح کے علم غیب پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھو جانتا ہوں بتا دوں گا۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ امیر المؤمنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو کہ خدا کی قسم کہ قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتا دوں گا۔ امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے۔ (خالص الاعتقاد ص ۳۰) اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے جس چیز کے علم کی حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرما دیا۔ (خالص الاعتقاد ص ۳۱)

اس کا جواب صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اگر واقعی یہ قول حضرت علیؓ اور حضرت امام جعفر صادق رح کا ہے تو اس سے مراد احکام اسلام و فتن وغیرہ کے اہم واقعات ہیں نہ کہ کلی غیب کیونکہ یہ دونوں

بلاشک اس کی صاف نفی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بعض علم غیب حاصل نہیں ہے عالم الغیب تو صرف باری تعالیٰ ہی ہے، ورنہ یہ حق شکست اور گویا چیستان کا ارتکاب نہ ہوتے ۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ :-

| | |
|---|---|
| هن خمس الى الله عنده علم الساعة (الآية) | مفاتیح الغیب یہ پانچ چیزیں ہیں جن کا ذکر سورۃ لقمان |
| (روح المعانی ج ۲۱ ص ۹۵) | کی آخری آیت میں ہے ۔ |

اور نیز فرماتے ہیں کہ :-

| | |
|---|---|
| فهذه الخمسة لا يعلمها ملك مقرب ولا | یہ پانچ چیزیں وہ ہیں کہ ان کا علم نہ کسی مقرب فرشتہ |
| نبي مصطفى فمن ادعى انه يعلم شيئا من | کو ہے اور نہ جناب نبی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، تو جو |
| هذه فقد كفر بالقرآن لانه خالفه . | کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کریم |
| (تفسیر خازن ج ۵ ص ۱۷۳) | کا انکار کیا کیونکہ اس نے اس کی مخالفت کی ہے ۔ |

شیئا من هذه کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ میں سے کسی ایک چیز کا دعویٰ بھی کرے کہ مجھے یا کسی اور کو بجز خدا تعالیٰ کے اس کا کلی ضابطہ علم ہے تو وہ کافر بالقرآن ہے ، ان پانچ میں سے کسی شے کی جزئیات کا معاملہ الگ ہے ، اور ان سے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا یہ ارشاد نہیں ہے ۔ اس مطلب کو ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیجئے اور اس کی مسلی و باحوالہ تشریح پہلے بیان ہو چکی ہے ۔

حافظ بدر الدین العینی الحنفیؒ علامہ زجاجؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) سے نقل کرتے ہیں کہ :-

| | |
|---|---|
| من ادعى انه يعلم شيئا من هذه الخمس | جو شخص یہ دعوے کرے کہ ان پانچ چیزوں میں سے کسی |
| فقد كفر بالقرآن العظيم (عمدة القاری ج ۱ ص ۲۹۰) | ایک چیز کا مجھے علم ہے تو وہ قرآن کریم کا منکر ہے ۔ |

اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہونا قرآن کریم کی نص قطعی میں بیان ہوا ہے اور جب بھی کوئی شخص اپنے لیے یا مخلوق میں سے کسی اور کے لیے ان پانچ میں سے کسی ایک کے علم کا دعوے کرے گا الوہیت خداوندی میں شرکت کے دعوے کے ساتھ آیت کا منکر بھی ہوگا اور کافر بالقرآن بھی ۔

اور حضرت مجاہدؒ بن جبیرؒ (المتوفی ۱۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ :-

| | |
|---|---|
| وهي مفاتح الغيب التي قال الله تعالى و | یہ پانچ چیزیں وہی مفاتح الغیب ہیں جن کے متعلق اللہ |

کے باب میں با دلائل یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض بعض
اشیاء کا اطلاقی علم بھی نہیں دیا تھا۔

حضرت ربعی بن خراشؒ اور حضرت ابن عمرؓ کی صحیح اور مرفوع روایت میں یہ گزر چکا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بعض چیزوں کا اطلاقی علم بھی نہیں دیا گیا۔ نیز ہم نے حضرات مفسرین
کرامؒ اور حضرات محدثینؒ سے سوال قیامت کے علم کے متعلق لم یطلع علیہ ملک
مقرب ولا نبی مرسل وغیرہ وغیرہ الفاظ نقل کر دیئے ہیں ان کو بغور ملاحظہ کر لیا جائیں۔ مزید بحث علم
قیامت کی احادیث کی اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ علاوہ بریں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ سوال
کرنے والوں نے قیامت وغیرہ کے بارہ میں نفس علم کا سوال کیا تھا اس کا سوال علم ذاتی کے متعلق نہ تھا
پھر ان کے جواب میں یہ کہنا کہ مجھے اس کا ذاتی علم نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ ہی کو ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ سوال
از آسمان اور جواب از ریسمان کا مصداق ہوگا اور ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم یقیناً اس سے پاک اور بری ہیں۔ اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بہت سی چیزیں جب لوگوں نے
جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کی تھیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ان کا جواب دے
دیا اور وہاں یہ کیوں نہ فرمایا کہ مجھے ذاتی علم نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ ہی کو ہے؟ ان احکام میں اور ان امور خمسہ
وغیرہ میں فرق مخالف کرائیں اور واضح طور پر وجوہ فرق بیان کرنی چاہئیں کہ وہاں ذاتی علم کا سوال کیوں
سامنے نہ آیا اور یہاں کیوں آیا؟ اور پھر اسی سوالات میں یہ بھی تھا کہ مَنْ اَنَا : قَالَ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔
کیا رسالت اور نبوت رسول اللہ کی ذاتی تھی؟ پھر آپ نے رسالت کا انکار کیوں نہ فرمایا؟ (معاذ اللہ
تعالیٰ)۔ الغرض یہ تاویل اتنی لچر اور پوچ ہے کہ سرے سے قابل التفات ہی نہیں۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے
کہ جن بعض اکابر نے ذاتی اور عطائی اور مستقل وغیر مستقل کی اصطلاحات استعمال کی ہیں تو انہوں نے
اپنے علم اور دانست کے مطابق صرف بعض بعض جزئیات غیب کے دلائل کو اصلی اور کلی طور پر
علم غیب کی نفی کی آیات و احادیث کے ساتھ تطبیق دینے کے لیے یہ توجیہ اختیار کی ہے۔ کلی غیب کے
وہ بھی ہرگز قائل نہ تھے جیسا کہ ان میں سے بیشتر حضرات محققین کی عبارتیں ہم نے اس کتاب میں
درج کر دی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کی ہر ہر بات کا علم ہونا
ثابت نہیں ہے۔

**دوم** یہ کہ جن آیات اور احادیث میں علم قیامت وغیرہ کو حق تعالیٰ کی طرف ان عندہ علم الساعۃ وغیرہ تعبیرات کے ساتھ اسناد کیا گیا ہے تو ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی دوسرے کو علم نہ ہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصاً ان کا علم نہیں بلکہ ان کا مفاد صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو ان کا علم ہے دوسروں کو ان کا علم ہو یا نہ ہو، اس سے آیات و احادیث ساکت ہیں۔ دیکھئے مولوی احمد رضا خان صاحب کی کتاب الفیوض الملکیہ ص [illegible] وغیرہ اور مفتی نعیم الدین صاحب کی الکلمۃ العلیا، اور نیز دیگر اہل بدعت کی کتابیں۔

**الجواب** یہ تاویل پہلی تاویل سے بھی زیادہ لچر اور بودی ہے کیونکہ ہم نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ سب اس کی بیخ کنی کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ آیت کا شان نزول ہی یہ ہے کہ سوال کرنے والوں نے ان اشیاء کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا اور اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں، پھر کیسے باور کیا جائے کہ یہ آیات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ساکت ہیں؟ اور یہ بھی مستدرک کی صحیح روایت سے نقل کیا جا چکا ہے کہ سائل نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ متی الساعۃ یعنی قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا غیب ولا یعلم الغیب الا اللہ کہ قیامت کا علم غیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کو کوئی نہیں جانتا۔ اور اسی طرح کے الفاظ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی روایت میں بھی ہیں کہ پوچھنے والے نے آپ سے یہی پوچھا تھا متی الساعۃ؟ تو آپ نے فرمایا غیب وما یعلم الغیب الا اللہ۔ اور حضرت ربعی بن حراش کی روایت میں بھی اس کا ذکر ہے کہ سائل نے یہ پوچھا تھا کہ حضرت کیا ایسے علوم بھی ہیں جو آپ کو معلوم نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ بھلائی کے علوم عطا کئے ہیں مگر یہ پانچ علم مجھے نہیں دیئے گئے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ذکر ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزوں کا علم نہیں دیا گیا ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ۔ یہ اور اس قسم کے متعدد صحیح دلائل اور براہین اس امر کو متعین کرتے ہیں کہ یہ تاویل کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم ان اشیاء کے بارے میں مسکوت عنہ ہے قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے۔ بس یہ کہنا کہ ان دلائل میں علم قیامت وغیرہ کو حق تعالیٰ ہی کے لئے ثابت کیا گیا ہے اور دوسروں سے اس کی نفی نہیں کی گئی، اور دوسری قید اور خصوصیت سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے

ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ فلا یعلم ذالک نبی مرسل ولا ملک مقرب (قسطلانی شرح بخاری ج ۷ صفحہ ۳۴۹)

کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی بجز اللہ تعالیٰ کے، تو قیام ساعت کا وقت کسی نبی مرسل کو معلوم ہے اور نہ فرشتہ مقرب کو۔

(۴) شیخ محقق قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:-

"مراد یہ ہے کہ قیامت وغیرہ غیب بے خدا کے بتائے معلوم نہیں ہو سکتے" (خالص الاعتقاد صفحہ ۵۵)

شیخ عبدالحق صاحب کی عبارتیں اس کے خلاف اپنے مقام پر بیان ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ اور کچھ پہلے بیان بھی کی جا چکی ہیں۔ مصنف)

(۵) علامہ ابراہیم بیجوری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:-

"نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان پانچوں غیبوں کا علم دے دیا بلکہ علامہ شنوانی نے جمع النہایہ میں اسے بطور حدیث بیان کیا کہ بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک حضور کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرما دیا" (خالص الاعتقاد صفحہ ۵۵ و جاء الحق صفحہ ۱۶۱)

(نوٹ: لفظ "کل" استغراق حقیقی میں نص قطعی نہیں، جس کی پوری بحث اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ)

(۶) حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث القرآن سیدی شریف عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتی: "یعنی قیامت کب آئے گی مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا مادہ کے پیٹ میں کیا ہے کل کیا ہوگا فلاں کہاں مرے گا یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ رہیں حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے مرتبہ کے نیچے ہے پھر غوث کا کیا کہنا پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں ہر شے انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (خالص الاعتقاد صفحہ ۵۵ و جاء الحق صفحہ ۱۶۲)

(۷) ابریز عزیز میں فرمایا میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ علماء ظاہر محدثین وغیرہم مسئلہ خمس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ (حضرات علماء محدثین کا قطعاً ہرگز اس مسئلہ میں کوئی اختلاف

نہیں ہے جو ہمارے سر ان پر بہتان ہے وہ سب کے سب متفق ہیں کہ ان پانچ اشیاء کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔ صفحہ ۵۰: علماء کا ایک گروہ کہتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا اور دوسرا انکار
کرتا ہے۔ اس میں حق کیا ہے۔ فرمایا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں۔
حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے حالانکہ حضور کی امت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہل تصرف ہیں
کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں۔ وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کر سکتے۔

(خالص الاعتقاد صـ۵۱)

نوٹ: گویا اس قول کے لحاظ سے جمہور امت باطل پر ہوئی جس میں حضرات فقہاء و محدثین
سبھی شامل ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تمام اہل بدعت حضرات کا ان حوالہ جات میں حاصل ماخذ یہی خان صاحب کی کتاب خالص الاعتقاد ہے

(۸) مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں: (ترجمہ ان کا ہی ہے، اصل عربی کی عبارت ہم نے اختصاراً ترک
کردی ہے) صاوی جـ۲ صـ۱۱ : جس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم دنیا سے نہیں منتقل ہوئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو جمیع غیب کا علم سکھایا ان کا علم مخفی عنہا
کے ماتحت ملاحظہ ہو۔ (بلفظہ مقیاس حنفیت صـ۲۰۴)

نیز صاوی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ۔ سچی بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں منتقل ہوئے
حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ امور کے علم پر آپ کو مطلع فرمایا اور لیکن ان کو چھپانے کا بھی حکم فرمایا۔ بلفظہ

(مقیاس صـ۲۸۴)

(۹) خصائص کبریٰ شریف جـ۲ صـ۱۹۵ بعض اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پانچ
چیزوں کا بھی علم دیا گیا ہے، قیامت کے وقت کا بھی اور روح کا بھی اور آپ کو ان کے چھپانے کا حکم
دیا گیا۔ بلفظہ (مقیاس صـ۲۹۵)

(نوٹ ضروری): امام سیوطی نے ایک مستقل کتاب لکھ کر یہ مستند ثابت کیا ہے کہ یہ جو لوگ
یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے وہ غلط کار ہیں اور یہ روایت مجہول ہے۔ اللہ
تعالیٰ نے قیامت کا علم اور آنحضرت جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی مخفی رکھا۔ اس رسالہ کا نام ہے
الکشف عن مجاوزۃ الامۃ عن الالف ہے جس کا یہ مضمون ملا علی القاری نے موضوعات الکبیر صـ۱۱۱

کو حدیث کی تصحیح کا معتمد کہاں سے ہوا کیسے حاصل ہوگئی؟ ساتویں ہزار سال والی روایت بے اصل ہی نہیں بلکہ جعلی من گھڑت اور سفید جھوٹ ہے۔

اگر مفتی احمد یار خان صاحب (وغیرہ) کو ان مذکورہ حوالہ جات پر یقین نہیں آتا تو پھر ان کو ان کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرتے بلکہ ان کی تسلی کے لیے جناب محترم پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (المتوفی ۱۳۵۶ھ) کی عبارت پیش کرتے ہیں جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعویٰ کو رد کرتے ہوئے کہ قیامت ساتویں ہزار سال پر آئے گی، تحریر فرمائی ہے:

• اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت ساتویں ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی، میں کہتا ہوں یہ ساتویں ہزار کی تحدید جو آپ نے لگائی ہے صریح منافی ہے لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا علمی بیان فرمائی۔ (رسالہ شمس الہدایہ ص ۱۱)

چونکہ مفتی احمد یار خان صاحب نے پیر صاحب گولڑوی پر مکمل اعتماد کیا ہے (دیکھئے جاء الحق ص ۷۰ سطر آخری) اس لیے وہ ان ہی کی بات مان لیں۔ دراصل نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ میں واضح تصریحات موجود ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے وقوع کی گھڑی کا علم نہ تھا۔ نفس قیامت کا علم اور شرائط الساعۃ الگ چیز ہے۔

(۴) تفسیرات احمدیہ زیر آیت مذکورہ: اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن جائز ہے کہ خدا کے پاک اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے سکھا دے۔ اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا بتانے والا ہے خبیر بمعنی مخبر (جاء الحق ص ۱۱)

نوٹ ضروری: حضرت مؤلف کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ان پانچ چیزوں کے علم کا علم اولیاء اللہ کو حاصل ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان میں سے بعض بعض جزئیات کی اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو دے دیتا ہے۔ چنانچہ اس کی بحث کرتے ہوئے قاضی بیضاوی رح کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:

فعلم من کلامہ ھذا ان اللہ تعالیٰ یطلع احدا من اولیائہ علی بعض منها من المغیبات الخمسة (تفسیرات الاحمدیہ ص ۳۹۶)

قاضی صاحب رح کے کلام سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ غیوب خمسہ میں سے بعض چیزیں ان میں سے جسے چاہے حضرات اولیاء کرام کو مطلع کر دیتا ہے۔

اور اس سے پہلے قاضی بیضاوی کے جملہ الغیب المخصوص کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ولعله اراد بالغيب المخصوص هذه الخمسة اذ على ما سواها يطلع الاكثر وقيد بعلم بعضه ليخرج مثل علم القيامة (ص ۲۹۹)

غیب مخصوص (جس پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع نہیں کرتا) یہ پانچ ہیں کیونکہ ان کے علاوہ پر اکثر مطلع ہیں اور بعض کے علم کی اس لیے قید لگائی ہے تاکہ قیامت کا علم اس سے خارج ہو جائے (کہ اس کا علم بجز خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں)۔

اور اس سے قبل وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

واما ما اشتهر من بعض الاولياء من اخبار المغيبات فظني انه ما دام يستقيم صرفه عن ظاهره يصرف بان نقول فيما يخبرون بما في الرحم من الذكر او الانثى او بنزول الغيث انهم لا يطلعون على ما في الرحم ولا على نزول الغيث وانما يقولون ذلك ابشار الولادة الذكر ودعاء بنزول الغيث ولكن يكون دعائهم مستجابا ويكون موافق التقدير في اكثر الحال او انهم كانوا ظانين به او انهم لا يقولون ذلك علما يقينا بل ظنا والممنوع هو العلم به (ص ۲۹۸)

بعض حضرات اولیاء کرام سے غیب کی خبریں جو مشہور ہوئی ہیں میرے خیال میں جب ان کو ظاہر سے پھیر کر کوئی تاویل کی جا سکے تو تاویل کی جائے گی، مثلاً جو یہ کہتے ہیں کہ رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی یا نزول بارش کی جو خبر دے دیتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ رحم کے لڑکا اور نزول غیث کا علم رکھتے ہیں بلکہ وہ محض لڑکے کی ولادت اور نزول غیث کی بشارت سناتے ہیں لیکن اکثر حالات میں ان کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور موافق تقدیر ہو کر خبر پوری ہو جاتی ہے یہ نہیں کہ وہ اس کو جانتے ہیں یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ علم یقینی کے طور پر نہیں جانتے بلکہ ظن سے کہہ دیتے ہیں اور ممنوع تو علم ہے ظن نہیں۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

والمراد بالعلم العلم القطعي والعلم الحاصل للاولياء بالالهام وغيره ظني ليس بقطعي۔ (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص [illegible])

مراد علم سے علم قطعی ہے اور حضرات اولیاء کرام کو الہام وغیرہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ ظنی ہے قطعی نہیں ہوتا۔

اور ملا علی بن القاری فرماتے ہیں کہ مکاشفہ الہام یا خواب کے ذریعہ جو علوم حاصل ہوتے ہیں وہ ظنیات لا تسمى علوما يقينيات (مرقات ج ۱ ص ۸۳ و فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۳) کہ یہ سب ظنی امور ہیں ان کو

علوم یقینیہ کا درجہ حاصل نہیں ہے۔

ان واضح روشن اور صریح عبارات کے ہوتے ہوئے بھی مگر مفتی احمد یار خان وغیرہ تفسیر احمدی کے حوالہ کو بھی حاشیہ میں پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں تو ان کے نزدیک شانۂ انصاف اور دیانت کا مفہوم ہی کوئی نرالا اور الگ ہوگا! ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد — جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(۱۵) امام قرطبی رہ (المتوفی سنہ ۶۷۱ھ) کی ایک عبارت بھی فریق مخالف نے اپنے دعوے کے ثبوت پر پیش کی ہے وہ عبارت مع اس کے جواب کے حدیث جبرئیل علیہ السلام کے ذیل میں آئے گی۔ ان شاء اللہ العزیز

(۱۶) تفسیر صاوی میں یہ ہی آیت — جس پر ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ رب نے آپ کو تمام وہ غائب چیزیں (اپنے مقام پر آئے گا کہ لفظ جمیع استغراق حقیقی ہی کے لیے نہیں بلکہ استغراق عرفی کے لیے بھی آتا ہے۔ مؤلف) بتا دیں جو دنیا اور آخرت میں ہوں گی جس طرح کہ ہیں عین یقین کیونکہ حدیث میں آیا کہ آپ کے سامنے دنیا پیش کی گئی پس ہم اس میں اس طرح نظر کرتے ہیں جیسے اپنے ہاتھ میں (اپنے مقام پر آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مؤلف) یہ بھی آیا ہے کہ ہم کو جنت اور اس کی نعمتوں اور دوزخ اور اس کے عذابوں پر اطلاع دی گئی (اگر اس سے بعض مراد ہے تو یہ چیز محل نزاع سے خارج ہے اور اگر کل مراد ہے تو جنت اور دوزخ کی ابدی زندگی کے تمام حالات تو فریق مخالف کے نزدیک بھی جن میں مفتی صاحب بھی شامل ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہیں پھر اس سے استدلال کیا؟ مؤلف) علاوہ ازیں متواتر خبریں لیکن بعض کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔ (یہ [illegible] ایک حدیث بھی صحیح موجود نہیں چہ جائیکہ متواتر مؤلف) (ملخصاً جاء الحق ص [illegible])۔

یہ ہے فریق مخالف کے دلائل اور براہین کی کل کائنات (غزوۂ بدر میں کافروں کے مقتل کی تعیین، غزوۂ خیبر میں حضرت علی کو جھنڈا دینے کا تذکرہ، حضرت فاطمہ کے ہاں لڑکے کا پیدا ہونا اور حضرت ابوبکر کی نسل کی بشارت وغیرہ وغیرہ بعض دلائل کا ذکر عنقریب مع ان کے جوابات کے عرض کیا جائے گا ان شاء اللہ العزیز) جن کے بل بوتے پر وہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور متواتر احادیث کے مطالب کو مسخ کرنے اور ان میں تحریف کرنے کے درپے ہیں اور بقول شخصے اس کا عملی ثبوت

يكتفى في الواحد بها بعد صحتها اى رتبها الظن اما اذا كانت في العقائد فلا يكتفى فيها الا ما يفيد القطع ۔

استدلال کافی ہے کیونکہ اعمال کے لیے ظنی دلائل ہی کافی ہیں لیکن جب عقائد کی بات آئے گی تو ان میں صرف وہ حدیثیں قابل قبول ہوں گی جو یقین کا فائدہ دیں (موضوعات کبیر مترجم ص)

آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ عقیدت اور چیز ہے اور عقیدہ اور چیز ہے۔ اثبات عقیدہ کے لیے نص قطعی یا خبر متواتر کا ہونا ضروری ہے، یہاں خبر واحد صحیح سے بھی کام نہیں چل سکتا اور قرآن کریم کے مقابلہ میں خبر واحد کا پیش کرنا بھی سرے سے باطل ہے، چنانچہ فریق مخالف کے مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

ان نصوص القرآن لا تعارض بالاحاد (الفیوض المکیہ ص)

اخبار احاد نصوص قرآن کے معارضہ میں پیش نہیں کی جا سکتیں

نیز لکھتے ہیں کہ: "اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور احاد کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد سے کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے" (انباء المصطفیٰ ص ۲)

بلکہ یہی خان صاحب لکھتے ہیں کہ "عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہوس بازی ہے" (انباء المصطفیٰ ص ۹)

اور مفتی احمد یار خان صاحب اسی مطلب کو ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو" (جاء الحق ص)

قارئین کرام! پوچھئے خان صاحب بریلوی اور مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی سے کہ دوسری طرف تو مطالبہ قطعی الدلالت آیت کا اور حدیث متواتر کا ہے اور خود آپ لوگ ہجویری، عثمانی اور صاوی وغیرہ جیسے حاطب لیل مفسرین اور متصوفین کی عبارتوں سے قرآن کریم کی قطعی الدلالات اور صحیح احادیث کو رد کرتے پھرتے ہیں، تو ہمیں بتائیے کہ تخصیص اور نسخ کا حق کس نے دیا ہے؟ اور کیا اخبار میں ان کے اقوال سے نسخ جائز ہے! عقیدہ اور نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں تو تمہارے مسلمات کے رو سے بھی صحیح حدیث جب کہ خبر واحد ہو نہیں پیش کی جا سکتی تو پھر کیسی اور معانی کو کون پوچھتا ہے؟ بہرحال حضرات کو ٹھکانے کر کے جواب دینا ہوگا ۔

یہ کاوش بے سبب میں کسی کو قلب کی کچھ احتیاجی     زباں لکھتے ہیں تو بھی آخر کبھی تو پوچھ سوال کی ہے

مفتی احمد یار خاں صاحب یہ فرماتے ہیں کہ آپ نے تو خود تحریر فرمایا ہے کہ :

" ہر وہ تفسیر قرآن جو تابعین یا تبع تابعین کے قول سے ہو اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر

ماخذ از اسد کلمۃ اللہ للعلامہ گولڑوی قدس سرہٗ " (بلفظہ جاء الحق ص[illegible])

فرمایئے کہ آپ کو کیا واقعہ پیش آیا ہے کہ ایک طرف تو تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی تفسیریں بھی جب کہ روایت اور حدیث سے نہ ہوں آپ کے اصول سے مردود اور غیر معتبر ہیں اور دوسری طرف اسمٰعیل حقی اور صاوی وغیرہ جیسے متاخرین کی تفسیریں بھی معتبر ہیں۔ جن کی تائید پر ایک صحیح روایت بھی تا قیامت نہیں پیش کی جا سکتی۔ بتلایئے مفتی صاحب! ایک طرف تو آپ حضرت عائشہؓ کی حدیث کو صرف قرآن سے کراس سے گلو خلاصی کی ناکام سعی کرتے ہیں (جیسا کہ گذر چکا ہے) اور دوسری طرف تفسیر روح البیان اور صاوی کے غیر معتبر بلکہ سو فیصدی باطل اور مردود اقوال سے قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کو اپنی خواہش کی زنجیروں میں جکڑتے ہیں یہ آخر اندھیر کیوں ہے؟ فرمایئے مفتی صاحب! آپ کو اپنا یہ بیان یاد نہیں کہ : " قرآن پاک کے عام کو مت کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے " (انتہیٰ بلفظہ جاء الحق ص[illegible])

مولوی محمد عمر صاحب سے جب حدیث ... کا اور کوئی جواب نہ بن سکا تو بخاری و مسلم کی اس صحیح حدیث کو ضعیف قرار دینے کے درپے ہو گئے (جس کا مکمل جواب راقم نے تبرید النواظر میں دے دیا ہے) اور لکھتے ہیں کہ : " دوسری یہ بات ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے مخالف قطعی نہیں ہو سکتی " (انتہیٰ بلفظہ مقیاس ص[illegible]) شاباش مولوی محمد عمر صاحب! بخاری وغیرہ کی حدیث ضعیف ہو کر حجت نہیں بن سکتی مگر صاوی وغیرہ کی بے سند باتیں بھی حجت ہیں؟ العیاذ باللہ۔ اور بدعت شاید اسی کا نام ہو گا؟ کہ توحید و سنت سے اعراض کے بعد انسان کیا کیا کرتا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ) نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے کہ :

" عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست ہمیں بس نیست کہ ما ایشاں را معذور داریم و ملامت نکنیم و امر ایشاں را بحق سبحانہ و تعالیٰ مفوض داریم اینجا قول امام ابی حنیفہؒ و امام ابی یوسفؒ و امام محمدؒ معتبر است نہ عمل ابوبکر شبلیؒ و ابوالحسن نوریؒ " (مکتوب [illegible] دفتر اول ص[illegible])

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :

الغرض فریق مخالف عشاری، یحییٰ اور صادق وغیرہ کے باطل اقوال کو پیش کرنے کی ہرگز تکلیف اٹھائے
قرآن کریم اور متواتر احادیث سے یا کم از کم خبر واحد صحیح ہی سے (جو مرفوع اور متصل ہو اور تمام علل سے پاک
ہو) یہ ثابت کر دے کہ ان پانچ چیزوں کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کر دیا گیا تھا۔ ہم
اسی پر نگاہ رکھے ہیں۔ بس اسی بات پر ہمارا فیصلہ ہو گا۔

## قیامت کا علم اور فریق مخالف کے دلائل

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو علم قیامت ہے۔ مستدرک ج ۴ ص ۵۶۸ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دن کون سا ہے؟ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ کو علم قیامت ہے۔ (ملخصاً مقیاس حنفیت ص ۲۸۲)

## الجواب

مولوی صاحب کا اس حدیث سے استدلال باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ اس کی سند میں حسن (بصری) (المتوفی سنہ ۱۱۰ھ) عن عمران بن حصین ہے۔ امام ابو حاتم رح، یحییٰ بن سعید القطان رح، علی بن المدینی رح اور ابن معین رح وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حسن کی حضرت عمران سے سماعت ثابت نہیں ہے۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۹) اور حافظ ابن حجر رح لکھتے ہیں کہ

كان يرسل كثيراً ويدلس (تقریب ص ۸۰) حسن کثرت سے ارسال اور تدلیس کیا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی رح لکھتے ہیں کہ:

وهو مدلس فلا يحتج بقوله عن من لم يدركه وہ مدلس ہیں جب وہ اس شخص سے روایت کریں جس سے
(تذکرہ ج ۱ ص ۶۶) ملاقات نہیں کی تو ان کی بات حجت نہیں ہے۔

جب اس کی سماعت ہی صحیح نہیں اور ارسال و تدلیس کا سنگین الزام بھی ان پر عائد کیا گیا ہے۔ تو
اصول حدیث کی رو سے یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اور اس سے احتجاج کیونکر جائز ہوگا؟

وثانیاً یہ حدیث اس پر ہرگز دلالت نہیں کرتی کہ قیام ساعت کا وقت جناب رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا بلکہ اسی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ:

فيناديه ربه فيقول يا آدم ابعث بعث النار اللہ تعالیٰ حضرت آدم کو ندا کر کے فرمائے گا اے آدم دوزخ کے

من كل الف تسع مائة وتسعة وتسعين في النار وواحد في الجنة (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۹۵) الحدیث

گروہ کو کھڑا کر لے ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے دوزخ میں اور صرف ایک جنت میں۔ الخ

یہ تو قیام ساعت کے بعد کا واقعہ ہے جو حشر میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش آئے گا، قیامت کی خاص گھڑی کا جس میں تنازع ہے، اس سے کیا تعلق ہے؟ مگر مولوی محمد عمر صاحب کی طرح مولوی صاحب موصوف نے تو اپنی عادت مالوفہ کے مطابق اس حدیث سے بھی کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی یہ ثابت کرنے کی بے جا سعی کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم تھا، یہ ٹھیک ہے کہ قیامت جمعہ کے دن آئے گی مگر وہ جمعہ کتنے سالوں کے بعد آئے گا اور کس مہینے کو کس تاریخ ہوگا؟ اور پھر جمعہ کے دن کے بارہ گھنٹوں میں سے کون سا گھنٹہ ہوگا وغیرہ وغیرہ یہ امور اس سے ہرگز حل نہیں ہوتے۔ مولوی محمد عمر صاحب کا اپنی کتاب مقیاس ص ۳۲۳ طبع جدید میں فوجداری عدالت کے دفتر کی مثال دینا اور قانون گو کا کر اُن کے سرسری اور ظاہری حالات کے جاننے والے کو ہمہ دانی تصور کر کے اس پر جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشراط الساعۃ کو بیان کرنے کی بنا پر وقت قیامت کے علم کو قیاس کرنا ایک مضحکہ خیز قیاس ہے جس کو درحقیقت ہذیان سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے اور یہ اس کا مصداق ہے کہ ع

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

## مفتی احمد یار خان صاحب کا مفتیانہ اجتہاد

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت قائم ہونے کا دن بتا دیا (مشکوٰۃ باب الجمعۃ) میں ہے قیامت نہ قائم ہوگی مگر جمعہ کے دن۔ کلمہ کی دونوں انگلی ملا کر فرمایا ہم اور قیامت اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں (مشکوٰۃ باب خطبہ یوم الجمعۃ) یعنی ہمارے زمانے کے بعد بس قیامت ہی ہے نیز اس قدر علامات قیامت ارشاد فرمائیں کہ ایک بات بھی نہ چھوڑی آج میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی قیامت نہیں آ سکتی کیونکہ نہ ابھی دجال آیا نہ حضرت مسیح و مہدی نہ آفتاب مغرب سے نکلا تو ان حضرات نے قیامت کو ایسا ظاہر فرما دیا پھر قیامت کا علم نہ ہونے کے کیا معنی؟ بس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ سن نہ بتایا کہ فلاں سن میں قیامت ہوگی لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں سن مقرر ہی نہ ہوا تھا سن ہجری عہد فاروقی میں مقرر ہوا (الی ان قال) نیز ہم ثبوت علم غیب میں وہ حدیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت ختم ہونے تک سب دن کے واقعات بیان کر دیئے

اب کیسے ممکن ہے کہ قیامت کا علم نہ ہو، کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کون سا واقعہ کس کے بعد ہوگا اور جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہ ہی دنیا کی انتہا ہے اور قیامت کی ابتداء۔ دو ملی ہوئی چیزوں میں سے ایک کی انتہا کا علم دوسری کی ابتداء کا علم ہوتا ہے اس پر خوب غور کر لیا جاوے نہایت نفیس تحقیق ہے جو حضرت صدر الافاضل مرشدی استاذی مولانا سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے ایک تقریر کے دوران میں ارشاد فرمائی۔ انتہی بلفظہ (جاء الحق ص ۱۲۸)

**الجواب** جمعہ کے دن قیامت کے قائم ہونے سے اس کے صحیح وقت کا اثبات مفتی صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ باقی انا والساعۃ کہاتین کی روایت سے قیامت کی ٹھیک مقدار اور وقت پر استدلال کرنا نری جہالت ہے۔ چنانچہ امام رازی اور خطیب شربینی لکھتے ہیں کہ:

فان قيل انه صلى الله عليه وسلم قال بعثت انا والساعة كهاتين فكان عالما بقرب وقوع القيامة فكيف قال ههنا لا أدري أقريب أم بعيد أجيب بان المراد بقرب وقوعه هو ان ما بقي من الدنيا اقل مما انقضى فهذا القدر من القرب معلوم واما معرفة مقدار القرب فغير معلوم۔

(تفسیر کبیر ج ۸ ص [illegible] و سراج منیر ج ۴ ص ۴۰۸)

اگر یہ کہا جائے کہ حضور علیہ السلام نے تو یہ فرمایا ہے کہ میری بعثت اور قیامت میں اتنا قرب ہے جتنا کہ انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی میں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قرب قیامت کا علم تھا پھر آپ نے یہاں کیوں فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا دور؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا باقی ماندہ حصہ گذشتہ سے کم ہے۔ پس اتنا قرب تو معلوم ہے لیکن اس قرب کی ٹھیک مقدار معلوم نہیں ہے۔

اور یہی امام رازی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

المراد ان العلم بالوقوع غير العلم بوقت الوقوع فالعلم الاول حاصل عندي وكاف في الانذار والتحذير واما العلم الثاني فليس الا لله ولا حاجة في كوني نذيرا مبينا اليه

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۴۱)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے آنے کا علم اور چیز ہے اور اس کے وقوع کے وقت کا علم علیحدہ چیز ہے۔ پس پہلا علم تو مجھ کو حاصل ہے اور انذار و تخویف کے لیے وہی کافی ہے اور دوسرا علم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے اور میرے نذیر مبین ہونے کے لیے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

یہ بالکل ٹھیک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نزول اور حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور اور دجال لعین کے خروج وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے اور اس میں کسی ادنیٰ مسلمان کو شک نہیں ہو سکتا مگر سوال صرف یہ ہے کہ کیا ان کے نزول اور ظہور و خروج کا وقت بھی بتایا ہے کہ فلاں تاریخ ان کا نزول اور ظہور و خروج ہوگا؟ جھگڑا تو وقت کی تعیین کے علم اور عدم علم کا ہے۔ اگر اس کے بارے میں کوئی دلیل ہے تو مفتی صاحب اس کو پیش کریں گول مول اقوال سے یہ گاڑی نہیں چل سکتی۔

علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر، علی بن احمد الحرالی المغربی (المتوفی سنہ ۶۳۷ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

وزعم انه استخرج من علم الحروف وقت خروج الدجال و وقت طلوع الشمس من مغربها وهذه علوم وتحديدات ما علمتها رسل الله بل كل منهم حتى نوح عليه الصلوة والسلام يتخوفون من الدجال وينذر امته الدجال وهذا نبينا صلى الله عليه وسلم يقول ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه وهؤلاء الجهلة اخوته يدعون معرفة متى يخرج فنسأل الله السلامة انتهى۔ (ميزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۲ ولسان الميزان ج ۴ ص ۲۰۴)

اس نے یہ گمان کیا ہے کہ اس نے علم حروف سے دجال کے خروج کا وقت اور مغرب سے طلوع آفتاب کا وقت نکالا ہے حالانکہ یہ علوم اور ان کی تعیین اور تحدید وقت کا علم اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو بھی نہ تھا بلکہ یہ سب رسول حتیٰ کہ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام بھی امت کو دجال لعین کے فتنہ سے ڈراتے تھے اور یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو میں اس سے (نمٹ لوں گا) اس کے ساتھ جھگڑا کر لوں گا اور یہ جاہل دجال کے بھائی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو دجال کے خروج کا وقت معلوم ہے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے گناہوں سے محفوظ رکھے۔ انتہی

فرمائیے مفتی صاحب طبیعت صاف ہوئی یا نہیں۔ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر تو فرماتے ہیں کہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو حتیٰ کہ خود جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی التعیین دجال کے خروج کا وقت اور اسی طرح طلوع شمس من المغرب کا وقت معلوم نہ تھا اگر آپ کو وقت معلوم ہے یا اس کا ادعا کرتے ہیں تو حافظ صاحب نے اس گروہ کا تذکرہ بھی کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ایک جست لگائیے اور شوق سے اس گروہ میں شامل ہو جائیے۔ ع

ہستی سے تا بہ ملک عدم ایک جست تھی — جھجکی نہ آنکھ بھی کہ ادھر سے ادھر گیا

مفتی صاحب کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ وقت کی تحدید اور تعیین کے لیے سنہ کی تصریح ضروری نہیں ہے۔ وہ آپ سنہ ہجری سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی یہ فرما سکتے تھے کہ مثلاً آج سے پندرہ سو ایک سال دو ماہ دو دن چار پہر کے بعد قیامت آ جائے گی۔ باقی جس روایت کا مفتی صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ آپ نے قیامت تک رونما ہونے والے واقعات بتا دیئے تھے۔ لہٰذا قیامت کا علم لازم ہے۔ اس روایت کی بحث اپنے مقام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ العزیز۔ اس سے وقت قیامت کا علم ثابت نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح مفتی صاحب کا اپنے شیخ و نیز استاذ صدر الافاضل سے یہ نقل کرنا کہ بعض علمی مخفی چیزوں میں ایک کی ابتداء دوسری کی انتہا ہوتی ہے۔ روایۃً و درایۃً باطل اور مردود ہے۔

اولاً تو اس لیے کہ اشراط ساعت اور علامات قیامت کی جملہ روایات کو پیش نظر رکھ کر بھی کچھ شراح حدیث بجز چند واقعات کے ان کی صحیح ترتیب بیان نہیں کر سکے اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ یہ واقعات قیامت سے قبل ضرور رونما ہوں گے مگر کون سا واقعہ پہلے اور کون سا بعد کو ہوگا سوائے معدودے چند واقعات کے اور کسی میں ٹھیک ترتیب معلوم نہیں ہے۔

صدر الافاضل اگر حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی یہی ایک حدیث دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتیں کہ:-

| | |
|---|---|
| قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول الآیات خروجاً طلوع الشمس من مغربها وخروج الدابة علی الناس ضحی وایهما ما کانت قبل صاحبتها فالاخری علی اثرها - (مسلم ج ۲ ص ۳۹۴ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۷۲) | میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع اور دابۃ کا خروج ہے۔ چاشت کے وقت یہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ ان دونوں میں جو بھی نشانی پہلے ظاہر ہوگی تو دوسری اس کے بعد ظاہر ہو جائے گی۔ |

آپ نے ملاحظہ کیا کہ ان دونوں میں بھی ٹھیک ترتیب کہ پہلے کون سی ہوگی اور بعد کو کون سی نہیں بتلائی گئی۔ یہی بتلایا ہے کہ ان میں سے جونسی ایک پہلے ظاہر ہوگی تو دوسری اس کے بعد ظاہر ہو جائے گی۔

وثانیاً جب واقعات کے اندر ترتیب ہی معلوم نہیں تو مفتی صاحب کا یہ دعویٰ کیسے درست ہوا کہ حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کون سا واقعہ کس کے بعد ہوگا۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض تمام واقعات کی ترتیب بھی معلوم ہو اور ان تمام واقعات اور کوائف اس میں شامل بھی ہوں تو اس سے

صرف یہی ثابت ہوگا کہ چھوٹے بڑے اور اہم واقعات کا علم گو ہے۔ غیر ضروری واقعات کا اس سے کیا تعلق ہے؟ کہ فلاں مرغی انڈے دیگی اور فلاں مرغی فلاں درخت کے پتے کھائے گی اور فلاں آدمی کے پیٹ میں فلاں کھانا جائے گا اور پھر فضلہ بن کر فلاں جگہ خارج ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر واقعات کے معلوم ہونے سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ ان کا علی التعیین ٹھیک وقت بھی معلوم ہو؟ اور کس قطعی دلیل سے اس کا ثبوت ہے؟ مفتی صاحب کو محض اپنی رائے سے تعیین کا حق کس نے دیا ہے اور ان کے صدر الافاضل کو یہ منصب کہاں سے حاصل ہوا ہے؟ پھر اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ آخری واقعہ کا وقت بھی معلوم تھا تو اس کا ثبوت کہاں سے ملے گا کہ اس آخری واقعہ کے آتے ہی بعد فوراً قیامت آجائے گی درمیان میں سالوں اور مہینوں کا، ہفتوں اور دنوں کا اور گھڑیوں کا وقفہ نہ ہوگا؟ اور اس فرضی ضابطہ سے قیامت کا ٹھیک وقت معلوم ہو جائے گا۔ الغرض یہ تمام باتیں مفروض ہیں اور ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا صحیح مصداق ہیں :—

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم     حجت تمام کر چکے ہیں آج آسماں سے ہم

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ "۔۔۔ اسی بنا پر آپ نے اپنے سبابہ اور وسطی کو ملا کر کے اپنا اور قیامت کا تعلق ظاہر فرمایا۔ اگر کوئی کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے تعیین کا امر ہمیں کیوں نہیں ارشاد فرمایا تو آپ کا ظاہر نہ فرمانا آپ کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا" انتہی بلفظہ (مقیاس ص ۱۷۸)

**الجواب**: بلاشک عدم اظہار عدم علم کی دلیل نہیں ہوا کرتا مگر جب سائل آپ سے یہ پوچھے کہ قیامت کب ہوگی اور آپ یہ فرمائیں کہ غَیْبٌ وَمَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ یا سائل یہ پوچھے کہ کیا ایسے علوم بھی ہیں جو آپ کو معلوم نہیں تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے مطلق کے علوم عطا کیے ہیں مگر ان پانچ کا علم مجھے نہیں دیا گیا وغیرہ وغیرہ، تو عدم علم کی اس تصریح کے بعد پھر بھی مولوی محمد عمر صاحب یہ کہتے جائیں کہ آپ کا ظاہر نہ فرمانا آپ کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ سراسر بہتان اور خالص افترا ہے۔

اسی طرح مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال کہ "مسلم شریف ... جابر بن عبداللہ رضی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے ہر چیز پیش کی گئی جس میں تم داخل ہوگے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کلی عطا کیا گیا قیامت کا بھی کیونکہ اس میں بھی

محل ہے اسی طرح فانکذب مقدما بھی کیونکہ نُرِیَنَّکَ صیغہ استقبال ہے اور منافی الاحکام کا بھی اور نزول حیثیت کا بھی۔ (ملخصا مقیاس حنفیت ص...) تو یہ اس پر مبنی ہے کہ لفظ کل عموم میں نص قطعی ہے۔ اس کا مفصل جواب اپنے مقام پر عرض کیا جائے گا انشاء اللہ العزیز کہ لفظ کل استغراق حقیقی کو نہیں چاہتا علاوہ بریں لفظ عرض بھی اس کو نہیں چاہتا کہ ہر ہر چیز پر تفصیلی نگاہ پڑے صرف اجمالی طور پر دیکھ لینا بھی عرض کے تحت داخل ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رض کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا حساب قیامت کے دن ہوگا وہ ہلاک ہی ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا حضرت! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ عنقریب آسان حساب لیا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

انما ذالک العرض ولکن من نوقش فی الحساب یھلک (متفق علیہ۔ المشکوٰۃ ج ۲ ص ...) — یہ تو محض عرض ہے لیکن جس کا پورا پورا حساب لیا گیا تو وہ ہلاک ہی ہو جائے گا۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ لفظ عرض اس کا ہرگز مقتضی نہیں ہے کہ ہر ایک ایک چیز کو تفصیلاً دیکھا جائے گا اور ہر ایک ایک سے الگ الگ بحث کی جائے بلکہ صرف اجمالی طور پر پیش ہونے سے اس کا مفہوم پورا ہو جاتا ہے لہٰذا عرض کی جتنی بھی حدیثیں فریق مخالف اپنے مدعا کے اثبات کے لیے پیش کرتا ہے وہ اس کے لیے کسی طرح بھی سود مند نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ امام نووی رح اس حدیث کی شرح میں لکھتے فرماتے ہیں کہ:

ای مما تدخلونه من جنة ونار وقبر ومحشر وغیرھا (نووی ج ۱ ص ۲۹۹) — یعنی جن چیزوں میں تم داخل ہو گے مثلاً جنت اور دوزخ اور قبر اور محشر وغیرہ۔

اور ان چیزوں کی اجمالی خبر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اس میں کیا شک ہے؟ اگر اس سے پوری تفصیل مراد ہو اور مطلب یہ ہو کہ جنت اور دوزخ وغیرہ کی پوری تفصیل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھی تو اس سے نصوص قطعیہ کی مخالفت لازم آئے گی جو بداہۃً باطل ہے علاوہ بریں یہ فریق مخالف کے عقیدہ کے بھی خلاف ہوگی کیونکہ آخر ان کا بھی تو یہی عقیدہ ہے کہ کامل وسائل کا اطلاق تو دخول جنت و نار ہی پر ہوتا ہے بعد کی طویل اور ابدی زندگی پر نہیں جیسا کہ خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ سے باحوالہ یہ بات اسی کتاب میں عرض کر دی گئی ہے۔

## مولوی محمد عمر صاحب کا مبلغ علم

مولوی محمد عمر صاحب شرقپوری تحریر کرتے ہیں "حضور کو نزول غیث" پھر اس کے اثبات کے لیے بخاری ج ۱ صفحہ ۱۲۶ اور مسلم ج ۱ صفحہ ۲۹۳ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ انس بن مالک سے روایت ہے، فرمایا کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے۔ اچانک ایک آدمی آیا تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارش کا کال پڑ گیا ہے اللہ سے دعا فرمایئے آپ نے دعا فرمائی تو بارش شروع ہو گئی ہمیں اپنے مکانوں تک پہنچنا مشکل ہو گیا الخ، پھر آگے لکھتے ہیں اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ بارش کا برسنا آپ کے فرمان اور اشارے سے ہوا تھا۔ جس کے اشارے سے بارش برسے اور جس کے اشارہ پاک سے بادل پھٹ جاتے، بادل کیا چاند ٹکڑے ہو جاتے، سورج واپس لوٹ آتے۔ (یہ حدیث کہ سورج لوٹ آیا بالکل جعلی اور من گھڑت ہے۔ دیکھئے راقم کی کتاب [illegible] صفحہ [illegible]) اس ذات کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو بارش کا علم نہ تھا اس سے زیادہ کم فہمی اور کیا ہو سکتی ہے (مقیاس صفحہ ۲۴۴ و صفحہ ۲۴۳)۔

**الجواب**

مولوی محمد عمر صاحب از روئے انصاف و دیانت یہ فرمائیں (بشرطیکہ ان کے نزدیک انصاف و دیانت کوئی چیز ہو) کہ اس حدیث سے علم نزول غیث کا کیا تعلق ہے؟ اور پھر یہ بتائیں کہ کیا آپ کو ایک ہی دفعہ کی بارش کا علم ہو گیا تھا یا ہر ہر دفعہ کی اور ہر ہر جگہ کی بارش کا علم تھا؟ اور کیا یہ بارش آپ کی دعا کی برکت سے خدا تعالیٰ نے برسائی تھی یا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برسائی تھی؟ اگر آپ نے برسائی تھی (نعوذ باللہ) تو سوال اور دعا کرنے کا کیا مطلب تھا؟ اور اس ایک دفعہ کے معجزے سے مولوی محمد عمر صاحب نے (اشارہ سے ہوا تھا کہہ کر) ماضی استمراری کیسے بنا دی؟ اور پھر علم نزول غیث کے ثبوت میں مسلم ج ۲ صفحہ ۴۰۱ کی یہ روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال آسمان (یعنی بادل) کو حکم کرے گا تو بارش شروع ہو جائے گی الخ (مقیاس صفحہ ۲۴۳) پیش کرکے عوام الناس کو جو مغالطہ مولوی محمد عمر صاحب نے دیا ہے، وہ ہرگز قابل فراموش نہیں ہے، کیونکہ دجال لعین کا یوں بارش برسانا جادو اور مسمریزم کے طور پر ہوگا اور آج بھی بعض مغربی حکومتیں مصنوعی بادل بنا کر اس سے بارش برساتی ہیں اور سحر بقول علامہ شمس الدین الخیالی (الخیالی ص [illegible]) خارق عادت نہیں بلکہ اسباب پر مرتب ہوتا ہے (الخیالی ص [illegible]) اور باقی حضرات فرماتے ہیں کہ

خارق عادت کام اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے مگر یہ کافر کے ہاتھ پر صادر ہو اور اس کی غرض کے موافق ہو تو استدراج کہلاتا ہے (واضح رہے کہ یہ کافر کے لیے کرامت نہیں ہوتا) مگر مولوی محمد عمر صاحب کو اس سے کیا ۔ وہ تو یہ کہہ دیں گے کہ:

”مبہم فکر ہوں گے تو سبب تام نہ ہوگا“

**علم ما فی الارحام اور فریق مخالف کے دلائل**

مولوی محمد عمر صاحب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم ما فی الارحام ثابت کرتے ہوئے یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ ”دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۵۳ و تاریخ الخلفاء ص ۱۵۱ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے جب ان کی والدہ حضرت ام فضلؓ (لبابہ بنت الحارث الہلالیۃ ؓ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزریں تو آپ نے فرمایا کہ تیرا حمل لڑکے کا ہے جب تو اس کو جنے تو اس کو میرے پاس لانا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا“ پھر آگے مولوی محمد عمر صاحب فرماتے ہیں کہ ——— ”تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے دائیں کان میں اذان فرمائی اور دائیں کان میں اقامت“ بلفظہ مولوی محمد عمر صاحب کو دائیں اور بائیں کی خبر ہی نہیں ہے ان کے نزدیک دائیں کا معنی بائیں ہے ۔ یہ فریق مخالف کا مناظر اعظم بلکہ مناظر اسلام ہے جس کا مناظرہ ہی ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ رہتا ہے ۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست ۔ سعدیؒ

”پھر آپ نے بچے کا نام عبد اللہ رکھا جو عبد اللہ بن عباس رضہ سے مشہور ہیں ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خلفاء عباسیہ کا باپ ہے جس کی نسل سے سفاح اور مہدی اور وہ شخص پیدا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھے گا“ (محصلہ مقیاس حنفیت ص ۲۳۹ و ص ۲۴۰) پھر اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ میں عورت کے حاملہ ہونے کی یقینی اطلاع دینا آپ کا علم ما فی الارحام کی حقیقت کا مطلع ہونا اور قبل از ولادت لڑکے کی مبارک دینا“ پھر چند فوائد اور زیب قلم فرما کر یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ”کیوں جناب تم تو کہتے ہو کہ سوائے خدا کے ما فی الارحام کا علم اور ما فی غد کا علم کسی کو ہے ہی نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قیامت تک نسلوں کا ثبوت دے دیا کیا اس پر بھی ایمان لاؤ گے یا نہ؟“ (بلفظہ مقیاس ص ۲۴۱)

**الجواب**

مولوی محمد عمر صاحب کا یہ استدلال باطل اور مردود ہے ۔ اولاً اس لیے کہ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں احمد بن راشد بن خثیم الہلالی ہے ۔

علیہ وسلم نے امورِ خمسہ سے امرین کی اطلاع قبل از وقت فرمائی الامر سر باطل ہے کیونکہ آپ نے امورِ خمسہ میں سے صرف کی اطلاع نہیں دی بلکہ ان امرین میں سے صرف دو جزئیات بتائی ہیں اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح مفتی احمد یار خاں صاحب کا یہ لکھنا خالص خود فریبی پر مبنی ہے کہ کون کس جگہ مرے گا یہ علومِ خمسہ میں سے ہے۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ علومِ خمسہ میں سے نہیں ہے بلکہ علومِ خمسہ کے جزئیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔ بشرطیکہ وہ اس سمجھ کے اہل بھی ہوں سہ .

ترا وجود ہے بے فیض مردہ دل زاہد  کہ نخلِ خشک سے امید برگ و بار نہیں

قارئین کرام! ہمارا ایمان ہے کہ جو خبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی سے ایک دن پہلے دی تھی وہ بالکل صحیح اور حق تھی مگر وہ صرف یہ خبر تھی کہ فلاں کافر کل اس جگہ قتل کیا جائے گا۔ رہا یہ کہ اس کو کون قتل کرے گا؟ کل کی جملہ گھڑیوں اور گھنٹوں کے اندر وہ کس گھڑی یا گھنٹے یا گھنٹے کے کون سے حصے منٹ یا سیکنڈ میں وہ قتل ہوگا؟ یہ اور اس قسم کی دیگر تفصیلات وقوع سے قبل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھیں۔ جب ان مقتولوں کے بارے میں پوری تفصیلات کا علم آپ کو حاصل نہ تھا تو جمیع ما کان و ما یکون کی تفصیل کا علم کس طرح حاصل ہوگا؟ ایک جزئی واقعہ سے کلی بنا لینا فریق مخالف کے بائیں ہاتھ کا کرتب اور کھیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بدر کے مقتولوں کے سرغنہ ابوجہل کے قتل کی سرسری اور اجمالی طور پر خبر سنی تو

| | |
|---|---|
| قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر من ینظر ما فعل ابوجہل فانطلق ابن مسعودؓ فوجدہ قد ضربہ ابنا عفراء | جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے بدر والے دن فرمایا کون ہے جو جا کر دیکھے کہ ابوجہل اس وقت کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ تو ابن مسعودؓ تشریف لے گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دو بیٹوں نے مارا ہے۔ |
| (بخاری ج ۲ ص [illegible] ومسلم ج ۲ ص [illegible]) | |

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقتولوں کے اور خصوصیت سے ان کے سرکردہ لیڈر ابوجہل کے قتل کے مکمل تفصیلی حالات معلوم ہوتے تو آپ یہ کیوں فرماتے کہ کون جا کر ابوجہل کے حال کو دیکھ کر آتا ہے کہ وہ اس وقت کیا کر رہا ہے (ما فعل، وفی روایۃ بخاری و مسلم ما صنع) اور لطف کی بات یہ ہے کہ جب دونوں قاتل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ابوجہل کا قصہ بیان کرتے

رہیں تو آپ ضرور پیغمبرانہ شعور کو دیکھ کر طمانیت قلب کا سامان تلاش فرماتے ہیں۔ آخر صحیح روایت ہی کے اندر یہ بھی تو موجود ہے کہ

ثم انصرفا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبراه فقال ايكما قتله فقال كل واحد منهما انا قتلته فقال هل مسحتما سيفيكما قالا لا فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى السيفين فقال كلاكما قتله وقضى رسول الله صلى الله عليه وسلم بسلبه لمعاذ بن عمرو بن الجموح والرجلان معاذ بن عمرو بن الجموح ومعاذ بن عفراء (بخاری ج [illegible] ص [illegible] مسلم ج [illegible] ص [illegible] ومشکوٰۃ ج ۲ ص [illegible])

پھر وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان دونوں نے ابوجہل کے قتل کی خبر آپ کو دی۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان دونوں میں سے ہر ایک نے یہ کہا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھی ہیں؟ دونوں نے کہا نہیں۔ جب آپ نے دیکھا تو دونوں کی تلواریں خون آلود تھیں۔ آپ نے فرمایا تم دونوں نے ہی اس کو قتل کیا ہے مگر آپ نے ابوجہل کا سلب کل سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کو دیا اور یہ دونوں آدمی ایک معاذ بن عمرو اور دوسرے معاذ بن عفراء تھے۔

**فائدہ:** بعض روایات میں معوذ اور معاذ کا نام آتا ہے ان دونوں کی والدہ ایک تھی مگر باپ الگ الگ تھے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ ابن مسعود نے ابوجہل کا سر اتارا تھا۔ امام ابوداؤد الطیالسی (المتوفی ۲۰۴ھ) کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود نے قتل ابوجہل کے بعد تحقیق کر لی تو وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر یوں فرمایا کہ۔

يا رسول الله هذا عدو الله ابوجهل قد قتل فقال النبي صلى الله عليه وسلم الله قد قتل الله قد قتل فانطلق فانطلقنا فاريناه فنظر اليه فقال هذا كان فرعون هذه الامة (ابوداؤد طیالسی ص [illegible])

یا رسول اللہ! یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ابوجہل قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا بخدا ابوجہل قتل ہو چکا ہے؟ میں نے کہا ہاں حضرت خدا کی قسم وہ قتل ہو چکا ہے۔ پس آپ ہمارے ساتھ تشریف لے گئے اور ہم نے ابوجہل آپ کو دکھایا اور آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ اس اُمت کا فرعون تھا۔

یہ روایت بھی اس بات کی صریح اور واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابوجہل کے قتل کے تفصیلی حالات اور جملہ کیفیات معلوم نہ تھیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ جنگ بدر سے ایک دن پہلے ھذا مصرع فلان غدا ان شاء اللہ کہنے کی وجہ سے عالم الغیب

رسولِ برحق کے ارشاد کو سب سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔

جاؤ تم عالمِ قدرت کا تماشا دیکھو چھوڑ دو گردشِ تقدیر کو تقدیر کے ساتھ

اس کے بعد مولوی محمد عمر صاحب نے علم غائب پر چند روایات اور بھی پیش کی ہیں مثلاً یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے اور شادی کریں گے ان کی اولاد ہو گی اور کم و بیش پینتالیس سال حکومت کریں گے پھر ان کی وفات ہو گی اور میری قبر کے پاس ہی دفن ہوں گے اسی طرح یہ روایت کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باب لُد کے پاس دجال لعین کو قتل کریں گے وغیرہ وغیرہ (دیکھئے مقیاس جلد ۲ ص ۲۲۱ و ص ۲۲۲) مگر ان روایات سے استدلال باطل ہے کیونکہ یہ اشراط ساعت اور علامات قیامت سے ہیں اور ان کے بارے میں کسی مسلمان کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہو سکتا ان سے علم جمیع ما فی غد ثابت کرنا [illegible] ہم نے باب اول میں اس قسم کی روایات کو قدرے تفصیل سے پیش کر دیا ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ "مشکوٰۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ میں ہے حضور علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا کہ ہم کل یہ جھنڈا اس کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح فرما دے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے" (جاء الحق ص [illegible])

**الجواب** اگر اس سے مراد یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کل کے واقعات میں سے صرف ایک واقعہ کی اطلاع دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر قلعہ فتح ہوگا تو بالکل صحیح ہے اس میں کسی کو کلام نہیں ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ کل کے اندر رونما ہونے والا ہر ہر واقعہ آپ کو معلوم تھا اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے تو یہ قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ اس ارشاد کے بعد فتح خیبر ہی میں زینب نامی ایک یہودیہ عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر آپ کو اور آپ کے چند ساتھیوں کو کھلایا جس کی وجہ سے حضرت بشر بن البراء بن معرور کی شہادت ہو گئی۔ (دیکھئے ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۸ و مستدرک ج ۳ ص ۲۱۹) بلکہ یہ واقعہ بھی آتا ہے کہ [illegible] اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ [illegible] میں نقل

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ حضرات صحابہ کرام جنہوں نے یہ زہر آلود بکری کھائی تھی وفات پا گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وفات پانے والے متعدد صحابہ کرام تھے اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کل کی بات معلوم ہوتی جس کے اثبات کے فریق مخالف درپے ہے۔ تو

جاتے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمداً اور دیدہ دانستہ ان حضرات صحابہ کرامؓ کو زہر کھلا کر مروا ڈالا تھا ؟ بھیڑیا آ جیدا ۔

کیا تمہارا یہی عشقِ رسول ہے۔ حضرت اسامہؓ بن زید (المتوفی سنہ ۵۴ھ) کے واقعہ میں آپ ایک کلمہ گو کے قتل کر دینے سے اتنے ناراض ہوئے کہ حضرت اسامہؓ کو یہ کہنا پڑا کہ کاش میں اس وقت تک مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا (مسلم ج ۱ ص ۶۸) مگر جب اپنی بی آل کی مخلص صحابہ کرامؓ کو شہید کروا دیا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) رہا یہ بہانہ کہ شہادت بھی ایک بلند مقام ہے لہٰذا آپ نے عمداً ایسا کروایا تھا، یہ کہہ کر فریقِ مخالف ہرگز گلوخلاصی نہیں کر سکتا اور نہ اس سے کوئی عقیدہ اصطلاحی ہو سکتا ہے۔ حضرت اسامہؓ کے واقعہ میں آپ ایسی شہادت سے کیوں ناراض ہوئے تھے ؟ یہ توجیہ سراسر مردود اور باطل ہے : ؎

چل دیئے آپ دل کو تڑپا کر     کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

قارئین کرام ! کوئی معقول اور صحیح دلیل فریقِ مخالف کی طرف سے اس پر نہیں پیش کی جا سکی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کلی طور پر علمِ قیامت، نزولِ باران، ما فی الارحام اور بای ارض تموت وغیرہ امورِ خمسہ کا علم حاصل تھا اور آپ نے ان کے دلائل کی کائنات بھی دیکھ لی۔ اب اس کے بعد ہم اپنے دلائل پیش کرتے ہیں، اور فریقِ مخالف کے بے ڈھنگے اعتراضات اور غلط فہمی کے جوابات کو حل کرنے کے درپے ہم نہ ہوں گے کیونکہ ہمارا راستہ اب بالکل صاف ہے۔ ہاں اگر کوئی بات ایسی ان کی نظر آئی جس کی طرف توجہ مناسب ہوئی تو ہم اس کو حل کرتے جائیں گے، انشاء اللہ العزیز۔ ہاں ان کی طرف جو آیات اور احادیث وغیرہ پیش کی جاتی ہیں ان کے جوابات مستقل الباب میں ہم عرض کریں گے انشاء اللہ العزیز ! ؎

یہ دیکھ کر مرا دیدۂ تر امڈ آیا خود بدل قلبِ مضطر     کہ ہر نگہ کس جوش میں ہے عجب عالم بپا ہے

## دوسری آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ○

(پ ۲۲، احزاب رکوع ۸)

لوگ آپ سے قیامت کے بارہ میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے اس کا علم تو بس اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور آپ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ قیامت کی گھڑی قریب ہی ہو۔

اس آیت سے بھی بصراحت یہ ثابت ہوا کہ قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔ امام سفیان بن عیینہ اور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ کے حوالہ سے پہلے یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا اور یہ آیات ان جھگڑنے والوں نے اپنی دلیل میں پیش کی ہے۔

امام علی بن محمد خازن رحمہ فرماتے ہیں کہ:

ان المشرکین کانوا یسألون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن وقت قیام الساعۃ استہزاءً و کان الیہود یسألونہ امتحانا لان اللہ عمّی علیہم علم وقتها فی التوراۃ فامر اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجیبہم بقولہ قل انما علمہا عند اللہ یعنی ان اللہ تعالیٰ قد استأثر بہ ولم یطلع علیہ نبیا ولا ملکا (تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۲۸)

مشرکین تو از راہ شرارت و ظلمت خواہی کے طور پر اور یہود بطور امتحان کے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے کیونکہ تورات میں قیامت کے وقت کو پوشیدہ رکھا گیا تھا سو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ان سب کو یہی جواب دیں کہ اس کا علم بس صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اس نے اس کو اپنے ہی ساتھ مختص کر لیا ہے۔ اور اس نے اس کی اطلاع کسی نبی اور کسی فرشتہ کو نہیں دی ہے۔

امام محی السنۃ البغوی رحمہ فرماتے ہیں کہ:

یسئلک الناس عن الساعۃ قل انما علمہا عند اللہ وما یدریک ای ای شیء یعلمک امر الساعۃ ومتی یکون قیامہا ای انت لا تعرفہ (معالم التنزیل بر خازن ص ۲۲۸)

لوگ آپ سے قیامت کی بابت سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور کس چیز نے بتایا یعنی کس چیز نے آپ کو قیامت کے معاملہ کی خبر دی ہے کہ وہ کب واقع ہوگی یعنی آپ اس کو نہیں جانتے۔

اور خطیب شربینی رحمہ کے اس موقع پر یہی الفاظ ہیں۔ (دیکھئے السراج المنیر ص ۲۴۳ ج ۳)

اور امام رازی رحمہ لکھتے ہیں کہ:

قل انما علمہا عند اللہ لا یتبیّن لکم فان اللہ اخفاها لحکمۃ (کبیر ج ۴ ص ۲۲۸)

آپ فرما دیجئے کہ قیامت کا علم بس خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے تمہیں اس کا علم نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خاص حکمت کی وجہ سے مخفی رکھا ہے۔

انه لم يطلع الله احدا من الانبياء والملائكة وما يدريك واى شيء يعلمك وقت قيامها اذا لم يطلع الله عليه احدا من خلقه (تفسیر طبری ج ۲۲ صـ ۳۳)

یعنی کہ قیامت کے وقت خاص کا علم تو بس خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں میں سے کسی ایک کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔ تجھ کو کس چیز نے بتلایا ہے اس کے قیام کا وقت؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے قیام پر مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی مطلع نہیں کیا۔

قرآن کریم کی یہ آیت اور اس کے تحت حضرات مفسرین کرام کی یہ صریح عبارتیں اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ وقت قیام قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور نہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع کیا تھا اور قرآن کریم کی اس آیت سے حضرات مفسرین کرام نے یہی سمجھا ہے (جیسا کہ ان کی عبارات سے یہ روشن ہو گیا ہے) کہ قیامت کا اطلاعی علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا۔ نہ تو مکہ مکرمہ میں یہ علم آپ کو عطا ہوا تھا اور نہ ہی مدینہ طیبہ میں، آخر تک یہی حال مستمر رہا۔ مگر نہ معلوم اہل بدعت کو یہ کہاں سے منکشف ہوا اور ان پر اب کہاں سی وحی نئی نازل ہوئی جس سے ان کو یہ بتلا دیا گیا کہ قیامت کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عطا ہو گیا تھا اور آپ کی امت کے حضرات اولیاء کرام کو بھی؟ ؎

بہر خدا کہ عارف و زاہد بکس نگفت — در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

فائدہ:- علامہ خازن نے تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں علم قیامت کو مخفی رکھا ہے اور علامہ آلوسی نے اور علامہ نسفی نے بھی اسی موضوع پر اس کی تصریح کی ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم سے پہلی تمام آسمانی کتابوں میں بھی علم قیامت کو پوشیدہ ہی رکھا ہے۔

اور انجیل متی باب ۲۴ و آیت ۳۶ میں ہے: "لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ" اور یہی عبارت انجیل مرقس باب ۱۳ آیت ۳۲ میں مذکور ہے۔

الغرض قرآن کریم اور صحیح احادیث کی طرح سابق آسمانی کتابیں بھی اس پر متفق ہیں کہ قیامت کا ٹھیک وقت اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کو معلوم نہیں نہ کسی فرشتہ کو اور نہ کسی رسول کو۔

## تیسری آیت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ○ (پ ۲۰ نمل ع ۵)

آپ فرما دیجئے کہ نہیں علم رکھتے غیب کا وہ جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہیں مگر صرف اللہ تعالیٰ، اور مخلوق کو یہ علم اور خبر بھی نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

یہ نص بھی قطعی طور پر اس کو واضح کر رہی ہے کہ آسمان اور زمین میں کوئی بھی ایسا نہیں جس کو غیب کا علم حاصل ہو۔ غیب کا علم تو صرف ذاتِ خداوندی کے ساتھ مخصوص ہے اور باقی انباء غیب اور بعض غیب کا معاملہ ہی جدا ہے۔ پہلے تفصیل سے باحوالہ عرض کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی نفی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے اور ان کا استدلال سو فیصدی حق اور صحیح ہے۔ ذاتی اور عطائی وغیرہ کا جھگڑا پہلے مفصل گزر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، وہاں ہی ملاحظہ کر لیا جائے۔ نیز یہ بھی گزر چکا ہے کہ جن حضرات نے ذاتی اور مستقل وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں ان کی مراد بھی ہرگز یہ نہیں کہ کلی طور پر سب علمِ غیب غیر اللہ کو حاصل تھا بلکہ انہوں نے نفی اور اثبات کے دلائل کو پیش نظر رکھ کر صرف بعض جزئیات کے باعث یوں ایسا کہا ہے چنانچہ خود ان کی تصریحات ہم نے باحوالہ عرض کر دی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی علمِ غیب حاصل نہ تھا۔

علامہ بغوی رحمہ اس آیت کے شانِ نزول میں لکھتے ہیں کہ:-

نزلت فی المشرکین حیث سألوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن وقت قیام الساعۃ (معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۲۲)

یہ آیت مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا تھا۔

اور یہی شانِ نزول جلالین ص ۳۲۲، مدارک ج ۳ ص ۱۵۳، اور جامع البیان ص ۳۳۱ وغیرہ میں مذکور ہے۔

علامہ خازن فرماتے ہیں کہ:-

والمعنی ان اللہ ھو الذی یعلم الغیب وحدہ ویعلم متی تقوم الساعۃ وما یشعرون ایان یبعثون یعنی ان من فی السمٰوٰت

مطلب آیت کا یہ ہے کہ بس خدا تعالیٰ ہی کو علمِ غیب علی الخصوص معلوم ہے وہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی اور ان کو یہ خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے یعنی جو مخلوق کہ آسمانوں

دانی مخلوق غیب کا علم نہیں رکھتی کیونکہ علم غیب کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی منفرد ہے۔

## مفتی احمد یار خان صاحب کی اختراع

مفتی احمد یار خان صاحب قُلْ لَا یَعْلَمُ الآیۃ کا جواب دیتے ہوئے اس کا ترجمہ یوں بیان کرتے ہیں: تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہیں مگر اللہ۔ پھر آگے تفسیر الفوز جلیل کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل یا بغیر بتائے یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تفسیر مدارک میں ہے آیت غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا۔ مدارک کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے۔ (ملخصاً جاء الحق ص ۱۰۹)

## الجواب

مفتی صاحب اتنے جری اور دلیر ہیں کہ تفسیر ہی نہیں بلکہ قرآن کریم کے لفظی ترجمہ میں بھی اپنی طرف سے لفظ خود داخل کرنے سے نہیں چوکتے۔ حالانکہ خدا کا خوف ہے اور نہ مرنے کا نہ قبر کا اور نہ حشر کا ڈر ہے۔ ماشاء اللہ مفتی۔ مفتی صاحب! آپ کو قرآن کریم کے ترجمہ میں لفظ خود کوئی نہیں بخشنے ہوئے دے گا اور پھر الفوز جلیل کی جو عبارت پیش کی اس پر بھی مفتی کرتی غور ہی نہیں کیا کہ کیا اس سے غیر اللہ کے لیے کل غیب ثابت ہوتا ہے یا بعض؟ اور پھر یہ عبارت ان کی تائید میں ہے یا تردید میں؟ پھر مدارک کی عبارت سے جو مفتی صاحب نے کشید کیا وہ اس سے بھی عجیب تر ہے کیا صاحب مدارک نے یہ کہا ہے کہ تمام ماکان وما یکون کا علم غیر اللہ کے لیے ثابت ہے؟ وہ کیا جو علوم فریق مخالف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتا ہے ان پر بقول علامہ نسفی کوئی قطعی دلیل قائم ہے؟ اور کیا صاحب مدارک نے قیامت کے علم کو غیب نہیں کہا؟ اور کیا یہ بھی نہیں فرمایا کہ وہ بوجود غیب ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اس کی اطلاع کسی کو نہیں دی؟ پہلے ان کی مفصل عبارت عرض کر دی گئی ہے۔ اور پہلے مفصل گذر چکا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم شعر تفصیلی قصص حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور قیامت وغیرہ کا عطائی علم بھی حاصل نہ تھا۔

مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ جن آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے، سراسر باطل اور مردود ہے کیونکہ مفصل گذر چکا ہے کہ کلیات کا عطائی طور پر بھی علم کسی کو نہیں بعض بعض جزئیات کا معاملہ ہی الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو سمجھ عطا فرمائے مگر جس گروہ اور جن عقیدوں میں سے ان کا

وتعلیم ربه الامور الغیبیة له بالنسبة الی تعلیمه غیره اکمل ظهور صلی الله تعالی علیه وسلم اکمل خلق وصفة وسید المخلوقات مرتبة وفضلاً۔ (الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة ص ۲۱)

اس میں آپ پر غیبی امور وں کے اکمل ہی ظہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم وعمل کے لحاظ سے اکمل ہیں اور تمام مخلوقات کے سب سے مرتبہ اور فضیلت کے لحاظ سے سردار ہیں۔

## چوتھی آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝

(پ ۳۰۔ نازعات۔ رکوع ۲)

آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کو اس کے ذکر سے کیا؟ تیرے رب ہی کی طرف ہے اس کی انتہا۔ تُو تو صرف ڈرانے والا ہے اُس کو جو اُس سے ڈرتا ہے۔

یہ آیت بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ سوال کرنے والوں نے قیامت کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے سوال کیا تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ آپ تو منذر ہیں۔ وقت قیام ساعت کا علم آپ کے منصب میں داخل نہیں ہے اس کو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے آپ کو اس کے علم سے کیا غرض؟

حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

کان النبی صلی الله علیه وسلم یسأل عن الساعة فنزلت فیم انت من ذکرٰها

(اخرجه ابن مردویه۔ درمنثور ج ۶ ص ۳۱۴)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے وقت کی بابت دریافت فرماتے تھے تو آپ پر یہ آیت فیم انت من ذکرٰها نازل ہوئی کہ آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق؟

اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ:۔

لم یزل رسول الله صلی الله علیه وسلم یسأل عن الساعة حتی انزل علیه فیم انت من ذکرٰها الی ربک منتهٰها فلم یسأل عنها (مستدرک جلد ۲ ص ۵۱۳ قال الحاکم صحیح ووافقه الذهبی رح)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ قیامت کے متعلق دریافت فرماتے رہے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق؟ تیرے رب ہی کی طرف ہے اس دن کے علم کی انتہا۔ پھر آپ نے اس کے

واخرجہ ابن مردویہ (درمنثور ج ۶ ص ۳۱۴)

بارے میں کبھی دریافت نہیں فرمایا۔

حضرت طارق بن شہاب (المتوفی سنہ ۸۳ھ) علامہ ابن حزم (المتوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں کہ ان کی صحبت
مشہور، کہ ان کا صحابی ہونا صحیح ہے اور وہ مشہور ہیں۔ محلی ج ۲ ص ۱۴۵ فرماتے ہیں کہ :

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر ذکر الساعۃ حتی نزلت فیم انت من ذکراہا الی ربک منتہاہا فکف عنہا۔ (اخرجہ ابن جریر والنسائی وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ درمنثور ج ۶ ص ۳۱۴)

کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کا بکثرت ذکر فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آیت فیم انت من ذکراہا الآیۃ نازل ہوئی تو آپ نے اس کو ترک فرما دیا۔

حضرت امام شافعی یہ تحریر فرماتے ہیں کہ :

وقال اللہ عزوجل لنبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا فیم انت من ذکراہا الی ربک منتہاہا اخبرنا سفیان عن الزہری عن عروۃ قال لم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسأل عن الساعۃ حتی انزل اللہ فیم انت من ذکراہا فانتہی قال الشافعی وقال اللہ عزوجل قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ وقال تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث الی آخر سورۃ انتہی بلفظہ
(رسالہ فی اصول الفقہ ص ۳۷ للامام الشافعی ؒ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ آپ سے لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب اس کا قیام ہوگا؟ آپ کو اس کے ذکر سے کیا تعلق؟ تیرے رب ہی کی طرف اس کی انتہا ہے۔ سفیان ؒ نے بیان کیا از زہری اور وہ حضرت عروہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برابر قیامت کے متعلق دریافت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت فیم انت الآیۃ نازل ہوئی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ آسمانوں میں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے بغیر غیب کا علم کسی کو نہیں ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور بارش کا نازل کرنا (دیکھو ان اللہ عندہ۔ الآیۃ)۔

جس طرح کہ ان آیات سے حضرت عائشہ ؓ اور دیگر جلیل القدر حضرات صحابہ کرام ؓ نے غیر اللہ سے علم غیب کی نفی ثابت کی ہے، اسی طرح امام اہل السنت والجماعت حضرت امام شافعی ؒ بھی اسی مقصد کے لیے ان آیات کو پیش فرماتے ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ قیامت کے وقت خاص کا علم جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کو تو غیب کا علم

رکھتا ہے اور خدا اُسے پر حسرت کا ۔

یہ بات تھوڑا سا ظاہر ہے کہ پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم مخصوصات باری تعالیٰ میں سے ہے اس لیے مشرکین اور منافقین کے سوال سے متاثر ہو کر بار بار آپ اس کے متعلق دریافت فرماتے تھے اور آپ کو اس کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا، جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ نے اس خیال کو ترک کر دیا جیسا کہ ابھی ایسی روایات میں اس کی تصریح گذر چکی ہے لیکن کفار اور منافقین کی طرف سے بدستور شرارت و استہزاء اور بعض مخلص مسلمانوں کی طرف سے محض تحقیق کے لیے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحات تک یہ سوال ہوتا رہا جس کا جواب بار بار قرآن کریم میں دیا گیا اور یہ واضح کر دیا گیا کہ مکی اور مدنی زندگی کے کسی دور میں بھی قیامت کا علم آپ کو عطا نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ نصوص قطعیہ اس پر بصراحت دلالت کرتی ہیں اور احادیث کا ذکر اپنے مقام پر بسط سے کیا جائے گا ان شاء اللہ العزیز ۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا الآیۃ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :۔

ای لیس علمها الیک ولا الی احد من الخلق بل مردها ومرجعها الی اللہ عزوجل فهو الذی یعلم وقتها علی التعیین وبهذا لما سأل جبرائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن وقت الساعۃ قال ما المسئول عنها باعلم من السائل ۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۶۷)

یعنی اس قیامت کے وقت معین کا علم نہ آپ کو ہے اور نہ کسی اور مخلوق کو بلکہ اس کا مدار و مرجع بس پروردگار عزوجل ہی ہے وہی اس کے وقت معین کو جانتا ہے اور اسی واسطے جب حضرت جبرائیل نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس بارہ میں مسئول کا علم سائل سے زیادہ نہیں ہے (یعنی جس طرح تم اس کو نہیں جانتے میں بھی نہیں جانتا) ۔

اور علامہ علی بن محمد خازن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :۔

یَسْئَلُوْنَکَ ای یا محمد عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا ای متی ظهورها وثبوتها فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰهَا ای لست فی شیء من علمها و ذکرها حتی تهتم بها وتذکر وقتها ۔ الخ

یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کب ہوگا اس کا قیام؟ کس چیز میں ہیں آپ اس کے ذکر سے یعنی آپ کو اس کے علم و ذکر سے کوئی سروکار نہیں یہاں تک کہ آپ اس کا اہتمام کریں

رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا اي منتهى علمها لا يعلم متى تقوم الساعة الا هو

(خازن ج ۴ ص ۱۶۳)

اور اس کے وقت کا خیال کریں آپ کے رب ہی کی طرف ہے اس کی انتہا یعنی اس کا علم صرف خدا تعالیٰ پر ختم ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی؟

اور علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ:۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا متى ظهورها وقيامها فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا لست في شيء من علمها وذكرها اي لا تعلمها۔

(معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۴۱)

لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا ظہور اور قیام کب ہوگا آپ کو اس کے ذکر اور علم سے کوئی تعلق نہیں اور آپ اس کو نہیں جانتے۔

اور خطیب شربینی لکھتے ہیں کہ:۔

إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا اي منتهى علمها لم يؤت احدا من خلقه كقوله تعالى إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي وقوله تعالى إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ

(السراج المنیر ج ۴ ص ۴۸۴)

یعنی قیامت کے وقت کا علم خدا تعالیٰ پر ہی ختم ہے اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی اس کا علم عطا نہیں کیا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اس کا علم تو صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اور نیز اس کا ارشاد ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم۔

اور بعینہٖ یہی الفاظ اس موقع پر امام رازی لکھتے ہیں۔ دیکھئے تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۵۔)

اور علامہ نسفی الحنفی لکھتے ہیں کہ:۔

إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا منتهى علمها متى تكون لا يعلمها غيره (مدارک ج ۴ ص ۲۲۳)

تیرے رب ہی کی طرف ہے اس کے علم کی انتہا کہ قیامت کب ہوگی؟ اس کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا

اور قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

وقتها اي وقت الساعة مما استأثر الله بعلمه

(بیضاوی ج ۲ ص ۳۵۸)

قیامت کا علم اُن چیزوں میں سے ہے جن کے علم کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے ہی لیے مخصوص کر لیا ہے۔

اور علامہ ابو السعود لکھتے ہیں کہ:۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا

یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ

تمام کا مفصل جواب پہلے عرض کر دیا گیا ہے۔ اور دوبارہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک منصف مزاج کے لیے یہ پیش کردہ دلائل بالکل کافی ہیں، اور ہٹ دھرم کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو اس کا مصداق ہے

نصیحت کن مرا چنداں کہ خواہی — کہ نتواں شستن از زنگی سیاہی

## پانچویں آیت

اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

(پ ۹ - اعراف رکوع)

(اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اتنا کہیے کہ میں تو اپنی جان کے بھلے اور برے کا مالک نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں جانتا غیب کی بات تو بہت کچھ خیر حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی میں تو صرف ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔

قرآن کریم کی یہ قطعی نص اس امر کو بالکل عیاں کر رہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدائی صفات کے حامل نہ تھے۔ نہ تو آپ مختار کل تھے کہ دوسروں کا تو کہنا ہی کیا خود اپنی جان کے نفع و نقصان کے مالک ہوتے اور نہ آپ کو علم غیب حاصل تھا، ورنہ آپ کی زندگی سدا بہار رہتی اور آپ کو کبھی مخالف زمانہ اور دشمنوں کی طرف سے گزند اور تکلیف نہ پہنچتی اور یہ اعلان بھی اللہ تعالیٰ نے آپ سے کروایا ہے تاکہ آپ کے منصب نبوت کا علم ہر ایک مؤمن کو بخوبی ہو سکے کہ نہ تو آپ متصرف فی الامور ہیں اور نہ عالم الغیب ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس پر ایمان لانے والا بھی تو کوئی ہو (لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ)۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ بغوی اور خازن حضرت عبد اللہ بن عباس سے اس کا شان نزول یوں نقل کرتے ہیں کہ:

ان اھل مکۃ قالوا یا محمد الا یخبرک ربک بالسعر الرخیص قبل ان یغلو فتشتریہ فتربح فیہ وبالارض التی یرید ان تجدب فترتحل منھا الی ما قد اخصبت

اہل مکہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ کا رب آپ کو اشیاء کی گرانی سے پہلے سستے نرخ کی اطلاع نہیں دیتا تاکہ آپ ارزانی میں خرید کر گرانی کے زمانہ میں فروخت کر کے نفع حاصل کریں؟ اور کیا آپ کا رب آپ کو خبر نہیں دیتا کہ فلاں زمین پر قحط نازل ہونے والا

وما مسني السوء أي لكانت حالي من استكثار الخير واستفزاز المنافع واجتناب السوء على خلاف ما هي عليه فلم أكن غالبا مرة ومغلوبا أخرى في الحروب رابحا وخاسرا (روح البيان ص…)

یعنی خیر کثیر حاصل کرتا اور بہت زیادہ منافع سمیٹ لیتا اور تکلیف و نقصان سے بالکل محفوظ رہتا اور یہ نہ ہوتا کہ کبھی غالب رہتا اور کبھی مغلوب اور کبھی تجارت میں نفع اٹھاتا اور کبھی نقصان ۔ دیکھو ہمیشہ نفع اور غلبہ ہی ہوا کرتا ۔

اور علامہ ابو السعودؒ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ۔

أي ما أنا إلا عبد مرسل للإنذار والبشارة شأني حيازة ما يتعلق بهما من العلوم الدينية والدنيوية لا الوقوف على الغيوب التي لا علاقة بينها وبين الأحكام والشرائع (ابو السعود ج ٢ ص …)

یعنی میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں جو ہوشیار کرنے اور بشارت سنانے کے لیے بھیجا گیا ہوں میرا تعلق ان دینی اور دنیوی علوم سے ہے جن کا انذار و تبشیر کے ساتھ تعلق ہو باقی غیب کی وہ باتیں جن کا احکام و شرائع سے کچھ تعلق نہیں ان کو معلوم کرنا میری شان نہیں ہے ۔

اور امام ابن جریرؒ (المتوفی ٣١٠ھ) نقل کرتے ہیں کہ ۔

معنى ذلك لو كنت أعلم الغيب لأعددت للسنة المجدبة من المخصبة ولعرفت الغلاء من الرخص فاستعددت له في الرخص ۔
(تفسیر ابن جریر ج ٩ ص … و تفسیر ابن کثیر ج ٢ ص …)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو قحط کے سال کے لیے شادابی کے سال سے اور گرانی کے زمانہ کے لیے ارزانی کے موسم سے سامان تیار کر لیا کرتا ۔

اور امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ ۔

أي لو كنت أعلم الخصب والجدب لاستكثرت من المال لسنة القحط وما مسني السوء أي الضر والفقر والجوع (معالم ج ٢ ص ٢٢٩)

اگر میں شادابی اور قحط کو جانتا تو قحط کے سال کے لیے بہت سامان اور مال پہلے سے جمع کر لیتا اور مجھے تکلیف نہ ہوتی اور ناداری اور بھوک میرے قریب نہ پھٹکتی ۔

اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ۔

ولو كنت أعلم الغيب لاستكثرت من الخير أي من المال وفي رواية لعلمت إذا اشتريت شيئا ما أربح فيه فلا أبيع شيئا إلا ربحت فيه ولا يصيبني

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سا مال حاصل کر لیتا اور جب کوئی چیز بغرض تجارت خریدتا تو مجھے انجام معلوم ہو جایا کرتا اور ہر معاملہ میں مجھے نفع ہی ہوا کرتا اور فقر و ناداری میرے

المنکر۔ (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۲۴۳)

پاس بھی نہ پھٹکتی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا أي جلب
منفعة ولا دفع مضرة دينية ولا دنيوية و
هو إظهار للعبودية والتبري عن دعوى العلم
بالغيب إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ من ذلك فيعلمني به ويهيئ
جلبا أو دفعا ويعطيني قدرة على جلب النفع أو دفع
الضر وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ
الْخَيْرِ الآية يعني لاستكثرت من جلب المنافع و
دفع المضار حتى لا يمسني سوء ولما أكن مغلوبا
في الحروب تارة وغالبا أخرى۔

(تفسیر مظہری ج۳ ص[illegible])

فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے نفع اور ضرر کا مالک نہیں یعنی
جلب منفعت اور دفع مضرت کا خواہ اس کا تعلق دین سے ہو
یا دنیا سے ہو میں مالک نہیں۔ اس میں عبودیت کا اقرار
اور دعوئے علم غیب سے بیزاری کا اظہار ہے مگر جو اس سے
خدا تعالیٰ ہی چاہے تو وہ مجھے جلی یا خفی سے خبردار کر دیتا ہے
اور مجھے جلب نفع اور دفع ضرر پر قدرت دے دیتا ہے اور
اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت خیر جمع کر لیتا یعنی میں
منافع حاصل کر لیتا اور مضرت سے محفوظ رہتا اور مجھے کسی قسم
کی تکلیف نہ پہنچتی اور میں جنگوں میں کبھی مغلوب اور کبھی غالب نہ
ہوتا۔ (بلکہ ہمیشہ غالب ہی رہتا)

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفیؒ نے اس آیت کی چند تفاسیر نقل کرکے اس کو ترجیح دی ہے کہ:

نفي علمه عليه الصلاة والسلام إذ ذاك بالغيب
ليطلب النافع ودفع المضار التي لا علاقة بينها
وبين الأحكام والشرائع وما يعلمه صلى
الله عليه وسلم من الغيوب ليس
من ذلك النوع وعدم العلم به
لا يطعن في منصبه الجليل
عليه الصلاة والسلام۔

(روح المعانی ج۹ ص۱۴۱)

یعنی اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جس
علم کی نفی کی گئی ہے وہ ایسا علم ہے جو جلب منافع اور
دفع مضار میں مفید ہے اور یہ ایسا علم ہے جس کو احکام اور
شرائع سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جن غیوب کو آپ جانتے
رہے وہ ایسے نہیں ہیں کیونکہ ان کا تعلق تو احکام و شرائع وغیرہ
سے ہے اور جلب منفعت اور دفع مضرت کے علم کے نہ
حاصل ہونے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے منصب جلیل پر ہرگز کوئی طعن نہیں آتا۔

حضرات مفسرین کرامؒ کی ان عبارات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ الخیر سے ایمان،
عمل یا ایسی دینی و اُخروی خیر جس کا تعلق منصب نبوت سے ہے ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ اس خیر سے تو حضور

جس کا انکار خالص جہالت اور بے دینی ہے۔ بشرطیکہ ایمان و بصیرت کی دولت حاصل ہو ورنہ صرف نام کے
اسلام اور زبانی حق پرستی سے کیا بنتا ہے؟ ؎

تو بے بصر ہو تو یہ مانع نگاہ بھی ہے — ورنہ آگ ہے مومن جہاں خس و خاشاک

اس آیت کریمہ میں اَلْخَیْرُ کا مطلب اپنے مفسرین کرام کی زبانی سُن ہی لیا ہے۔ اب آپ فریق مخالف کی ہیرا پھیری یا بزعم خود شاید نفیس تحقیق بھی ملاحظہ کر لیجیے۔

فریق مخالف کے مجدد اور اعلیٰحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب اور صدر الافاضل مولوی نعیم الدین صاحب وغیرہ نے جو شگوفے کھلائے ہیں، وہ تو قابل دید ہیں ہی مگر مفتی احمد یار خان صاحب کی بھی سُن لیجیے کہ بڑے میاں تو خیر بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ کا ارشاد فرماتے ہیں اور قرآن پاک کی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت آیت کو کاٹنے کے لیے (معاذ اللہ تعالیٰ) کس طرح عشق پیچے لڑاتے ہیں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ہم یہ ترجمہ کر سکتے ہیں کہ اگر میرے پاس خیر ہوتا اور میں مصیبت سے بچ لیتا تو سمجھو کہ مجھے علم غیب بھی ہے میرے پاس بہت خیر ہے دیکھو مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ نیز اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ نیز يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ اور میں مصیبت سے بھی محفوظ کہ رب تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ لہٰذا مجھے علم غیب بھی ہے یہ آیت تو علم غیب کے ثبوت میں ہے نہ کہ انکار میں۔" (ملخصاً جاء الحق ص [illegible])

**الجواب** مفتی صاحب! اپنے ہوش و حواس کو ٹھکانے میں لا کر خیر سے اس اَلْخَیْر کو پیش نظر رکھیے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے اور جس کا بیان حضرات مفسرین کرام نے مال غلہ اور تجارت میں نفع وغیرہ سے کیا ہے۔ آپ الخیر کی جس بلا ذہن پر چل کر راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ وہ محل نزاع نہیں ہے۔ اس الخیر سے جو دوسرا خیر حضرت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے اس کا کس کو انکار ہے؟ اسی طرح وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ میں جس عصمت اور حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو جان سے کوئی نہیں مار سکتا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں آپ کا محافظ اور نگہبان ہے۔ اس میں اس کا ذکر نہیں کہ آپ کو کبھی بیماری بھوک پیاس اور جنگ وغیرہ سے دو چار نہیں ہونا پڑے گا۔ ورنہ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگا اور دانت

انکار کرنا ایک کھلی ہوئی جہالت یا خیانت ہے۔

وثانیاً آپ کو نقصان بھی ہوا اور آپ کو اس کے ٹالنے کی قدرت بھی نہ تھی متعدد نصوص قطعیہ اس پر دال ہیں اور خود یہی آیت قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ الآیۃ اس کا بیّن ثبوت ہے۔ اگر آیت اور احادیث پر یقین نہیں آتا تو بہت بہتر پوچھئے اپنے ہی ہم مسلک بزرگ مفتی احمد یار خان صاحب سے پوچھ لیجئے وہ لکھتے ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت سی جمع کر لیتا پھر آگے لکھتے ہیں کہ اور صرف کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لیے کافی نہیں جب تک کہ خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر قدرت نہ ہو۔ الیٰ ان قال تو علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت لازم ہے۔ (ملتقطاً جاء الحق ص ۱۳۰) علم غیب ذاتی کے متعلق مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے اور اشارۃً ابھی مذکور ہو گی مگر اتنی بات تو مفتی احمد یار خان صاحب کو بھی مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نقصان کے ٹالنے پر قدرت نہ تھی۔ وہو المطلوب۔ اور کیا مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک مفتی احمد یار خان صاحب بھی وجہ قطعیہ ہونے کے منکر ہیں؟ صاف بتائیے یہاں تو مفتی صاحب یہ لکھ گئے مگر جاء الحق ص ۱۳۱ میں ہی حضور کے مختار کل ثابت کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ سچ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔

وثالثاً جبکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نقصان ہوا اور آپ کو اس کے ٹالنے پر قدرت بھی نہ تھی بایں ہمہ آپ رحمۃ للعالمین ہی تھے اور اس میں ضرر و رحمت و زحمت کا اجتماع ہے لہٰذا اجتماع نقیضین ہے جو بقول مولوی محمد عمر صاحب کسی طرح نہیں ہو سکتی ہے کہ اگر اس مقام پر اجتماع نقیضین آگیا ہے تو کوئی ان کے الرحمۃ للعالمین معزول ہے اور اس کا ماننا کے خلاف ایک جہالت ہے اور کیفیت یہی ہے تو اس کا کیا معنی ہو گے۔ کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ ہم اس رسالت کی وجہ سے تمام جہانوں پر رحمت کریں تو یہ رحمت صفت خداوندی ہے۔ رحمت خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور نقصان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا۔ جب محل ایک نہ رہا تو اجتماع نقیضین کہاں سے اور کیسے لازم آیا؟ علاوہ ازیں اگر یہ رحمت بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت ہو تو یہ رحمت دینی لحاظ سے ہے اور آپ کو جو نقصان پہنچا وہ دنیوی اعتبار سے ہوا اور یہ تو منطق کا مسئلہ ہی ہے کہ و تتفاوت الاعتبار یتفاوت الاحکام (مسلم العلوم ص ۳۲) کہ اعتبار کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

اور نیز یہ بھی مذکور ہے ۔ لولا الرحمۃ لبطلت الحکمۃ ۔ ایضاً کہ اگر عقب ذات کا اعتبار کیا جائے تو حکمت باطل ہو جائے گی ۔

وجہ چہارم مولوی محمد عمر صاحب کے کلام سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ یونانی منطق کا یہ مجرد کہ اجتماع نقیضین محال ہے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کئی ہزار سال پہلے بنا ہی اس لیے تھا کہ آپ چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں لہٰذا رحمت اور زحمت دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا اور بقول مولوی محمد عمر صاحب اسی واسطے اجتماع نقیضین محال ہے ۔ یہ ہیں وہ علوم عقلیہ جن سے مولوی محمد عمر صاحب کی ذات گرامی موصوف ہے ۔ فَسُبْحَانَ مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ ؛ ؎

قسمت کی ہر ایک کو قسام ازل نے ۔۔۔ جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

دوسری غلط کاری کا یہ کہنا کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے تو سراسر باطل اور مردود ہے ۔

اولاً اس لیے کہ جن اہل مکہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ان کا سوال علم ذاتی سے ہرگز نہ تھا ۔ بلکہ انہوں نے تو یہ دریافت کیا تھا (جیسا کہ پہلے حضرات مفسرین کرام سے بحوالہ نقل کیا جا چکا ہے) کہ الا یخبرک ربک بالسعر الرخیص الخ (اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا تیرا پروردگار تجھ کو گرانی سے پہلے ارزانی کی خبر اور اطلاع نہیں دیتا ؟) اور کیا زمین پر قحط نازل ہونے سے پہلے تیرا رب تجھے اس کی اطلاع نہیں دیتا کہ آپ اس کے مطابق عمل کر کے خاطر خواہ نفع حاصل کریں اور نقصانات سے بچ جائیں (ملخصاً) اس سے معلوم ہوا کہ ان مشرکین کا سوال بھی علم عطائی ہی کے متعلق تھا ذاتی کا سوال نہ تھا ورنہ یہ سوال از آسمان اور جواب از ریسمان کا مصداق ہوگا ۔

ثانیاً اس عالم اسباب میں صرف اسباب جلب منفعت اور دفع مضرت کا معلوم ہونا کافی ہے یہ لازم اور ضروری نہیں کہ علم ذاتی ہو ۔ ایک سلیم الطبع اور صاحب عقل کو زہر کی مضرت سے بچنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ زہر ہے اور اس کے کھانے کا نتیجہ ہلاکت ہے ۔ اسی طرح شہد کے منافع کا مطلق علم اس کو درکار ہے علم ذاتی کی ضرورت نہیں ہے ۔ اگر کوئی احمق یہ جانتے ہوئے بھی زہر کھائے کہ مجھ کو اس کے نقصان کا ذاتی علم نہیں بلکہ کسی کا بتلایا ہوا ہے تو ایسے بیوقوف اور احمق کا دنیا میں کیا علاج ہو سکتا ہے ؟ ہاں اگر بروقت علاج کرے تو شاید کہ مفید ہو ورنہ بے سود ۔

علاج نفس ظالم زود ہنگام جوانی کن ۔۔۔ کہ ایں مار سیہ چوں پیر گردد اژدہا گردد

## چھٹی آیت : اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ۔

| | |
|---|---|
| قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○ (پ ۲۶ - الاحقاف - رکوع ۱) | اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا پیش آئے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھے وحی آتی ہے اور میرا کام تو صرف صاف صاف ڈرانا ہے کھول کر۔ |

یعنی میری باتوں سے تم اس قدر کیوں بدکتے ہو؟ میں کوئی نئی اور انوکھی چیز لے کر نہیں آیا مجھ سے پہلے بھی دنیا میں سلسلۂ نبوت و رسالت جاری رہا ہے۔ اُن سب رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے، وہی کچھ میں کہتا ہوں جو اُن سب نے کہا باقی مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا میں میرا کام صرف وحی الٰہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا اور کفر و عصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے۔

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جو جو واقعات جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور قوم سے پیش آنے تھے آپ کو اُن کا علم و درایت نہ تھی۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا اور آپ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہوتے تو آپ کو ضرور ان حوادثات اور واقعات کی تفصیل معلوم ہوتی۔ حضرت ام العلاء الانصاریہ رضہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

| | |
|---|---|
| واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم (رواہ البخاری ج ۔ ۱۲۱ و صاحب المشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۲ واللفظ لہ) | خدا کی قسم میں نہیں جانتا، خدا کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ |

ما یفعل بی ولا بکم سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات مفسرین کرام سے جن میں حضرت ابن عباس رض، حضرت عکرمہ رض، حضرت حسن رہ اور حضرت قتادہ رہ وغیرہ کا نام بھی لیا جاتا ہے یہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے آخرت میں اپنی نجات کا علم نہ تھا حتیٰ کہ سورۃ الفتح نازل ہوئی اور اس میں لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کا ارشاد نازل ہوا تو آپ کو اپنی نجات کا علم ہوا اور یہ آیت منسوخ ہو گئی، اسی پر فریق مخالف کے اعلیٰحضرت نے ابناء المصطفیٰ

ص۱۷۵ وغیرہ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب نے جاء الحق ص۱۳۸ میں اور مولوی محمد عمر صاحب نے مقیاس حنفیت ص۵۱۱ میں زور دیا ہے اور دیگر اہل بدعت حضرات نے بھی یہی کچھ کہا ہے۔

**الجواب** اگرچہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے متعلق بعض مفسرین کرام نے دعویٰ کیا ہے مگر اس میں چند وجوہ سے کلام ہے:-

اوّل: اس لیے کہ نص قرآنی میں وما ادری ما یفعل بی ولا بکم خبر ہے اور خبر میں نسخ جائز نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ فلما الاخبار فلا یکون فیہا ناسخ ولا منسوخ۔ (ابن کثیر ج۱ ص۱۲۲) "اخبار میں ناسخ و منسوخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ھذا الخبر لا یجوز نسخہ (تفسیر ج۱ ص۴۲۶) "یہ خبر ہے اور اس میں نسخ جائز نہیں ہے"

اور شیخ احمد المدعو بہ ملا جیونؒ نسخ اور انساء کا فرق نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

| | |
|---|---|
| ویختص ھذا ان النسخ لا یکون الا فی الامر والنھی دون الخبر (تفسیرات احمدیہ ص) | مگر بعض نے کہا کہ نسخ امر و نہی ہی میں ہوتا ہے خبر میں نہیں ہوتا۔ |

اور نواب صاحب لکھتے ہیں کہ "نسخ در اخبار صحیح نیست زیرا کہ وقوع آں خلاف خبر مخبر صادق متصور است" (بلفظہ افادۃ الشیوخ ص۳)

اور علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ "خبر اور وعدہ وعید میں نسخ کا وقوع نہیں ہوتا" (اتقان ج۲ ص۲۱)

اور حضرت ملا علی بن القاریؒ حضرت ام العلاء انصاریہؓ کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:-

| | |
|---|---|
| قلت وفیہ ان النسخ علی تقدیر صحۃ تعبیرہ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار (مرقات شرح مشکوٰۃ ج۵ ص۲۶۰) | میں کہتا ہوں کہ اس میں کلام ہے اس لیے کہ بایں ہمہ اگر ناسخ کے صحیح ہونے کے نسخ کا وقوع احکام میں ہوتا ہے اخبار میں نسخ کا وقوع نہیں ہوتا۔ |

اور فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت خان صاحب لکھتے ہیں کہ "اور اخبار کا نسخ ناممکن" (انباء المصطفیٰ ص۶)

اور یہی کچھ مولوی ابو البرکات سید احمد صاحب کہتے ہیں کہ "اس لیے کہ اخبار کا نسخ ناممکن ہے"

(بلفظہ رسالہ مناظرہ ملتان ص۱۰)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ خبر میں نسخ کا وقوع جائز نہیں ہے بلکہ بالکل خلاف عقل و ناممکن ہے اور وما ادری الآیۃ خبر ہے لہٰذا اس کا نسخ کیسے؟

كما قتلت الأنبياء من قبلي؟ ولا أدري أيخسف بكم أو ترمون بالحجارة؟ وهذا القول هو الذي عوّل عليه ابن جرير وأنه لا يجوز غيره ولا شك أن هذا هو اللائق به صلى الله عليه وسلم فإنه بالنسبة إلى الآخرة جازم أنه يصير إلى الجنة هو ومن اتبعه وأما في الدنيا فلم يدر ما كان يؤول إليه أمره وأمر مشركي قريش إلى ماذا؟ أيؤمنون أم يكفرون فيعذبون فيستأصلون بكفرهم (ملخص)

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۵۵)

جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قتل کئے گئے؟ اور میں یہ نہیں جانتا کہ کیا تمہیں زمین میں دھنسایا جائے گا یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے؟ اور اسی قول پر امام ابن جریر نے اعتماد کیا ہے اور یہ کہ اس کے بغیر کوئی قول جائز ہی نہیں اور کوئی شک نہیں کہ یہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع کے لائق ہے کیونکہ آخرت کے بارے میں تو آپ کو یقین تھا کہ آپ بھی اور آپ کے پیروکار بھی جنت میں جائیں گے لیکن البتہ دنیا میں انجام کا علم آپ کو نہ تھا کہ آپ کا انجام کیا ہوگا؟ اور مشرکین کا کیا حشر ہوگا؟ کیا وہ ایمان لائیں گے یا کفر کریں گے اور عذاب میں مبتلا ہو کے ان کا استیصال کر دیا جائے گا۔

حافظ ابن کثیر رح کی یہ عبارت ہر ایک منصف مزاج آدمی کے لیے حجت قاطعہ ہے کہ اس آیت سے مراد نجات اخروی نہیں بلکہ امور دنیوی مراد ہیں اور حضرت ملا علی بن القاری رح فرماتے ہیں کہ لا ادری الا امور دنیوی کے ساتھ مخصوص ہے اور پھر امور دنیوی کی یہ تفسیر کی ہے کہ:-

والمراد من الأمور الدنيوية بالنسبة إليه صلى الله عليه وسلم هي الجوع والعطش والشبع والري والمرض والصحة والفقر والغنى وكذا حال الأمة وقيل المعنى أخرج من بلدي أم أقتل كما فعل بالأنبياء من قبلي وأترمون بالحجارة أم يخسف بكم كالمكذبين من قبلكم والحاصل أنه

امور دنیوی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے حق میں بھوک، پیاس، سیر شکمی، سیرابی، مرض، صحت، فقر اور غنی وغیرہ مراد ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنحضرت کی مراد یہ ہے کہ کیا میں اس طرح شہر بدر کیا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شہر بدر کئے گئے یا میں قتل کیا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے پہلے پیغمبر قتل کئے جاتے رہے اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ تم سابق مکذبین کی طرح زمین میں دھنسائے جاؤ گے یا تم پر پتھر برسائے جائیں گے اور حاصل یہ ہے کہ آنحضرت

فما رأيا كما الحب الأرض التي رفعت لي فقال بعضهم. وما أدري ما يفعل بي ولا بكم إلى ماذا يصير أمري وأمركم في الدنيا أما أنا فأخرج كما أخرجت الأنبياء من قبلي أم أقتل كما قتلت الأنبياء من قبلي ولا أدري أتخرجون معي أم تتركون أم ماذا يفعل بكم ولا أدري ماذا يفعل بكم أيها المكذبين أترمون بالحجارة من السماء أم يخسف بكم أم أي شيء يفعل بكم كما فعل بالأمم المكذبة (معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۵۴)

اور یہ بھی کہا کہ مطلب یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے معاملہ کا دنیا میں انجام کیا ہوگا؟ کیا میں بھی شہر سے نکالا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے پہلے رسول نکالے گئے؟ یا میں قتل کیا جاؤں گا جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قتل کیے گئے اور میری تصدیق کرنے والو! میں تمہارے متعلق بھی نہیں جانتا کہ کیا تم میرے ساتھ نکالے جاؤ گے یا پیچھے چھوڑ دیے جاؤ گے اور تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آئے گا؟ اور اے میری تکذیب کرنے والو! میں تمہارے متعلق بھی نہیں جانتا کہ کیا تم پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے یا تمہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا، یا اس کے علاوہ کوئی اور عذاب آئے گا جیسا کہ پہلے جھٹلانے والوں پر آیا تھا؟

اس عبارت سے ایک تو یہ بات بصراحت معلوم ہوئی کہ حضرات مفسرین کرام کی ایک بہت بڑی جماعت کے نزدیک یہ آیت امور دنیوی سے متعلق ہے، نجات وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا یہ آیت کسی طرح منسوخ نہیں ہوگی، اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ حضرت ابن عباسؓ سے نسخ کی روایت کے علاوہ یہ بھی مروی ہے کہ اس آیت کا نزول ہجرت کے مقام کے متعلق حضرات صحابہ کرامؓ کا سوال تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ہجرت اسی دنیا کے اندر مدینہ طیبہ ہی ہوئی۔ کوئی معقول وجہ پیش نہیں کی جا سکتی کہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کو جو نقلی اور عقلی دلائل سے مؤید ہے ترک کر کے ان کی اس روایت کو ترجیح دی جائے جس کی تائید میں عقلی اور نقلی دلائل مفقود ہیں، جس میں تعظیم اور توقیر رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا پہلو بھی مفقود ہے اور جس پر یہ فریق مخالف زور دے رہا ہے۔ نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کیا حضرت ابن عباسؓ کی طرف یہ نسبت کسی صحیح سند سے ثابت بھی ہے یا یونہی محض دل مضطرب کو دلاسا دیا جا رہا ہے؟ ؎

جب دیا اس نے دلاسا شب کو وقت اضطراب
دل کی وہ بے چینیاں سب دفعتہً بحال ہو گئیں

الغرض قرآن کریم کی آیت اور اسی طرح حضرت ام العلاء الانصاریہؓ کی صحیح حدیث نص صریح ہے اور نہ اس کی مراد یہ ہے کہ آپ کو اپنی اُخروی نجات کا علم نہ تھا معاذ اللہ وکلا بلکہ اس سے علم غیب کی نفی اور امور دنیوی کے بارے میں لاعلمی مراد ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ امور دنیوی سے نہ تو آپ کا کوئی لگاؤ تھا اور نہ ان کا علم تھا اور نہ ان سے لاعلمی سے آپ کی شان رفیع پر کوئی حرف آتا ہے بلکہ ان دنیوی امور کا نہ جاننا ہی آپ کا کمال سمجھا جاتا ہے جیسا کہ سید آلوسی الحنفی وغیرہ سے نقل کیا جا چکا ہے۔

چہارم اگر ولا ادری ما یفعل بی ولا بکم سے آخرت ہی مراد ہو تو اس درایت سے تفصیلی درایت مراد ہوگی۔ چنانچہ حضرت ملا علی ن القاری لکھتے ہیں کہ:۔

ای یکون نفیا للدرایۃ المفصلۃ دون المجملۃ قلت ھذا ھو التحقیق۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ... و شرح شفا ملا علی بر حاشیہ نسیم الریاض ج ۴ ص ۲۲۲)

اس کلام ادری میں درایت مفصلہ کی نفی ہے درایت مجملہ کی نفی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہی بات صحیح ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

ومع ذلک ما ادری تفصیلا ما یفعل بی ولا بکم بحسب جزئیات احوال مخصوصۃ۔ (مظہری ج ۸ ص ۳۹۶)

اس اجمالی نجات کے علم کے باوجود میں تفصیلاً نہیں جانتا کہ ہر ایک حال مخصوص کی جزا کے سلسلہ میں میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔

درایت مفصلہ کا یہ مطلب لینا چاہیئے کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی نجات کا یقینی علم تھا مگر حشر میں آپ کو کیا کیا جزئی اور تفصیلی واقعات پیش آئیں گے اور اسی طرح جنت کی ابدی زندگی میں جزا بالفعل وکمال تنعم ہوگی کیا کیا اور کس کس نوعیت اور مقدار کی نعمتیں آپ کو دی جائیں گی اسی طرح جو جو حالات دوسرے لوگوں سے پیش آئیں گے اس مفصل درایت اور علم کی نفی ہے نہ کہ نفس نجات کی کیونکہ وہ تو یقینی تھی اور اس کے متعلق آپ کا علم بھی یقینی تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آیت کریمہ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ سے جنت کی غیر محدود اور لاتناہی نعمتوں پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ولا یعلمہ ملک مقرب ولا نبی مرسل

ان کو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خطور گزرا اور ان کو نہ کوئی

(ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابن جریر، درمنثور ج ۵ ص ۱۷۸) مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔

اور مستدرک میں ان کی روایت یوں آئی ہے کہ:

ولا يعلمه نبي مرسل ولا ملك مقرب (مستدرک ج ۲ ص ۴۱۳ قال الحاکم والذہبی صحیح)

نہ تو ان کو کوئی نبی مرسل جانتا ہے اور نہ فرشتہ مقرب۔

اور علامہ بیضاوی رح لکھتے ہیں کہ:

فلا تعلم نفس لا ملك مقرب ولا نبي مرسل (بیضاوی ج ۲ ص ۱۵۸)

نہ تو ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ نبی مرسل جانتا ہے۔

اور علامہ ابو السعود رح لکھتے ہیں کہ:

فلا تعلم نفس من النفوس لا ملك مقرب ولا نبي مرسل (ابو السعود ج ۸ ص ۲۱۱)

ان نعمتوں کو نفوس میں سے کوئی نفس نہیں جانتا نہ تو کوئی مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل۔

اور علامہ نسفی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ:

لا يعلم احد ما اخفى لهم من الكرامة (مدارک ج ۳ ص ۲۰۱)

کوئی بھی ان خاص مخفی انعامات کو نہیں جانتا جو ان صالحین کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ:

اي فلا يعلم احد عظمة ما اخفى الله لهم في الجنات من النعيم المقيم واللذات التي لم يطلع على مثله احد (ابن کثیر ج ۳ ص ۴۶۰)

یعنی کوئی بھی ان دائمی لذات اور نعمتوں کی عظمت کو نہیں جانتا جو اللہ تعالیٰ نے جنت کے اندر اپنے بندوں کے لیے چھپا رکھی ہیں کیونکہ ان پر کسی کو اطلاع نہیں ہوگی۔

اور یہی کچھ حافظ ابن تیمیہ نے شرح حدیث النزول ص ۱۲ طبع امرتسر میں لکھا ہے لا یعلمہ ملک مقرب ولا نبی مرسل الخ۔

اور قیامت کے بعد کے تمام واقعات کے علم کا دعویٰ فریق مخالف کو بھی نہیں ہے۔ چنانچہ خانصاحب لکھتے ہیں کہ:

" ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔ (انباء المصطفیٰ ص ۲)

اور الدولۃ المکیۃ صـ ۳۲ میں لکھتے ہیں کہ:-

کل کائن من اول یوم الی الیوم الآخر الی دخول اهل الدارین منازلهم وهو العلم منه بما کان وما یکون

تمام وہ باتیں جو روز اول سے روز آخر تک ہونے والی ہیں یعنی اہل جنت کے داخلہ جنت اور اہل نار کے داخلہ نار تک سب کے واقعات کو ما کان وما یکون سے تعبیر کیا جاتا ہے

یعنی اہل جنت اور اہل نار کے جنت اور دوزخ میں اپنی اپنی منزلوں پر پہنچنے کے بعد کا علم ما کان و ما یکون سے خارج ہے۔ وہو المطلوب۔

اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعوے نہیں کرتے" (الحقیقہ جاء الحق صـ )

ان تمام عبارات کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ بالکل روز روشن کی طرح سامنے آجاتا ہے کہ اگر آیت اور حدیث سے مراد امور اخروی بھی ہوں تو نفس مغفرت اور نفس نجات اس سے ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو ایک یقینی امر ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ امور اخروی کی جزئی تفصیلات اور بعد از قیامت ابد تک کے لیے بے انتہا نعمتوں اور ابد الآباد کے کل حالات کا علم آپ کو حاصل نہ تھا اور یہ آیت اور حدیث بھی صرف یہی بتلا رہی ہے اور اس معنی میں فریق مخالف کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ ان کی عبارات سے ملاحظہ کر لیتے ہیں اور جنت کی ان نعمتوں کے لیے ہر مسلمان کے دل میں سچی تڑپ ہونی چاہیئے اگرچہ منافق و فجار کی ان نظاروں کا جو جنت کے حصول کے رستے میں حاجز کر دی گئی ہیں بیان نہیں ہو سکتا

زباں پہ دل ہے اور دل بے زباں ہے ہائے مجبوری!
بیاں میں کس طرح آئے کہ جو دل پہ گزرتی ہے؟

پنجم: اگر فریق مخالف کا یہ جواب صحیح ہے کہ اس وقت تک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی نجات اور فلاح کا علم بھی نہ تھا (معاذ اللہ تعالیٰ) تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ آپ کو اس وقت تک علم غیب حاصل نہ تھا اور نہ جمیع ما کان وما یکون کے آپ عالم تھے کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ فریق مخالف کے نزدیک اہل جنت کے داخلہ جنت اور اہل نار کے داخلہ نار تک کا کل علم ما کان وما یکون میں داخل ہے اور جب آپ کو انیس بیس سال تک بعد از نبوت اپنی نجات کا بھی علم نہیں تھا اور اسی طرح دیگر قوم کی نجات اور فلاح کا علم بھی نہیں تھا تو مولوی احمد رضا خان صاحب، مولوی نعیم الدین صاحب

مولوی محمد صالح صاحب مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کو دیانت اور انصاف کے ساتھ ارشاد فرمائیں کہ وہ دیانت اور انصاف کو بھی اور پھر ملحوظ بھی رکھیں سورۂ احقاف سے قبل کی نازل شدہ آیات اور پہلے کی وارد شدہ احادیث سے بہر کیف مزعوم و موہوم علم غیب پر استدلال کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ سورۂ احقاف تک تو آپ کو ان کے خیال کے مطابق اپنی اور قوم کی نجات اور فلاح ہی کا علم نہیں تھا اور یہ ما کان و ما یکون میں داخل ہے اور ما قبل کی آیات جن میں مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ ۔ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ ۔ وغیرہ وغیرہ آیات اور بنا صبح خلال خمرا وغیرہ وغیرہ احادیث جن کی کچھ بحث پہلے گزر چکی ہے اور باقی کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی ان شاء اللہ العزیز ہے کہ علم غیب ثابت ہے تو اس آیت کے منسوخ ہونے کے کیا معنی؟ اور پھر اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی اور قوم کی نجات کے متعلق علم کا حاصل نہ ہونا کیونکر صحیح ہوا؟ کوئی معقول اور صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جب فریق مخالف اس آیت کو منسوخ قرار دیتا ہے تو اس سے پہلے کی نازل شدہ آیات سے علم غیب کلی اور جمیع ما کان و ما یکون پر اس کا استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ واضح دلیل بیان کریں لیکن

پہنچے گا آخر مرکزِ عرفانِ زندگی ‏ ‏ ‏ جو رازداں ہو تربیتِ علم و فن نہیں

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"اس سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نہ تو اپنی خبر تھی نہ کسی اور کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا لیکن اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں اولاً یہ کہ اس آیت میں درایت کی نفی ہے نہ کہ علم کی، درایت اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں یعنی میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا وحی سے جانتا ہوں دوسرے یہ کہ یہ آیت حضور علیہ السلام کو یہ باتیں بتانے سے پہلے کی ہے لہٰذا یہ منسوخ ہے" (بلفظہ جاء الحق ص [illegible])

**الجواب** مفتی صاحب نے جس دلیل کا ثبوت اس آیت میں دیا ہے وہ قابل غور ہے:-

اولاً اس لیے کہ مخالفین کے ذمہ یہ الزام لگایا کہ وہ حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے اور دوسروں کے متعلق یہ خبر نہ تھی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اگر اس سے نفس نجات مراد ہے تو یہ ہم پر مفتی صاحب کا خالص افترا اور بہتان ہے جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے

اور اگر جنت کی تمام نعمتوں کا معاملہ ہے تو اس میں مفتی صاحب اور ان کی جماعت بھی ہمارے ساتھ ہے۔
پھر الزام کس پہ بچارگا ہے

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر    اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

وثانیاً۔ مفتی صاحب! وہ تیسری صحیح تفسیر جو ہم نے بحوالہ نقل کی ہے اس کو آپ کیوں ہڑپ کر گئے ہیں؟ کیا وہ صحیح تفسیر حضرت مفسرین کرام نے نہیں کی؟ اور کیا اس تفسیر سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کا پہلو نمایاں نہیں ہوتا؟

وثالثاً درایت کے یہ معنی کرنا عقل اور قیاس سے جانچ کر سکتے ہیں یہ بھی مفتی صاحب کی پہلی ایجاد و اختیارانہ اختراع ہے۔ اہل لغت نے درایت اور علم کو مترادف قرار دیا ہے یا درایت کو خاص علم کہا ہے یا جو چیز شک کے بعد حاصل ہو وہ درایت ہے مگر یہ قول ضعیف ہے جو قیل سے مروی ہے۔ چنانچہ مختار الصحاح ص۲۰۴ میں ہے، دری به ای علم به و ادراه اعلمه۔ (وهكذا في القاموس ج۴ ص۳۲۸)

اور علامہ الزبیدی الحنفی (المتوفی ۱۲۰۵ھ) لکھتے ہیں کہ:

في التكملة قال شيخنا باتحاد العلم والدراية وصرح غيره بان الدراية اخص من العلم كما في التوضيح وغيره وقيل الدرى ما بعد الشك قاله ابو علي۔ (تاج العروس ج۱۰ ص۱۲۵)

تکملہ میں ہے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ علم اور درایت متحد ہیں اور دوسروں نے تصریح کی ہے کہ درایت علم سے خاص ہے۔ توضیح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو چیز شک کے بعد حاصل ہو وہ درایت ہے ابو علی نے ایسا ہی کہا ہے۔

## ساتویں آیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○

نبی کو لائق نہ تھا کہ ان کے پاس قیدی رہتے جب تک کہ وہ ان کا خون زمین پر نہ بہا دیتا، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے اس سے قبل تو تم پر اس چیز کی وجہ سے جو تم

علم غیب کا اثبات کرتا ہے ، اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب اور جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل ہوتا تو آپ دیدہ ودانستہ اس رائے کو اختیار نہ فرماتے جو حق تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہ تھی بلکہ صحیح مسلم کی روایت میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں اس لغزش کی وجہ سے روئے اور خداوند کریم کا عذاب آپ سے بہت ہی قریب دیکھا ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ہی کی روایت میں ہے ۔

فلما كان من الغد جئت فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر قاعدين وهما يبكيان قلت يا رسول الله اخبرني من اى شئ تبكى انت وصاحبك فان وجدت بكاء بكيت وان لم اجد بكاء تباكيت لبكائكما فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابكى للذى عرض على اصحابك من اخذهم الفداء لقد عرض على عذابهم ادنى من هذه الشجرة شجرة قريبة من نبى الله صلى الله عليه وسلم فانزل الله عز وجل ما كان لنبى ان يكون له اسرى الآية (مسلم ج ۲ ص ۹۳)

پھر جب کل حاضر ہوا تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں بیٹھے رو رہے ہیں ، میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے بھی بتایئے کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں ؟ اگر مجھے بھی رونا آیا تو ضرور روؤں گا ورنہ آپ کے رونے میں شرکت کے لیے رونے کی کوشش کروں گا ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ساتھیوں کے فدیہ لینے کی وجہ سے جو عذاب مجھے بتایا گیا اس کی وجہ سے میں رو رہا ہوں ، وہ عذاب اس درخت کے قریب آپہنچا تھا اور آپ نے اپنے قریب ہی ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا اور یہ آیت ماکان لنبی الآیۃ نازل ہوئی ۔

دیکھا آپ نے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کے بعد من الغد کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ، اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر تمام حضرات صحابہ کرامؓ کو جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام اہل زمین میں بلند درجہ اور شان رکھتے ہیں اور ہر ایک اپنے مقام پر ولی کامل ہے ، یہ معلوم نہیں کہ ہماری اس رائے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرمائے گا اور عذاب کی ابتدائی نشانیاں ہمارے سامنے بہت ہی قریب دکھائی جائیں گی حتیٰ کہ ہمیں اپنی اس رائے پر پچھتاتے ہوئے رونا بھی پڑے گا ۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی نوازش اور مہربانی سے درگزر فرما کر بعد کو فدیہ وغیرہ حلال قرار دیا ۔ اس واقعہ کی ایک ایک جزئی اپنے اندر حقیقت رکھتی ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی واضح سے واضح تر دلیل ہے ، اور ہے

بھی صرف واقعہ اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا ہے اور قیامت سے پہلے کا ہے اور اس دن کے بعد کا ہے جس دن آپ نے ھذا مصرع فلان الخ فرمایا تھا۔ لہٰذا مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کا یہ عذر لنگ بھی ختم ہو گیا کہ "جس کے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو" (بلفظہ جاء الحق ص۵۳) دیکھئے مفتی صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ ہم تو یہی کہیں گے کہ :

ہمارا حق محبت سے ہے آپ کے ذمہ ۔۔۔ غریب خانے پہ آکر حساب صاف کرو

ان صحیح اور صریح روایات کے بعد اس کی ضرورت نہیں کہ ہم حضرات مفسرین کرام کی تفاسیر اس مضمون کی تشریح میں نقل کریں اور خواہ مخواہ دامن بیان کو دراز کریں۔ البتہ یہ عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ ہمارے حضرات فقہاء احناف کثّرہم اللہ تعالیٰ جماعتہم نے اس آیت سے ایک تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیر منصوص احکام میں اجتہاد کے صحیح ہونے پر استدلال کیا ہے اور علم ما کان وما یکون کو اجتہاد کی کیا ضرورت لاحق ہے؟ اور دوسرا یہ استدلال کیا ہے کہ مجتہد کو اس کی غلطی اور خطا کی صورت میں گرفت نہیں ہوتی۔ توضیح اور تلویح کا ایک حوالہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ اور حضرت ملا جیون رحمہ لکھتے ہیں کہ :

لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم بالفداء باجتهاد ثم نزل بعدہ نص بخلافہ وھو ھذہ الآیۃ فلم ینتقل من الفداء الی القتل بل استقر علیہ (تفسیرات احمدیہ ص [illegible])

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے فدیہ لینے کا حکم صادر فرمایا اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جو اس اجتہاد کے خلاف تھی تو فدیہ کے بعد قتل کا فیصلہ پھر اختیار نہ کیا گیا بلکہ فدیہ ہی کی بات قائم رہی۔

## آٹھویں آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ○ (پ۴۔ آل عمران رکوع ۱۳)

(اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کا کچھ اختیار نہیں یا تو اللہ تعالیٰ ان پر رجوع فرمائے اور وہ توبہ کریں یا ان کو عذاب کرے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔

صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا شان نزول غزوۂ احد میں (جو شوال ۳ھ میں واقع ہوا تھا) مشرکین مکہ کی وہ سخت بے اعتدالیاں تھیں جن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ

مبارک بھی زخمی ہوا اور دانت مبارک کا ایک حصہ (کذا فی زاد المعاد ج ۲ ص ۹۷ وعقد الفرید ... ص ۱۰۲) شہید ہوا تو آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ :

كيف يفلح قوم شجوا نبيهم صلى الله عليه وسلم وكسروا رباعيته وهو يدعوهم إلى الله فنزلت ليس لك من الأمر شيء الآية (بخاري ج ۲ ص ۵۸۲ ومسلم ج ۲ ص ۱۰۸ واللفظ له)

وہ قوم کس طرح ترقی و فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرۂ مبارک کو زخمی کر دیا ہو اور ان کا دانت مبارک شہید کیا ہو حالانکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہا ہے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اور حضرت سالم بن عبد اللہؒ (المتوفی ۱۰۶ھ) سے روایت ہے کہ :

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو على صفوان بن أمية وسهيل بن عمرو والحارث بن هشام فنزلت ليس لك من الأمر شيء الآية (بخاري ج ۲ ص ۵۸۲ واللفظ له وترمذي ج ۲ ص ۱۲۲ وابن كثير ج ۱ ص ۴۰۳)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام (جو ابوجہل کا بھائی تھا) کے حق میں بد دعا کرتے تھے حتیٰ کہ قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے انجام اور فلاح و ہدایت کا علم نہ تھا اس لیے آپ نے ان کے حق میں بد دعا فرمائی لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں چونکہ ان کی قسمت میں ایمان کی دولت تھی اور یہ سب حضرات بعد کو مسلمان ہو گئے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے حق میں بد دعا کرنے سے منع کر دیا اور اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت امام احمدؒ (المتوفی ۲۴۱ھ) کی روایت میں جو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے یوں آتا ہے :

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اللهم العن فلانا اللهم العن الحارث بن هشام اللهم العن سهيل بن عمرو اللهم العن صفوان بن أمية فنزلت هذه الآية ليس لك من الأمر الآية فتيب عليهم كلهم (في رواية له وهداهم الله للإسلام) (مسند احمد ج ۲ ص ۹۳ وتفسير ابن كثير ج ۱ ص ۴۰۳)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے اے اللہ فلاں اور فلاں پر لعنت نازل کر اے اللہ حارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ پر لعنت نازل کر۔ اس پر لیس لک الآیۃ نازل ہوئی اور ان سب کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دے کر ان پر رجوع فرمایا اور ان کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔

اور کتب احادیث اور تواریخ سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے فتح مکہ کے موقع پر دعوتِ رشد کو بخوشی اسلام قبول کیا تھا اور مخلص مسلمانوں کی صف میں داخل ہو کر وہ کارنامے دکھائے جو اسلامی تاریخ میں آفتاب نیمروز کی طرح درخشندہ ہیں۔ سچ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازے اس کو کون روک سکتا ہے؟ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے ایمان کے لیے بڑی انتھک کوشش کی مگر خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا اور ان حضرات پر لعنت اور بددعا بھی کی مگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی غالب ہو کر رہا۔

اس آیت سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مختارِ کل ہونے کی نفی بھی صاف طور پر ثابت ہو گئی ہے۔ دیکھئے فریق مخالف اس کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ صحیح بات کو تسلیم کرنا ان کا شیوہ نہیں ہے اور اس کا شاید کوئی احساس بھی نہیں ہے۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا ۔۔۔ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

فریق مخالف کا تو بیان یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک کے ایمان اور کفر اور ظاہر و باطن نیز اور جو کچھ کہ آئندہ پیش آنے والا ہے سب کو جانتے ہیں مگر یہ آیت کریمہ مع ان احادیث کے جو اس کی تشریح و تفسیر میں پیش کی گئی ہیں اس باطل نظریہ کی قطعی تردید کرتی ہیں۔ اس لیے کہ جو کافر آپ کے مدمقابل میں لڑنے آئے تھے اور جن کی وجہ سے ستر صحابی شہید ہوئے جن میں آپ کے چچا محترم حضرت حمزہؓ سید الشہداء بھی تھے، اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں اس واقعہ کے صرف پانچ سال بعد فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والے تھے، ان کے انجام اور ایمان کا علم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہرگز نہ تھا ورنہ آپ کیوں اَللّٰھُمَّ الْعَنْ جیسے الفاظ سے ان کے حق میں بددعا کرتے؟ آپ کو اگر ذرا سی بھی ان کے ایمان لانے کی امید ہوتی تو آپ وہی پیکر عفو و کرم تو ہیں جنہوں نے طائف کی بستی میں سامنے بدن کے لہولہان ہونے کے بعد بھی اہل طائف کی حسن عاقبت کی امید کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ، اور گویا اس طرح آپ نے ان کو ایک گونہ امان دی۔ ؎

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی؟
میرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں

اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ

کہ یہ تو وہ معلوم ہو جاتا کہ میری اس بددعا پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوگا اور مجھے اس پر تنبیہ کی جائے گی لہٰذا میں بددعا ہی نہ کرتا ، کیونکہ فریقِ مخالف کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عقیدہ ہے کہ آپ دیدہ و دانستہ اور عمداً اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کیا کرتے تھے ! معاذ اللہ تعالیٰ من ہذہ التوہین فریقِ مخالف کا اس آیت کے جواب میں کوئی قابلِ توجہ قول ہماری نظر سے نہیں گزرا تاکہ اس کا جواب دیا جاتا ۔ اور یہ بھی یہ واقعہ اور قیامت سے قبل کا ہے اور مفتی احمد یار خان صاحب کی منشا اگر مراد ہے بجز اللہ تعالیٰ کے ماوی شیئی کُل ہو کا عالم ان کے یہ خود جزئی ہیں لیکن گیت کُل کے گاتے ہیں

## نویں آیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۖ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ○ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ○

(پ ۲۸ ۔ تحریم ۔ رکوع ۱)

اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے چاہتا ہے تو رضامندی اپنی عورتوں کی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ، مقرر کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کھول ڈالنا تمہاری قسموں کا اور اللہ تعالیٰ مالک ہے تمہارا اور وہی ہے سب کچھ جاننے والا حکمت والا اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی عورت سے کوئی بات پھر جب اس نے خبر کر دی اس کی اور اللہ تعالیٰ نے جتلا دی نبی کو وہ بات تو جتلا دی نبی نے اس میں سے کچھ اور اعراض کیا کچھ حصے سے پھر جب وہ جتلائی عورت کو وہ بولی آپ کو کس نے بتلادی ہے یہ بات فرمایا مجھ کو بتایا اس خبر رکھنے والے واقف نے ۔

ان آیات کے شانِ نزول میں روایت میں جو چیزیں سامنے آئی ہیں ایک یہ کہ ایک خاص مصلحت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہؓ (المتوفاۃ ۱۶ھ) کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا ، اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیرؒ ایک روایت نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہذا اسناد صحیح (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۸۷) اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں بسند صحیح (فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۵) مگر زیادہ تر حضرات محدثینؒ اور مفسرینؒ اس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ ام المؤمنین کے پاس کہیں سے شہد آگیا تھا ، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حلوا اور شہد

سے اُنسیت تھی خلاف معمول حضرت زینبؓ کے پاس شہد نوش کرنے کے سلسلہ میں دیر ہوجایا کرتی تھی حضرت
عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بمقتضائے بشریت یہ چیز ناگوار گذری کہ آپ زیادہ دیر کسی کے پاس ٹھہریں۔
انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی لطیف حیلہ اور بہانہ سے آپؐ کا حضرت زینبؓ کے پاس کثرت سے
آنا جانا بند کردیں سوچا اور اس پر اتفاق کرلیا کہ اگر آپ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائیں تو وہ
اور اگر حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائیں تو وہ یہ کہدیں کہ آپ کے دہن مبارک سے مغافیر (یہ ایک قسم
کا گوند ہے) کی بو آتی ہے۔ جب آپ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہ بات آکر
کہہ ہی دی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اور تو کچھ نہیں کھایا ہاں البتہ زینبؓ کے پاس شہد
استعمال کیا ہے۔

فلن اعود له وقد حلفت لا تخبری بذالک احدا (بخاری ج ۲ ص ۷۲۹ واللفظ له ومسلم ج ۱ ص ۴۷۹) لیکن میں یہ شہد کبھی نہ کھاؤں گا اور اس بات پر قسم کھاتا ہوں مگر تم کسی کو نہ بتانا۔

اس زوجہ مطہرہؓ سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے یہ راز کی بات کسی اور بی بی کو بھی بتا دی جس کی اطلاع
اللہ تعالیٰ نے آپ کو کردی کہ آپ کی بیوی نے وہ راز افشا کر دیا ہے۔ جب آپ نے اس کا کچھ حصہ اس
زوجہ مطہرہؓ کے سامنے پیش کیا اور کچھ حصہ سے اعراض کر دیا تاکہ اس کو مزید ندامت نہ ہو تو اس
نے کہا حضرت آپ کو یہ کس نے بتایا ہے کہ میں نے وہ راز کی بات کسی اور کو بتا دی ہے؟ آپ نے فرمایا
مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے آگاہ کر دیا ہے جو علیم بھی ہے اور خبیر بھی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت
میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور لونڈی
(یا شہد) کو پھر استعمال کیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۸۶)

ہمارا استدلال اس مضمون سے اس طرح ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب یعنی
جمیع ماکان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ کو نزول آیات سے قبل ہی معلوم ہوتا کہ میرا یہ فعل اللہ تعالیٰ کو پسند
نہیں ہوگا، لہٰذا میں ایسا کیوں کروں؟ کیا فریق مخالف کے نزدیک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے عمداً ایسا کیا تھا؟ اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر اور مختار کل نہ ہونے کی
بھی صاف وضاحت ہوگئی ہے کیونکہ اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے اور حضرات ازواج مطہراتؓ نے
جو حیلہ خفیہ مشورہ کیا تھا آپ وہاں تشریف فرما ہوتے تو آپ کو یہ تمام قصہ معلوم ہوتا اور اگر مختار کل

ہوتے تو جب آپ نے اپنی مرضی سے صرف اپنی ذات بابرکات کے لیے (لونڈی یا) شہد حرام کر دیا تھا تو وہ حرام ہی رہتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل نہ ہوتی۔ اور اگر لطافت سے دیکھا جائے تو آپ کی بشریت بھی اس سے ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت ماریہ رضؓ کا مخصوص واقعہ اور شہد کا استعمال بشریت کے لوازمات میں سے ہے۔ نُورِ محض (جیسے فرشتے) کو نہ تو عورت کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کھانے اور پینے کی۔ اور اللہ تعالیٰ کا نور ازلی و ابدی ہے، وہ اس کی ایک صفت ہے جیسے کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ وہ قابلِ انفکاک ہی نہیں اور نہ وہ کھانے پینے اور بیوی کا محتاج ہے اور نہ وہ نور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کا مادہ ہے، ہاں اللہ کے نور کے فیض اور سبب سے آپ کا نور بنا ہے دیکھئے الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة صفحہ ۴۲ جو لوگ نور من نور اللہ کی رٹ یا یہ معنی نکالتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کا مادہ قرار پائے تو یہ قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضؓ اور خصوصیت سے حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت حفصہ رضؓ کا جو قرآن کریم کی حافظہ اور تفسیر قرآن کریم حدیث اور دین کی بڑی مہارت رکھتی تھیں، جن کی نظیر نہ تو پہلی امتوں میں ہے نہ پچھلی امتوں میں (کما صرح بہ ابن کثیر فی البدایة والنہایة ج ۲ صفحہ [illegible]) کا بھی ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع ماکان و ما یکون کا علم رکھتے اور ہر جگہ حاضر و ناظر تھے۔ ورنہ جس طرح آپ کی موجودگی میں انہوں نے کوئی سازش اور مشورہ نہیں کیا تھا آپ کی غیر حاضری میں بھی ان کو یہ جرأت ہرگز نہ ہوتی اس لیے کہ آپ بخیال ان کے عالم الغیب اور حاضر و ناظر تھے۔ پھر آگے جس بی بی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت آپ کو یہ کس نے بتایا۔ یہ بھی قطعی ہے کہ ان کا اعتقاد آپ کے متعلق علم غیب کا ہرگز نہ تھا اور آپ نے بھی جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ میں تو جمیع ماکان و ما یکون کا عالم اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوں مجھے ان باتوں کا علم ہونا کیا مشکل؟ بلکہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس واقعہ کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے دی ہے کیونکہ وہی علیم اور خبیر ہے۔ یاد رہے کہ یہ واقعہ سنہ ۹ھ کا ہے اور وہ تمام آیات جن سے فریق مخالف مسئلہ علم غیب اور حاضر و ناظر کشید کرتا ہے۔ اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں، کیا وجہ ہے کہ ان آیات سے جناب امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو اپنا حاضر و ناظر اور جمیع ماکان و ما یکون کا عالم ہونا سمجھ میں نہ آسکا۔

اور حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ان آیات سے یہ مسائل سمجھ نہ سکے، اور فریق مخالف کو یہ کہاں سے سوجھ گئے۔ پھر کیسے باور کر لیا جائے کہ واقعی ان آیات سے یہ مسائل ثابت ہوتے ہیں؟ یہ بات ہماری سمجھ سے بالکل بالاتر ہے اور ہر ایک باشعور اور منصف مزاج اس کی تائید کرے گا۔ اور تقریباً تمام وہ احادیث جن سے فریق مخالف علم غیب اور حاضر و ناظر پر استدلال کیا کرتا ہے اس واقعہ سے قبل کی ہیں۔ کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ واقعی ان احادیث سے یہ مسائل مستفاد اور ثابت ہوتے ہیں۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو آپ کے گھر میں رہتے ہوئے آپ کے بارے میں علم غیب اور حاضر و ناظر وغیرہ کا عقیدہ نہیں تھا تو فریق مخالف عموماً اور مفتی احمد یار خان صاحب خصوصاً یہ فرمائیں کہ کن کے ایمان پر رجسٹری ہوئی؟ اہل حق کے ایمان پیدا اہل بدعت کے ہو سکتے

ہے روشن آفتاب نہ یقینی وہ بلا دلیل — دلائل لگا دی ہے آنکھ ملی ہے جمال مصطفیٰ

## مفتی احمد یار خان صاحب کا چٹکلہ

مفتی صاحب از راہ شفقت و محبت اہل حق کی جماعت کی طرف سے مفت وکالت کرتے ہوئے اس مضمون کو نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ معلوم ہوا کہ آپ کو اپنے دہن پاک کی بو کا بھی علم نہ تھا کہ اس سے بو آ رہی ہے یا نہیں؟ جواب اس کا جواب اسی آیت میں ہے۔ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ نے حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ ان معترض ازواج کی رضا کے لئے ہے۔ نیز اپنے منہ کی بو غیب نہیں محسوس چیز ہے، جو بذریعہ شامہ محسوس کر لیتا ہے کیا دیوبندی انبیاء کے حواس کو بھی ناقص ماننے لگے؟ اھ (بلفظہ جاء الحق ص...)

**الجواب** نہ معلوم مفتی صاحب کی یہ معقول اور معتبر باتیں کس نے کہی ہیں؟ اور کن الفاظ میں کہی ہیں؟ مگر مفتی صاحب اپنے پیش رو حواس کو قائم کرتے ہوئے پہلے ہمارا استدلال ملاحظہ کر لیں، پھر جواب کی ہمت ہو تو ارشاد فرمائیں۔ استدلال یہ نہیں ہے کہ آپ کے دہن مبارک کی بو محسوس ہے یا غیب ہے؟ اس کا آپ کو علم تھا یا نہیں تھا؟ ہمارا استدلال پہلے گزر چکا ہے اس کو دیکھ لیں۔ آپ محسوس باختہ ہو کر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حواس کی فوت کو لے بیٹھے گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حواس کی طرح اور کس کے حواس ہو سکتے ہیں؟ نیز مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں

جبکہ اپنی معترض خداوندی کی رضا کے لیے ہے۔ مفتی صاحب فرمائیں کہ یہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ یہ قرآن کریم کی کیسی کھلی ہوئی تحریف ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو علم تو تھا کہ ماتحتی اس تحریم سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے اور مجبور ہو کر تنبیہ بھی نازل فرمائے گا۔ گویا کہ معترض انعام کو راضی کرتا ہے خفا میں عمداً اور دیدہ دانستہ اس حلال چیز کو حرام کرتے ہوئے کیا واقعی مفتی صاحب اور ان کی جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمداً خدا تعالیٰ کی نافرمانی کیا کرتے تھے اور حضرت حفصہؓ کو راضی رکھا کرتے تھے، معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ تعالیٰ۔ یہ ہے فریق مخالف کے عشق و محبت کی جھلک ؎

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

## دسویں آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (پ ۱۱، التوبہ۔ رکوع ۱۳)

اور بعض مدینے والے اڑے ہوئے ہیں نفاق پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ان کو نہیں جانتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔

یہ ارشاد خداوندی سورۂ توبہ میں ہے جو سب سے آخری سورت ہے چنانچہ بخاری ج ۲ ص ۶۷۱ اور مسلم ج ۲ ص ۳۴۸ میں حضرت براء بن عازبؓ (المتوفی ۷۲ھ) سے اور مستدرک ج ۲ ص ۳۳۸ میں (جس کی تصحیح پر امام حاکم رہ اور علامہ ذہبی رہ دونوں متفق ہیں) حضرت عثمان بن عفانؓ (المتوفی ۳۵ھ) سے روایت ہے کہ آخر سورۃ نزلت سورۃ التوبۃ۔ قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۂ توبہ ہے۔ ہاں البتہ اس کی بعض آیتیں مکی ہیں۔ وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ الآیۃ (تفسیر اتقان ج ۱ ص ۱۱)

یہ ارشاد اس امر پر صریح دلیل ہے کہ دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں ایسے معمولی منافقوں کو ہی نہیں بلکہ ان منافقوں کو جن کا نفاق حد کمال کو پہنچا ہوا تھا اور جو نفاق پر اڑے ہوئے اور جمے ہوئے تھے ان کو بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے، ان کا علم بھی بس جناب اللہ تعالیٰ ہی کو تھا اگر آپ کو علم غیب اور جمیع ماکان وما یکون کا علم حاصل ہوتا تو لامحالہ آپ کو ان منافقوں کے حالات معلوم ہوتے اور اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ آپ ان کو نہیں جانتے فقط ہم ہی جانتے ہیں۔

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

لَا تَعْلَمُهُمْ لا تعرفهم بأعيانهم وهو تقرير لمهارتهم فيه وتنوقهم في تحامي مواقع التهم إلى حد أخفى عليك حالهم مع كمال فطنتك وصدق فراستك نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ونطلع على أسرارهم إن قدروا أن يلبسوا عليك لم يقدروا أن يلبسوا علينا۔

(بیضاوی ج ۳ ص ۱۴۹)

یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ ان منافقوں کی شخصیتوں کو نہیں جانتے اور یہ بیان اس بات کو واضح کرتا ہے کہ وہ لوگ اپنے نفاق کو چھپانے میں ایسے ماہر ہیں کہ وہ ان باتوں سے بچے رہتے ہیں جو ان کے معاملہ کو مشکوک کر دیں یہاں تک کہ آپ باوجود کمال ذکاوت اور صحیح فراست کے ان کے نفاق پر مطلع نہیں ہو سکے ہم ہی ان کو جانتے اور ان کے بھیدوں پر مطلع ہیں اگر وہ آپ کو فریب دینے پر قادر ہو گئے تو ہم کو وہ فریب نہیں دے سکتے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

لا تعلمهم أنت يا محمد نحن نعلمهم.

(معالم ج ۳ ص [illegible])

اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں۔

اور علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

لَا تَعْلَمُهُمْ يعني أنهم بلغوا في النفاق إلى حيث أنك لا تعلمهم يا محمد مع صفاء خاطرك واطلاعك على الأسرار نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ يعني لكن نحن نعلمهم لأنه لا يخفى علينا خافية وإن دقت

(خازن ج ۲ ص [illegible])

آپ ان کو نہیں جانتے یعنی وہ نفاق کی اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ آپ باوجود روشن دل اور اطلاع بر اسرار کے ان کو نہیں جانتے لیکن ہم ہی ان کو جانتے ہیں کیونکہ ہم پر کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ اگرچہ کیسی ہی دقیق کیوں نہ ہو۔

اور علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

لَا تَعْلَمُهُمْ أي يخفون عليك مع كمال فطنتك وصدق فراستك لفرط توقيهم في تحامي ما يشككك في أمرهم ثم قال نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ أي لا يعلمهم إلا الله ولا يطلع على سرهم

آپ ان کو نہیں جانتے یعنی وہ آپ پر باوجود آپ کی کمال ذکاوت اور صدق فراست کے مخفی ہیں کیونکہ وہ ایسے معاملات سے بہت پرہیز کرتے ہیں جو ان کے نفاق پر آپ کو شک میں ڈال دیں ہم ہی ان کو جانتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ

لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ وهذه الآية ونحوها اقوى دليل في الرد على من يزعم الكشف وانه اطلاع على المغيبات بمجرد صفاء القلب وتجرد النفس عن الشواغل فبعضهم يتساهلون في هذا الباب جدا (روح المعانی ج ۱۱ ص۱۱)

کہ آپ ان کو نہیں جانتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں اور یہ اور اس قسم کی دوسری آیات ان لوگوں کی تردید کے لیے جو محض صفائی قلب و تجرد النفس سے الگ ہونے کی وجہ سے کشف اور اطلاع بر مغیبات کا دعوے کرتے ہیں قوی ترین دلائل ہیں بعض لوگوں نے یہاں بڑی بے جا اس باب میں تساہل سے کام لیا ہے۔

نوٹ: صاحب روح المعانی مطلق کشف و کرامت کے منکر نہیں ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور آگے آ بھی رہا ہے بلکہ ایسے کشف کے منکر ہیں جو تمام امور کو محیط ہو اور ہر ایک کے ظاہر و باطن پر حاوی و مشتمل ہو علاوہ ازیں کشف اور غیب کی بعض خبریں بقول ابن خلدون عجائبین وغیرہ کو بھی معلوم ہو سکتی ہیں اس کی مبسوط بحث مقدمہ ابن خلدون ص۷۱ میں دیکھئے۔

ظاہر ہے کہ مدینہ طیبہ کے جن منافقین کا ذکر یہاں کیا گیا ہے ان کا نفاق اور ان کے دوسرے ظاہری و باطنی احوال سب ہی علم غیب اور جمیع ما کان وما یکون میں سے ہیں لیکن اس آیت میں اس کی تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی منافقت اور منافقانہ چال چلن اور ریشہ دوانیوں کا علم نہ تھا۔ اور قطعی طور پر معلوم ہوا کہ اس آیت کے نزول تک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ تو علم غیب حاصل تھا اور جمیع ما کان وما یکون کا علم محیط حاصل تھا۔ اور یہ آیت سورۃ توبہ کی ہے جو قرآن کریم کی تمام سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اب فریق مخالف پر لازم ہے کہ وہ اس آیت کے نزول کے بعد کی کوئی آیت قرآنی یا حدیث متواتر پیش کرے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا نفاق اور ان کی منافقانہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا علم ہو گیا تھا۔ خبر واحد صحیح بھی اس بات میں ہرگز حجت نہیں چہ جائیکہ غیر معصوم لوگوں کی آراء اور خصوصاً ساری شریف رتیلی شریف اور چل آنجہ کا نام بھی مت لیجئے۔

مُڑ نہ جائے تیغ اے قاتل ۔ سخت جاں ہوں ذرا سمجھ کر کھینچ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس مقام پر فریق مخالف کے بزعم خود جوابات کا بھی سرسری طور پر طائرانہ جائزہ لیں۔

**فریق مخالف کے اعلیٰحضرت**

فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت اور مجدد مائۃ حاضرہ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع ما کان وما یکون کے علم پر استدلال کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ ... بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس جو پتّہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً بیان فرما دیا (ملخصاً انباء المصطفیٰ ص) یہ لکھتے ہیں کہ ... اور جب کہ یہ قرآن عظیم کے تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہونے نے بتا دیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ کہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہو تو لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ یا منافقین کے باب میں فرمایا جاتے لا تعلمہم ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفوی کا نافی نہیں والحمد للہ ... اور یہ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات علم عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتے ہیں سب کا جواب انہی مختصر فقروں ان دو فقروں میں ہو گیا۔ (ملخصاً انباء المصطفیٰ ص)

**الجواب** خانصاحب کا یہ مجددانہ مغالطہ پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ اوّلاً اس لیے کہ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ کی جس آیت سے خانصاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کلی علم غیب ثابت کرتے ہیں وہ سورۃ نحل کی آیت ہے اور سورۃ نحل مکی سورت ہے۔ اگر آپ کو مکہ مکرمہ ہی میں سب غیب عطا ہو گیا تھا تو اور باقی آیتیں جو مدینہ طیبہ میں سورۃ بقرہ، آل عمران اور مائدہ وغیرہ جیسی لمبی لمبی سورتیں کیوں نازل ہوئیں؟ کیا خان صاحب اور ان کے اتباع کے نزدیک یہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس میں داخل نہیں؟

ثانیاً اگر واقعی آپ کو مکہ مکرمہ ہی میں کل صغیر و کبیر اور ہر رطب و یابس کا علم حاصل ہو گیا تھا تو مدینہ طیبہ میں بہت سی چیزوں کے بارے میں آپ کے علم کی نفی قرآن کریم اور احادیث متواترہ میں کیوں وارد ہوئی ہے جیسا کہ بہت سی آیات پہلے عرض کی گئی ہیں اور احادیث کا ذکر اپنے مقام پر آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ثالثاً خان صاحب کو کوئی نص قرآنی اور حدیث متواتر پیش کرنی چاہیے تھی کہ جن حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم آپ کو بعد قصص علیک کے نزول تک نہیں دیا گیا تھا وہ آپ کو اس آیت یا حدیث متواتر سے ملا ثابت ہے اسی طرح الیٰ کہ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کے بعد کوئی

نص قرآنی یا خبر متواتر پیش کرنی چاہیئے تھی کہ ان مغیبات کا علم آپ کو اس قطعی الدلالۃ نص سے اور جس متواتر اور صریح حدیث سے حاصل ہو گیا تھا۔ خاں صاحب کو اس جہان میں کوئی آیت اور خبر متواتر اس پر دستیاب نہیں ہو سکی تو اس جہان سے (جہاں وہ پہنچ چکے ہیں) اپنے اتباع و اذناب کو بتا دینا چاہیئے تاکہ وہ بیچارے یہ اُدھار تو ختم کر سکیں۔ تو خاں صاحب نے مرتے دم تک اعلاء اعانت پر تو کئی کتابوں میں صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے ہیں۔ مگر آیت سے بھی یہ نہ ہو سکا کہ وہ کس کا مرتکب! ان میں کوئی دم خم ہے تو یہ ادھار ہی چکا دیں۔ سچ ہے کہ کوئی خاں صاحب کا لائق علمی بیٹا جو یہ حساب بے باق کر سکے۔ وہ بھی تو قبل ازیں ساختہ!

وثانیاً خاں صاحب کا آنکا قول باعث تعجب کا عبرت ناک منظر دیکھئے کہ کس طرح یہ لکھ گئے ہیں۔
"تمام الحمد للہ طائفہ امر وہابیہ جس قدر قصص و روایات و اخبار و حکایات نبی عظیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابل پیش کرتا ہے سب کا جواب وہیں وہ ہو وفتی سود نہیں"
دونوں فقروں میں بچ گیا۔ خاں صاحب جوش میں آکر فرما گئے کہ وہ کون سی آیات قطعیہ قرآنیہ آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالی روایات کے طور پر پیش کی ہیں؟ لفظ کل اور لفظ ما کے عموم سے آپ کا استدلال خالص خیانت اور جہالت پر مبنی ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب میں باقرار خود خاں صاحب یہ مذکور ہوگا کہ یہ کبھی استغراق حقیقی اور کبھی استغراق عرفی کے لئے آتے ہیں اور یہی مطلب حضرات مفسرین کرام نے بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ باد لائل یہ بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے، ان شاء اللہ العزیز۔

اور خاں صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل حق محض قصص و روایات و اخبار و حکایات ہی نہیں پیش کرتے بلکہ وہ تو صرف وہ قصص و اخبار و حکایات پیش کرتے ہیں جو قرآن کریم کی قطعی آیات سے ثابت ہیں اور وہ صحیح روایات پیش کرتے ہیں جن کا قدر مشترک متواتر ہے اور ان کے خلاف ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے۔ یہ خاں صاحب کا انتہائی فاسد اور باطل عقیدہ اور بے جا غلو ہے۔ خاں صاحب جیسے فاسد عقیدہ رکھنے والے کسی غالی نے تو کی شکایت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے جس کو حضرت ملا علی القاری اس طرح نقل کرتے ہیں کہ:

ولکن ھؤلاء الغلاۃ عندھم ان علمہ صلی ... اور لیکن یہ غالی تو اس کے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

حاصل ہوا آخری وقت میں اور دلائل پیش کئے جائیں گے زندگی کے اور جنگ بدر کے کہ هذا مصرع فلان هذا ان شاء اللہ ۔ دعویٰ تو یہ ہو کہ آپ کو نزول جمیع قرآن کے وقت ما کان و ما یکون کا علم عطا ہوا تھا اور دلیل پیش کی جائے لفظ الغیب کو کہ اس کے معنی ہی غیب داں کے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے جس دن آپ کو نبوت و رسالت عطا ہوئی تھی اسی دن سے آپ کے لئے کلی غیب کا دعوے کرنا چاہئیے۔ الغرض بدعت پسند حضرات قرآن کریم اور حدیث کے علم سے تو ویسے ہی کورے ہیں، جو اشیاء صرف متوسط قسم کی عقل سے حاصل ہوتی ہیں وہ ان سے بھی محروم ہیں۔ مگر کیا کیا جائے سمجھنے والے کے لئے یہ بڑی پتے کی بات کہی ہے سه

بلند بال آرمت نہ تھا جمور و غنیمہ   بحکم بہر محبت سے بے نصیب رہے

الغرض خان صاحب کی طرف سے لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کا کوئی جواب نہیں ہو سکا اور نہ ہی ان کی جماعت سے تا قیامت اس کی توقع کی جا سکتی ہے کہ اِنَّهُمْ اَلَدُّ وَمُنَ مِنْ مُکْوبِ نَفْسِهِ

**مولوی محمد عمر صاحب کی اُلٹی**

دیکھئے وہ تو خان صاحب بریلی سے بولتے تھے اور یہ مولوی محمد عمر صاحب اچھرہ سے بول رہے ہیں دونوں کو خدا تعالیٰ نے متبادل و مناسب جگہیں دی ہیں۔ بریلی کا پاگل خانہ بھی مشہور ہے اور اچھرہ کا پاگل خانہ بھی ملک میں کم شہرت نہیں رکھتا۔ مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ بحمد اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کس کو دخل ہے۔ جیسے عقیدے ویسے بندے جیسے بندے ویسی ہی جگہیں۔ اور لطف یہ کہ جیسے مولوی ویسے ان کے ماننے والے۔ کبھی پھر کسی چیز کی ہو گی؟ ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ:

"محمد عمر: دراصل نفی سے کام نہ لو یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی طرف منسوب ہے ایسے الفاظ آپ کی نسبت لگانا کفر ہے۔ باقی رہا اللہ تعالیٰ کا فرمانا لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے محاورے کو کھانے کے واسطے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ فرمایا ہے۔ یہ محاورہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی دوست کے مقابلہ میں اس کے دشمن کو ضرر دینی منظور ہو تو دوست کی طرف مخاطب ہو کر اور دشمن کی طرف تہدید لفظ اٹھا کر کہا جاتا ہے۔ کہ تو نہیں جانتا یہ مکر ڈالنے ایمان ہے میں اس کو جانتا ہوں تا کہ دوست کے علم پر بھی صداقت رکھے اور

اس کی حفاظت نہ کرے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ اس مقام پر لا تعلمہم فرما کر آپ کی بے علمی مراد نہیں لے رہا، بلکہ ان کی بے ایمانی کو سختی سے اظہار کرنا مقصود ہے تاکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی منافقانہ چال دیکھ کر اپنی رحمت سے نہ چھوڑیں اور آپ کے علم منافقین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ وضاحت فرمائی ہے۔ سورہ مائدہ میں فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ آپ ملاحظہ فرماتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے، اگر آپ کو منافقین کے نفاق کا علم نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے نفاق کی رؤیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کیوں فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ آپ منافقین کے دلوں کی مرض کو جانتے ہیں اور ملاحظہ فرماتے ہیں۔ (انتہی مقیاس حنفیت ۳)

**الجواب** مولوی محمد عمر صاحب کا یہ جواب قرآن کریم کی خالص تحریف اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر سفید جھوٹ اور صریح بہتان ہے اور بالکل باطل اور قطعاً مردود ہے۔

اولاً اس لیے کہ آپ نے قرآن کریم کی آیت اور اس کا ترجمہ اور اس کی تفسیر میں متعدد حضرات مفسرین کرام کے اقوال ملاحظہ کر لیے ہیں ان میں سے کسی کو یہ مانگ اجتہاد نہ سوجھا۔ نہ معلوم مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب کو (دیکھئے جاء الحق صـ ۱۰۳) یہ کہاں سے معلوم ہوا؟ کتب تفاسیر کی ورق گردانی کر لیجئے، کوئی ایک معتبر اور مستند مفسر بھی آپ کو ایسا نہ ملے گا جس نے ایسی تحریف کی ہو جیسی مولوی محمد عمر صاحب (وغیرہ) نے کی ہے۔ حاشا وکلا ثم حاشا وکلا۔

وثانیاً یہ جملہ حضرات مفسرین کرام جن کا ذکر ہو چکا ہے وہ تو اس آیت کریمہ کا یہی مطلب بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کا نفاق اور ان کا باطن معلوم نہ تھا اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ ایسے الفاظ آپ کی نسبت نکالنا کفر ہے۔ کیا مولوی محمد عمر صاحب کے نزدیک یہ سب حضرات مفسرین کرام کافر ہیں؟ دل کی کمائی لگی نہ ہو؟ چہ

* جو تعصب کو گرما دے اور مدح کو ترسا

وثالثاً مولوی محمد عمر صاحب نے فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ پیش کر کے جو یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے نفاق کی رؤیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کیوں فرمایا؟ تو یہ بھی مولوی محمد عمر صاحب جیسے علم کی عجیب جہالت کا ثبوت ہے۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ فتری کا مفعول الذین ہے فی قلوبہم نہیں ہے اور معنی یہ ہے کہ اے مخاطب آپ ان لوگوں کو

اس سے معلوم ہوا کہ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ میں حقیقی علم مراد ہے کہ ان منافقوں کا حقیقی علم آپ کو نہیں وہ صرف ہمیں کو ہے اور وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ الآیۃ میں چہرے بشرے اور طرزِ گفتگو سے پہچاننا مراد ہے جو صرف ظاہری قرائن اور شواہد کے تحت ہے اور یہ ظن کے درجے سے اوپر نہیں جاتا کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے۔ جو زور و شوکت، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے، منافق کتنی ہی کوشش اور تصنع سے کام لے وہ اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا۔

اور علامہ السید محمود آلوسی الحنفی رقم فرماتے ہیں کہ:۔

ولا تنحصر العلامة بما ذكر بل قد يعرفون بغيرها أيضاً مما يعرف به النبي صلى الله عليه وسلم كما يعرف الإنسان حال الشخص بعلامات تدل عليه وكثيراً ما يعرف الإنسان محبه ومبغضه من النظر ويكاد النظر ينطق بما في القلب فقد شاهدنا غير واحد يعرف التقي والشقي بسمات في الوجه وإن صح أن بعض الأولياء قدست أسرارهم كان يعرف الفاجر والمؤمن والكافر ويقول أشم من فلان رائحة الطاعة ومن فلان رائحة المعصية ومن فلان رائحة الإيمان ومن فلان رائحة الكفر اهـ

(روح المعانی ج ۲۶ ص ۷۹)

اور یہ علامت کا پہچاننا ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے بغیر بھی ہو سکتی ہے جس کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان منافقوں کو پہچان سکتے تھے جیسا کہ فلاں کسی شخص کے ظاہری حالات اور علامات کو دیکھ کر اس کا حال معلوم کر لیتا ہے اور بسا اوقات انسان اپنے دوست اور دشمن کو اس کی نظر ہی سے پہچان لیتا ہے اور نظر ہی اس کے دل کی ترجمانی کر رہی ہوتی ہے اور ہم نے متعدد حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ چہرے پر علامات کو دیکھ کر شقی اور سعید کو پہچان لیتے ہیں اور اگر یہ صحیح ہو تو اس سے عجیب تر یہ حال ہو۔ بیان ہے کہ بعض حضرات اولیاء کرام نیک اور بد، مومن اور کافر کو پہچان لیتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ فلاں سے مجھے طاعت کی اور فلاں سے معصیت کی بو آتی ہے اور فلاں سے ایمان اور فلاں سے کفر کا رائحہ محسوس ہو رہا ہے الخ

الغرض لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کو فَلَعَرَفْتَهُمْ سے منسوخ قرار دینا سراسر باطل اور مردود ہے کیونکہ ان کا محل جدا جدا ہے۔ رہی وہ حدیث جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ منافقوں کو جمعہ کے دن خطبہ کے موقع پر مسجد سے باہر نکال دیا گیا تھا تو اس سے بھی استدلال صحیح نہیں۔ اولاً تو اس لیے کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی خبرِ واحد ہے اور بقول خانصاحب اس کو قرآن کریم قطعی

آیت کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بافی ہے۔ قرآن کریم کی نص قطعی کا جواب یہ کیسے بن سکتی ہے؟

خان صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

”مگر عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض ہرزہ بافی ہے (انباء المصطفیٰ)

نیز لکھتے ہیں کہ: نہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتقاد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے۔“ (ملخصاً انباء المصطفیٰ ص [illegible])

اور مفتی صاحب کا حوالہ بھی پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ دوسروں سے قطعی الدلالۃ دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں اور یوں لکھتے ہیں کہ: ”وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔“ (ملخصاً جاء الحق ص [illegible])

اور نیز مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ: ”قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احاد سے بھی خاص نہیں بنا سکتے چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے۔“ انتہی (جاء الحق ص [illegible])

جب تک وہ اس حدیث کا تواتر ثابت نہ کریں ان کو پہلے اس استدلال میں پیش کرنے کا کیا حق ہے؟

وثانیاً اس مضمون کی کوئی روایت صحیح بھی نہیں ہے ہم بفضلہ تعالیٰ اس سلسلہ کی روایات کا حوالہ ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے رجال کا ذکر بھی کتب اسماء الرجال سے کرتے ہیں تاکہ اصل حقیقت سامنے آجائے۔

## حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت

ان کی روایت امام ابن جریرؒ، طبرانیؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابن مردویہؒ، ابو الشیخؒ وغیرہ نے نقل کی ہے۔

اور ان کی سند یوں ہے: اسباط عن السدی عن ابی مالک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ الخ دیکھئے تفسیر ابن جریر ج ۱۱ ص [illegible] وتفسیر القاسمی ج ۷ ص [illegible] و درمنثور ج ۲ ص [illegible] و ابن کثیر ج ۲ ص [illegible] و روح المعانی ج ۱۱ ص [illegible] وغیرہ۔ مگر یہ سند کمزور اور ضعیف ہے اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جاسکے۔ کیونکہ ایک تو اس کی سند میں اسباطؒ بن نصر الہمدانی ابو یوسف ہے۔ امام حرب کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ اس کو ضعیف سمجھتے تھے۔ امام ابو حاتمؒ کا بیان ہے کہ میں نے ابو نعیمؒ سے اس کی تضعیف سنی ہے اور انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس کی اکثر حدیثیں عامی ساقط الاسناد اور مقلوب الاسانید ہیں۔ امام نسائیؒ

کا بیان ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ساجی رح اس کو ضعفاء میں بیان کرتے ہیں۔ امام ابن حصین سے ایک
روایت میں لیس بشیء کے الفاظ مروی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۱ ص۳۱۴) اور دوسرے راوی اس
میں السدی الکبیر ہیں جن کا نام اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ ہے۔ یہ اگرچہ فن تفسیر کے امام ہیں
مگر فن حدیث کے بارے میں حضرات محدثین کرام رح کی رائے ان کے بارے میں اچھی نہیں ہے۔ چنانچہ امام
ابن معین رح فرماتے ہیں کہ ان کی روایت میں ضعف ہوتا ہے۔ امام جوزجانی رح فرماتے ہیں کہ ھو کذاب
شتام (وہ بہت بڑا جھوٹا اور تبرائی تھا) امام ابو زرعہ رح فرماتے ہیں کہ وہ کمزور ہے۔ ابوحاتم رح کہتے ہیں
اس کی حدیث لکھی تو جا سکتی ہے مگر اس سے احتجاج درست نہیں ہے۔ عقیلی کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے
ساجی کا بیان ہے کہ صدوق فیہ نظر۔ امام طبری رح کہتے ہیں لا یحتج بحدیثہ کہ اس کی حدیث سے
احتجاج و استدلال جائز نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج۱ ص۳۱۴) اور معالم التنزیل ج۲ ص۲۳۱ اور ابن
کثیر اور مجمع التفاسیر ج۲ ص۳۸۲ میں اس مضمون کی ایک روایت کلبی اور سدی دونوں کی طرف سے ہے
کلبی کا حال بھی سن لیجئے اور سدی اس مقام پر الصغیر ہے۔ اس کا حال بھی ملاحظہ کیجئے۔ کلبی کا
نام محمد بن السائب بن بشر ابو النضر الکلبی ہے۔ امام معتمر بن سلیمان رح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے ایک ان میں سے کلبی تھا اور لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ
کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے: ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ لیس بشیء
امام جوزجانی رح فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ رح اور ابن مہدی رح نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن
حسنی فرماتے ہیں کہ ابو جزء رح نے فرمایا کہ میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ میں نے جب
یہ بات یزید بن زریع رح سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی اس سے یہی سنا کہ اشہد انہ کافر
اس کے کفر کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ:-

یقول عن جبرائیل یوحی الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقام النبی لحاجتہ وجلس علی فاوحی الی علی

کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی لایا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ کسی حاجت کے لیے اٹھ کر چلے گئے اور ان کی جگہ حضرت علی بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے ان پر وحی نازل کر دی۔

(یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے بھول ہوئی اور غلطی کی کہ نہ پہچان سکے اور حضرت علی کو رسول سمجھ کر ان کو وحی

سنانے گئے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس عجیب بات جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے کیا کیا عمل کیں کھائی بھول گئی اور کس کس پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علیؓ کو بھی وہ اس غضب دوگی شے یہ کچھ کہہ گئے ہوں گے۔ ممکن ہے یہ خلافت بلافصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علیؓ کے کان میں پھونکنے گئے بھول گئے۔ بات مترود کچھ ہوگی۔ آخر کلبی کا بیان بلا وجہ تو نہیں ہو سکتا۔ اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی سنانے گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علیؓ ہی ہوں۔ آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ :-

جبرائیل کہ آمد ز خلاق بے چون ٭ بہ پیش محمد شد و مقصود فضل علیؓ بود

معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ! کلبی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وحی کو ایک ڈرامہ اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ۔

مقصد) بلکہ کلبی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق ابو صالح عن ابن عباسؓ کوئی روایت ... حدیث تم سے بیان کروں تو فھو کذب، (وہ جھوٹ ہے)۔ امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ سب اس امر پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو پیش کرنا صحیح نہیں ہے امام نسائیؒ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت لکھی بھی نہیں جا سکتی۔ علی بن الجنیدؒ، حاکم ابو احمدؒ اور دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جوزجانیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس کی روایت پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجیؒ کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی شیعہ ہے۔ حافظ ابو عبد اللہ الحاکمؒ کہتے ہیں کہ ابو صالحؒ سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ :-

| | |
| --- | --- |
| وقد اتفق ثقات اهل النقل على ذمه و ترك الرواية عنه في الاحكام والفروع (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۷۸، ملخصاً) | تمام اہلِ نقل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور یہ بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔ |

اور امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا

کی ہے کہ منافق مرد تین سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں تو اس کی سند اصول نے کوئی بیان نہیں کی ظن غالب یہی ہے کہ اس کی سند میں بھی کوئی کلبی اور سدی جیسا شیعہ موجود ہے تو ایسی بلا سند اور موقوف روایت سے قرآن کریم کی قطعی الدلالہ اور قطعی الثبوت نص کو کیونکر رد کیا جا سکتا ہے؟ اور ایسی روایت قرآن کریم کی آیت کا جواب کیسے بن سکتی ہے؟ مفتی صاحب اور دوسروں سے تو آپ قطعی الدلالت نص اور حدیث متواتر مانگتے ہیں کیا اپنے گھر شریعت کی بھی آپ کو کچھ خبر ہے بخدا ادھر بھی تو نگاہ کیجئے اصولوں کی کچے عوام کے سامنے تو آپ دل کی کہنے کو تیار نہ ہوں گے۔ ہمارے کہنے ہی کو سمجھئے ؎

میں اگر عاشق تو نکلے مطلب دل کچھ نہ کچھ  میرا یا نا اور ہے قاصد کا جانا اور ہے

## حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت

اس سلسلہ میں ایک یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ کے موقع پر چھتیس منافقوں کو نام بنام پکار کر مسجد سے نکال دیا تھا اور ان منافقوں کی تعداد چھتیس تھی۔ یہ روایت عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۳۲ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۳ و ج ۲ ص ۱۸۰

البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۷ اور خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۲ و روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۰ و تاریخ کبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۳ وغیرہ میں مذکور ہے۔

صحابی کا نام بعض روایتوں میں ابن مسعودؓ اور بعض میں ابو مسعود (عقبہؓ بن عمرو انصاری) آتا ہے دونوں جلیل القدر صحابی ہیں۔

یہ روایت امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۸۶ میں ابو احمد الزبیری کے علاوہ بھی دو سندوں سے نقل کی ہے لیکن دونوں میں مدار عیاض بن عیاض عن ابیہ الخ پر ہے

قرین قیاس یہ بات ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہؓ بن مسعود والہذلی سے نہیں بلکہ ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاریؓ سے ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ اس کو اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ عن ابی مسعود الانصاریؓ الخ (در منثور ج ۳ ص ۲۷۲) ابن مسعودؓ اور ابو مسعودؓ میں کتابت وغیرہ میں غلطی واقع ہوگئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

پہلی وجہ یہ ہے کہ امام بیہقیؒ کی سند میں "ابو احمد الزبیری عن سفیان الخ" واقع ہیں اور یہ اگرچہ اکثر حضرات محدثین کرام کے نزدیک ثقہ ہیں مگر امام احمدؒ بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ کثیر الخطاقی

حدیث سفیان و سفیانؓ سے جب یہ روایت کرتے ہیں تو اس میں کثرت سے خطا کر جاتے ہیں اور یہ روایت بھی ان کی سفیان ہی سے ہے۔ عجلی کہتے ہیں کہ ثقہ ہے مگر شیعہ ہے۔ اور ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ ثقہ تو حدیث تھے مگر ان سے اوہام صادر ہوتے رہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۷۸)
اور دوسرے راوی اس سند کے حضرت بن کمیلؒ ہیں یہ اگرچہ ثقہ اور ثبت تھے مگر عجلیؒ یعقوب بن شیبہؒ اور امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ ان میں تشیع تھا۔ (تہذیب ج ۴ ص ۳۹۸) اور شیعہ کا نظریہ علم غیب کے بارے میں نیز حضرات صحابہ کرامؓ کے اوپر طعن کرنے اور نفاق وغیرہ کے الزام عائد کرنے میں کسی سے مخفی نہیں ہے اور اسی مرویہ کی روایت میں جو بطریق ابن مسعودؓ مروی ہے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ :

| | |
|---|---|
| ماکنا نعرف المنافقین علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ببغضهم علی بن ابی طالب (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۲) | ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں صرف اس علامت سے منافقوں کو پہچانتے تھے کہ وہ حضرت علیؓ سے بغض رکھتے ہیں۔ |

سوچنے کی بات ہے کہ کیا منافقوں کا بغض صرف حضرت علیؓ سے تھا حضرت عمرؓ وغیرہ سے نہ تھا؟ ان کے ساتھ بغض کرنے کو کیوں علامت نفاق سے شمار نہیں کیا گیا؟ بلکہ اسی سابق روایت میں ایک لطیفہ ہے حضرت عمرؓ کا خطبہ جمعہ میں دینے آنا بھی مذکور ہے اور جس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ آگئے تو منافق مسجد سے نکل رہے تھے اور حضرت عمرؓ حیا کے مارے پیچھے ہو رہے تھے کہ لوگ تو تکبیر پڑھ کر خارج ہو رہے ہیں اور میں اب آرہا ہوں مگر بعد کو حقیقت معلوم ہوئی۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں عیاض بن عیاض ابن عمرو ابن ابی سعد بھی ہے۔ اور بعض کتب اسماء الرجال (مثلاً تاریخ کبیر للبخاری ج ۴ ص ۲۳ و کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۳ ص ۴۰۹ و کتاب الثقات لابن حبان ج ۵ ص ۲۶۷ وغیرہ) میں بلا توثیق اس راوی کا نام تو مذکور ہے اور تعجیل المنفعة لابن حجر ص ۳۲۶ میں ہے وثقه ابن حبان (یعنی کتاب الثقات میں اس کے ذکر کرنے سے اس کی توثیق ہوئی) لیکن ساتھ ہی تصریح ہے لم یذکر سماعا عن ابیه ولا ابوه من ابی مسعود (تعجیل المنفعة ص ۳۲۶ طبع حیدرآباد دکن) تو اصول حدیث کے رو سے یہ روایت منقطع ہوئی جو حجت نہیں ہے۔ ونیز تفسیر المنار میں اس کی تصریح ہے کہ

| | |
|---|---|
| والذی اراه ان الروایة غیر صحیحة | ہمارے خیال کے مطابق یہ روایت صحیح نہیں ہے |

(المنار ج ۹ ص ۲۰)

الغرض اصول حدیث اور ان روایت کے تحت منافقین کی تعداد اور ان کے علم کی تحقیق ہوئی

روایت صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی روایت صحیح ثابت ہو جائے تب بھی خبر واحد ہی ہے گی۔ وہ قرآن کریم کا جواب وہ ہرگز نہیں بن سکتی۔ علاوہ بریں روایتی حیثیت سے صرف نظر کرتے ہوئے بھی اگر محض روایت ہی سے سوچا جائے تب بھی ان روایات سے فریق مخالف کا مدعی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بصورت صحت ایں روایات ان سے صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ چھتیس منافق تھے۔ اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ ان کے علاوہ اور کوئی منافق نہ تھا؟ مسجد سے خطبہ جمعہ کے موقع پر چھتیس آدمیوں کو نکال دینے سے یہ کیسے لازم آیا کہ مدینہ طیبہ میں منافق ہی صرف یہ تھے باقی اور کوئی نہ تھا؟ اور یہ کیا ضروری ہے کہ سب منافق مسجد میں حاضر ہی ہوئے ہوں؟ یہ اور اسی قسم کے کئی اور احتمال اس میں پیدا ہوتے ہیں اور اگر صرف یہی منافق تھے تو حضرت ابن عباس رض کی بے سند روایت کا فریق مخالف کیا جواب دے گا۔ ان کے نزدیک تو وہ بھی صحیح ہے جس میں تین سو مرد اور ایک سو ستر عورتیں شامل تھیں (دیکھئے تفسیر قرطبی) اب کیا خیال کرتے ہیں
کیا یہ پیش کردہ شاعر خوش نوا کا قول      و عدے ۳۶ اشارہ کیا جب اس میں ذکر ہی ہے

فائدہ:۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تبوک کے سفر میں ایک گھاٹی کے اندر بارہ (اور ایک روایت میں چودہ اور ایک میں پندرہ کا ذکر بھی آیا ہے) منافقوں نے اچانک حملہ کر دیا تھا تاکہ آپ کو شہید کر دیا جائے (والعیاذ باللہ تعالیٰ) مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا اور ان بارہ منافقوں کے نام آپ نے صرف حضرت حذیفہ رض کو بتلائے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ صاحب سر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشہور تھے۔ دیکھئے مسلم ج ۲ ص ۳۶۹، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۰، زاد المعاد ج ۲ ص ۳، ابن کثیر ج ۲ ص ۳۷۳ و خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۷۳ وغیرہ اور یہی وہ سر اور راز ہے جس کا تذکرہ ملا علی ق القاری نے مرقات ج ۵ ص ۲۲۵ میں کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رض کو منافقوں کے نام اور ان کا نسب نامہ بتایا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام کے تمام منافقوں کا علم حاصل تھا اور آپ نے ان کے نام حضرت حذیفہ رض کو بتا دیئے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ:۔

انه علیه السلام اعلم حذیفة باعیان اربعة عشر او خمسة عشر منافقا وهذا تخصیص لا یقتضی انه اطلع علی اسمائهم واعیانهم کلهم۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رض کو چودہ یا پندرہ منافقوں کے اسماء اور ان کی شخصیت بتا دیئے تھے اور یہ صرف ان چودہ یا پندرہ کے ساتھ خاص تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۶۸) حضرت حذیفہؓ کو سب کے نام اور علامات بھی بتلادی تھیں۔

الحاصل مرقاۃ کے حوالہ سے یہ ثابت کرنا کہ آپ کو جملہ منافقوں کا علم تھا اور آپ نے حضرت حذیفہؓ کو وہ سب بتلا دیئے تھے اور اسی لیے وہ رازدان مشہور تھے وغیرہ وغیرہ یہ حدیث اور تاریخ اسلام سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ اس بیان مفصل بحث کے بعد کوئی خلجان باقی نہیں رہتا ؎

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چکا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

## گیارھویں آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (پ ۱۰ التوبہ رکوع ۷)

خدا تعالیٰ تجھے معاف کرے تو نے کیوں رخصت دے دی تو نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے تجھ پر سچ کہنے والے اور جان لیتا تو جھوٹوں کو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سنہ ۹ھ میں قیصر روم کے مقابلہ کے لیے تبوک کے مقام پر جانے کا ارادہ فرمایا اور اس کے لیے نفیر عام کا صاف اعلان فرمایا تو منافقین نے یہ دیکھ کر کہ فصل کی کٹائی کا موسم ہے، گرمی بڑی سخت ہے، سفر دور دراز اور مسافت بہت لمبی ہے۔ پھر رومیوں کی مسلح اور آزمودہ کار لاتعداد فوجوں سے مقابلہ ہے۔ وہاں سے بھلا کامیابی اور غنیمت کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آ کر مختلف قسم کے عذر پیش کئے اور اپنی مجبوریاں بیان کیں اور اس غزوہ میں نہ جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے ان کو ان بہانوں میں صادق تصور کرتے ہوئے شرکت نہ کرنے کی اجازت دے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ سے ایک گونہ عتاب آمیز مگر نہایت پیارے انداز میں کہا گیا کہ آپ نے ان کے اعذار کا سچ اور جھوٹ معلوم ہونے سے پہلے کیوں ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے طوعاً تبوک میں جانا تو بہرحال نہ تھا اور ان کی عدم شرکت سے قرائن اور علامات کے تحت ان کا سچا اور جھوٹا ہونا آپ کو کھلا ہی معلوم ہو جاتا۔ اب تو یہ آپ کی اجازت کو بطور سند پیش کرتے ہیں اور لوگوں کے نزدیک سرخرو ہونے کی سعی کرتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

فانهم كانوا مصرين على القعود عن الغزو وان لم تأذن لهم فيه ۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۶۲)

کیونکہ آپ اذن دیں تو ان کے مقصد کو جو آپ کی اطاعت کا اظہار کرتے ہیں نہ جانے دیتے کیونکہ وہ ترک جہاد پر مصر تھے ہی اگرچہ آپ ان کو اجازت نہ بھی دیتے ۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اسی آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ :

لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرف المنافقين يومئذ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۹۹)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت منافقوں کو نہ جانتے تھے (اور بعد کو بھی سب کا علم نہیں ہوا)

اور حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ :

فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يأذن لهم لا يدري ما في انفسهم ۔ (کنز العمال ج ۱ ص ۲۴۲)

آنجناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو اجازت دیتے گئے (کہ وہ تبوک کی مہم میں شریک نہ ہوں) لیکن آپ ان کے دلوں کی باتیں نہ جانتے تھے ۔

اس آیت سے اور اس کی ذیل میں حضرات مفسرین کرامؒ کے اقوال اور عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پیش کردہ اعذار کی بناء پر غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کی اجازت دی تھی ان کے اعذار اور بہانوں کا سچ اور جھوٹ ہونا اس وقت تک آپ کو معلوم نہ تھا۔ حالانکہ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔ اور یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ کما مر۔

## مفتی احمد یار خاں صاحب کی اُپج

مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ جواب اس آیت میں آپ پر عتاب ہے؟ اور نہ حضور ان کے فریب سے بے خبر تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے ان کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اجازت دی۔ رب نے فرمایا کہ ان مجرموں کی پردہ پوشی آپ نے کیوں کی ان کو رسوا نہ کیا! عتاب غلطی پر ہوتا ہے۔ یہاں غلطی کونسی ہوئی تھی؟ عفا اللہ کہنا دعائیہ ہے نہ کہ عتاب ۔ (ملتقطاً جاء الحق ص ۱۰۲)

**الجواب** مفتی صاحب نے حسب عادت یہاں بھی عجیب قسم کی خیانت یا جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ○ کو بالکل ہضم ہی کر گئے ہیں اور ان کا معدہ ایسا قوی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ڈکار تک نہیں لیتے۔ اگر

اس جملہ کا تذکرہ کرتے اور اس کو بھی ملاحظہ کر لیتے تو ان کو حقیقت معلوم ہو جاتی کہ اصل معاملہ کیا ہے اور میں کیا کہہ اور لکھ رہا ہوں کہ حضور اُن کے فریب سے بے خبر تھے۔

وثانیاً اد معلوم ہے کس آیت کا ترجمہ اور تفسیر ہے کہ لئے مجرموں کے پردہ پوشی آپ نے ان کو رسوا کیوں نہ کیا؟ اس آیت میں تو کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں آپ کی اجتہادی لغزش پر آپ کو تنبیہ کی گئی ہے جیسا کہ آپ نے حضرات مفسرین کرام کے اقوال اور عبارات میں ملاحظہ کر لیا ہے۔

وثالثاً مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ نہ اس آیت میں آپ پر عتاب ہے۔ سراسر غلط ہے۔ تفسیر جلالین وغیرہ کی عبارت میں صراحت کے ساتھ عتاب کا لفظ موجود ہے، اور حافظ ابن کثیر حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ :

هل سمعتم بمعاتبة احسن من هذا؟ بدأ بالعفو قبل المعاتبة (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۶۱)

کیا تم نے اس سے بہتر عتاب سنا ہو گا کہ عتاب سے پہلے معافی کا پروانہ دیا جائے۔

غرضیکہ اس آیت میں عتاب بھی ہے اور معافی کا پروانہ بھی ہے۔

ورابعاً مفتی صاحب کی یہ بھی غلطی اور کوتاہ فہمی ہے کہ وہ یہ لکھتے ہیں کہ عتاب غلطی پر ہوتا ہے یہاں غلطی کونسی تھی؟ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عتاب، لغزش اور خطائے اجتہادی پر بھی ہوتا ہے اور اس مقام پر خطائے اجتہادی کا صدور ہوا ہے۔ جیسا کہ خود نص اور حضرات مفسرین کرام کے اقوال اس پر دال ہیں۔

## بارھویں آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ○ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ الآية

اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد اور کفر پر اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے اور گھات لگانے کے لیے اس شخص کے لیے جو اس سے قبل لڑ رہا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ وہ

(پ ١٠ التوبہ رکوع ١٣)   جھوٹے ہیں۔ آپ ہرگز کھڑے نہ ہوں اس مسجد میں کبھی بھی۔

مدینہ طیبہ میں ایک خبیث قسم کا عیسائی پادری تھا جس کا نام ابو عامر راہب تھا جو بیحد متقی اور مولوی تھا، اور زمانۂ جاہلیت میں لوگ اس کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، تو ابو عامر کی مکاریاں اور دینی فریب کاریاں آفتابِ نبوت کے سامنے بے نقاب ہو گئیں۔ وہ مجبور ہو کر وہاں سے مکہ مکرمہ بھاگ گیا اور مشرکین مکہ کو اہلِ اسلام کے خلاف اکسایا، جنگِ احد میں خود میدان میں لڑا، اور اسی کی سازش سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید اور چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ جب حنین کے مقام پر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور سارا عرب ان کے زیر اثر آگیا، تو ابو عامر نے محسوس کر لیا کہ اب عرب میں کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو وہ بھاگ کر ملک شام جا پہنچا اور منافقین مدینہ کو لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک جرار لشکر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں لانے والا ہوں جو چشم زدن میں مسلمانوں کو پامال کر دے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ) تم فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بنا لو جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہو سکیں اور قاصد تم کو وہیں میرے خطوط وغیرہ پہنچا دیا کریں اور میں بذاتِ خود آؤں تو ایک موزوں و مناسب جگہ میرے ٹھہرنے اور ملنے کی ہو۔ یہ خبیث اور ناپاک مقاصد تھے جن کے لیے مسجد ضرار تعمیر ہوئی اور منافقوں نے حضور کے سامنے کہا کہ حضرت ہماری نیت اچھی ہے، بیماری اور سردی وغیرہ میں بالخصوص بیماروں اور ناتوانوں کا مسجد قبا تک جانا دشوار ہے۔ اس لیے یہ مسجد بنائی گئی ہے تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو۔ آپ وہاں نماز کا افتتاح فرمائیں تاکہ ہمارے لیے موجب برکت و سعادت ہو۔

آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تبوک کی مہم پر جا رہا ہوں۔ (اور بعید نہیں کہ تبوک کے مقام پر جانے کے لیے جو مجبوری اہلِ اسلام کو پیش آئی تھی اس میں بھی ابو عامر کا ہاتھ ہو اور اس نے رومیوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہو کہ وہ عرب پر چڑھائی کریں جیسا کہ اس کا تذکرہ بیان ہو چکا ہے)

ولو قدمنا إن شاء الله تعالى أتيناكم فصلينا لكم فيه۔ (ابن کثیر ج ٢ ص ٣٨٨)   جب ہم واپس آئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس مسجد میں نماز پڑھیں گے۔

جب آپ تبوک کی مہم سے بخیر و عافیت واپس تشریف لائے اور مدینہ طیبہ میں ابھی داخل نہ ہوئے تھے

تھے کہ ان کے عہد کا وقت بالکل قریب پہنچ گیا۔

ولم يبق بينه وبينها الا يوم او بعض يوم نزل عليه جبرائيل بخبر المسجد الضرار وما هموا به من الكفر والتفريق بين جماعة المؤمنين الى ان قال فبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى ذالك المسجد من هدمه قبل مقدمه المدينة۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۸)

اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدینہ طیبہ میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ باقی رہا تو حضرت جبرائیل مسجد ضرار کی حقیقت سے آپ کو آگاہ کرنے آئے اور اس مسجد کے تعمیر کرنے والوں نے کفر اور تفریق بین المسلمین کا جو پروگرام بنایا تھا اس سے آپ کو باخبر کیا۔ تو آپ نے مدینہ طیبہ میں داخل ہونے سے قبل ہی اپنے اصحاب بھیجے جنہوں نے اس مسجد کو گرا کر اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ان منافقین کے سرغنہ مجمع سے دریافت فرمایا کہ اس مسجد سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ تو اس نے کہا۔ یا رسول اللہ!۔

والله ما اردت الا الحسنى وهو كاذب فصدقه رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(در منثور ج ۳ ص ۲۷۶)

خدا کی قسم میرا مقصد اس مسجد کی تعمیر سے صرف نیکی ہے حالانکہ وہ جھوٹا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو سچا سمجھ کر اس کی تصدیق فرمائی

اور حضرت طبرانیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

فقال عليه السلام انا على جناح سفر واذا قدمنا من تبوك ان شاء الله تعالى صلينا فيه فلما قفل من غزوة تبوك سألوه اتيان المسجد فنزلت عليه فقال عليه السلام لوحشي قاتل حمزةؓ ومعن بن عديؓ وغيرهما انطلقوا الى هذا المسجد الظالم اهله فهدموه واحرقوه ففعل اه

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۱۱)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اس وقت تو سفر کی تیاری میں ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ جب تبوک سے واپس آئے تو اس میں نماز پڑھیں گے۔ جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تو ان منافقوں نے آپ سے اپنے وعدہ کا سوال کیا۔ اس پر یہ ارشاد نازل ہوا۔ آپ نے حضرت وحشیؓ قاتل حضرت حمزہؓ اور معن بن عدی وغیرہ کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ ان ظالموں کی مسجد کو گرا کر جلا دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس کا شان نزول دیگر حضرات مفسرین کرامؒ نے بھی یہی کچھ لکھا ہے مگر ہم خوف طوالت کے ان

کی عبارات نقل انداز کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ کے ایک محلہ میں بیٹھنے والے منافقوں کی ان گہری سازشوں اور اسلام کے خلاف مہلک اور خطرناک قسم کی ریشہ دوانیوں کا علم نہ تھا۔ اگر آپ کو اس کا علم ہوتا تو آپ کبھی ان جھوٹوں کو سچا تصور نہ فرماتے اور نہ ان سے وعدہ کرتے اور اگر آپ کو اس سازش کا علم ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نازل ہو کر اس سے آپ کو آگاہ کرنے اور قرآن کریم کے نازل ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ غزوہ تبوک سے رجوع تک بھی آپ کو علم غیب اور جمیع ماکان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا اور نص قرآنی سے یہی کچھ ثابت ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت زیدؓ بن ارقم کے واقعہ میں سورۃ المنافقون کا نزول اور عبد اللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھانا وغیرہ متعدد واقعات قرآن کریم میں ایسے موجود ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع ماکان وما یکون کے عالم ہونے کی صراحت سے نفی ثابت ہوتی ہے مگر ہم بخوف طوالت ان کا ذکر ترک کرتے ہیں اور پہلے بھی یہ بات عرض کر چکے ہیں کہ ارادہ تو ہم نے بیس پچاس آیات پیش کرنے کا تھا مگر کتاب کے حجم کے بڑھ جانے کے خوف سے ہم نے صرف ان آیات اور ان کی تفاسیر پر اقتصار کیا ہے اور یہ بارہ آیات بحوالہ آیہ کریمہ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا۔ صرف جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع ماکان وما یکون کے علم کی نفی پر نص قطعی ہیں اور ان میں بیشتر واقعات اور اخبار ہیں جن کا نسخ بالکل ناممکن ہے ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

---

جملہ اہلِ اسلام کے مسلمہ اصول و قواعد کی رُو سے قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کے بعد دلائل اور براہین کی مد میں حضرت امام الانبیاء خاتم النبیین سید الرسل محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مقام ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ؂

اصلِ دین آمد کلامِ اللہ معظم داشتن
پس حدیثِ مصطفیٰ بر جاں مسلم داشتن

اسی وجہ سے ہم قرآن کریم کی واضح آیات کے بعد اب اس باب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چند صحیح اور صریح حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ احادیث کی رُو سے بھی آپ جمیع ماکان و ما یکون کے عالم نہ تھے اور نہ کچھ حضرات محدثین کرام و بزرگانِ دین اور شراحِ حدیث نے سمجھا ہے اور نہ جیسا کہ فریقِ مخالف کا باطل اور بے بنیاد عقیدہ ہے کہ آپ کو تمام غیوب اور جملہ ماکان و ما یکون کا علم حاصل تھا۔

اس باب میں ہم چند احادیث عرض کریں گے جن سے بخوبی یہ معلوم ہو جائے گا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ تو علم غیب حاصل تھا اور نہ آپ ہمیشہ کا اور ماکان و مایکون کے عالم تھے اور جب خود جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفی فرمادی ہے تو کسی دوسرے کی بات کیسے اور کیونکر حجت ہو سکتی ہے؟ اور ہم اس کا التزام کریں گے کہ کوئی حدیث ضعیف پیش نہ ہو، جو حدیث بھی ہم اس سلسلہ میں پیش کریں گے وہ صحیح ہی ہوگی یا کم از کم درجہ میں حسن ہوگی۔ مگر اثبات اور شواہد میں حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ کا قاعدہ ملحوظ رکھا جائے گا۔ کیونکہ ع

زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

## پہلی حدیث

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ:

قال كان النبي صلى الله عليه وسلم بارزا يوما للناس فأتاه رجل فقال ما الايمان قال الايمان ان تؤمن بالله وملائكته وبلقائه ورسله وكتبه وتؤمن بالبعث قال ما الاسلام قال الاسلام ان تعبد الله ولا تشرك به

ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں اور جنت پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس شخص نے عرض کیا۔ اسلام کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا

(وفی نسخۃ شیئاً) وتقیم الصلوٰۃ وتؤدی الزکوٰۃ المفروضۃ وتصوم رمضان قال ما الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال متی الساعۃ قال ما المسؤل (وفی نسخۃ عنہا) باعلم من السائل وساخبرک عن اشراطہا اذا ولدت الامۃ ربہا واذا تطاول رعاۃ الابل البہم فی البنیان فی خمس لا یعلمہن الا اللہ ثم تلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ ثم ادبر فقال ردوہ فلم یروا شیئاً فقال ہذا جبریل جاء یعلم الناس دینہم۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۲ و مسلم ج ۱ ص ۲۹ و نسائی ج ۲ ص ۲۶۶ و ترمذی ج ۲ ص ۸۹ تخریج ابن ماجہ ص ۹ و ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸)

کہ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور فریضہ زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو پھر اس شخص نے عرض کیا کہ احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع اور خضوع سے ادا کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو سو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے پھر اس شخص نے عرض کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ جس سے یہ بات پوچھی جا رہی ہے وہ خود سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا اور میں تم کو اس کی کچھ علامتیں بتائے دیتا ہوں۔ جب لونڈی جنے آقا کو بیٹھے اور جب سیاہ اونٹوں کے چرانے والے لمبی لمبی بلند عمارتیں بنانے لگیں (تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے) اور وقت قیامت تو منجملہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ نے سورۂ لقمان کی یہ آیت پڑھی ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ۔ اس کے بعد سوال کرنے والا شخص چلا گیا آنحضرت نے فرمایا اس کو واپس لاؤ مگر وہ نظر نہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

یہ روایت حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے (مسلم ج ۱ ص ۲۷ و ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸ و طیالسی ص و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱ و نسائی ج ۲ ص ۲۶۶) اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ و حضرت انسؓ و حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلیؓ (المتوفی سنہ ۵۱ھ) اور حضرت ابن عباسؓ و حضرت ابو عامر الاشعریؓ (المتوفی سنہ ۸ھ) سے بھی مروی ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۵ و عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۸) اور حضرت ابوذرؓ سے

(المتفق ص۱۵ ج۱) اور حضرت عبدالرحمٰن بن غنم (المتفق ص۵۸ ج۱) سے بھی مروی ہے (کنز العمال ج۱ ص۹۹) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (نسائی ج۲ ص۲۶۶) یہ جلیل القدر دس حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن سے یہ حدیث مروی ہے اور پھر ان میں طبقات رواۃ کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا شمار و شمار بھی مشکل ہے۔ اس حدیث میں جتنے علوم و معارف اور دقائق و اسرار ہیں وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں ان کی تفصیل کے لیے کتب شروح حدیث وغیرہ کی طرف مراجعت کیجئے۔ ہم اس حدیث کے پیش نظر جو کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں وہ صرف تین امور ہیں:-

امر اول:- یہ روایت اس پر نص قطعی ہے کہ قیامت کے قیام کا ٹھیک وقت جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا۔ ہاں البتہ قیامت کی چیدہ چیدہ اور چنیدہ چنیدہ نشانیاں آپ نے ضرور بیان فرمائی ہیں مگر یہ محل نزاع سے خارج ہیں۔ کما مر۔

امر دوم:- اس حدیث کے اندر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ خالص دین ہے کیونکہ اس کے آخر میں صاف طور پر یہ ارشاد موجود ہے کہ سائل حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے جاءکم یعلم الناس دینهم وہ اس لیے آئے تھے کہ لوگوں کو ان کا دین سکھا جائیں اور جامع البیان ج۱ ص۱۴۸ کی روایت میں ہے ھذا جبرائیل اتاکم یعلمکم معالم دینکم کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے جو تمہیں تمہارے دین کے واضح نشانات سکھانے آئے تھے۔

امر سوم:- یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور کا واقعہ ہے جس میں تمام احکام دین نازل ہو چکے تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام لوگوں کے ذہن میں ان امور کا اہتمام پیدا کرنے اور ان امور پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے تشریف لائے تھے مگر ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں پہچان سکے تھے البتہ بعد میں آپ کو یہ علم ہوا تھا کہ وہ تو حضرت جبرائیل تھے۔ ہم ان امور پر اسی ترتیب سے بحث کرتے ہیں اور چند دلائل عرض کرتے ہیں

امر اول:- جب آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ متی الساعۃ قیامت کب ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ ما المسئول عنها باعلم من السائل جس سے یہ پوچھا جا رہا ہے وہ اس کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ شراح حدیث نے اس کے دو مطلب بیان کئے ہیں اول یہ کہ سائل اور مسئول عنہ دونوں نفی علم میں مساوی ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ:-

لگے تین جملوں کا انکار کر دیا اور وہ ان جملوں کے مکذب بھی ثابت ہو گئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ مولوی محمد عمر صاحب خود اپنے علم کے مطابق اور انصاف و دیانت سے راہ حقیقت تک پہنچے ان میں کسی چیز کا بھی سے تو توقع ہی بے جا ہے؟ فرمائیں کہ آپ ما المسئول عنہا باعلم من السائل کا یہ ایک علیحدہ اور الگ جملہ تسلیم کریں گے فی خمس لا یعلمہن الا اللہ الخ کا کیا مطلب بیان کریں گے؟ اور ایک روایت میں ہے: فی خمس من الغیب لا یعلمہن الا اللہ (مسلم ج ۱ ص ۲۹) اس روایت کی موجودگی میں تو کوئی بھی باطل توجیہ کارآمد نہیں ہو سکتی۔ اور کیا آپ اس کے مکذب نہیں ٹھہریں گے؟ باقی تناقض کی عجیب گو مولوی محمد عمر صاحب کو دستیاب ہوا ہے کہ نہ موضوع و محمل ایک اور نہ تناقض کی دوسری شرطوں کا کا ان میں وجود، مگر تناقض بہر حال ان کے نزدیک ہو ہی جائے گا۔ مولوی محمد عمر صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک ہے نفس قیامت کا علم اور ایک ہے اس کی بعض علامات اور اشراط کا علم۔ یہ دونوں بالکل الگ الگ اور علیحدہ چیزیں ہیں جیسا کہ ہم اس کتاب میں مختلف ابواب میں مفصل عرض کر چکے ہیں۔ ما المسئول عنہا باعلم من السائل سے نفس قیامت کے علم کی نفی ہے اور آگے جو چیزیں بیان کی گئی ہیں وہ قیامت کی نشانیاں اور علامتیں ہیں۔ نفی اور چیز کی ہے اور اثبات اور چیز کا ہے تو تناقض کیا اور کہاں ہے؟ مگر مولوی محمد عمر صاحب اور ان کی جماعت کو اس سے کیا غرض ہے؟ افسوس ہے مولوی محمد عمر صاحب کے علم اور دیانت پر کہ وہ فسأخبرك عن اشراطها کے واضح مضمون کو جو محض قیامت سے قبل بعض نشانیوں کی طرف مشیر ہے کیسے نظر انداز کر گئے ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ جب حضورؐ سے پوچھا گیا کہ متی الساعۃ؟ تو آپ نے فرمایا: ھی سبحان اللہ فی خمس لا یعلمہن الا اللہ الی ان قال ولکن

ان شئت حدثتک بمعالم دون ذالک پھر آپ نے چند نشانیاں بیان فرمائیں۔ اور فرمایا کہ:

فتلک من معالم الساعۃ واشراطہا — یہی ہیں قیامت کی علامتیں اور اس کی نشانیاں۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۸، ابن کثیر ج ۳ ص ۴۵۳) اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں یوں ہے کہ جب آپ سے سوال ہوا کہ قیامت کب ہوگی؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا سبحان اللہ ما المسئول عنہا باعلم من السائل (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۴۰) کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہ سب عبارات اور اقتباسات اس امر کو متعین کیے ہوئے ہیں کہ اس عبارت سے مراد نفی علم میں برابری ہے اور مطلب یہ ہے کہ جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قیامت کی ٹھیک گھڑی اور وقت معلوم نہیں

کے ساتھ مختص کر دیا ہے حضرت ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں۔ ان علم الساعة مما استاثر اللہ تعالیٰ به (مرقات ج ۱ صفحہ ۶۲) یعنی بلاشبہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کے ساتھ مختص ہے۔

شراح حدیث کا بیان تو آپ ملاحظہ کر ہی چکے اب ذرا فریق مخالف کی خوش گپیاں بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

• اس میں حضور علیہ السلام نے اپنے جاننے کی نفی نہیں کی بلکہ زیادتی علم کی نفی کی۔ ورنہ فرماتے لا اعلمہ (میں نہیں جانتا) اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اے جبریل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی۔ اس مجمع میں یہ پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں" (ملخصاً جاء الحق صـ)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ مسئول سائل سے اعلم نہیں یعنی اے جبریل قیامت سے تو بھی بے خبر نہیں اور میں بھی بے خبر نہیں۔ تو بھی جانتا ہے۔ میں بھی جانتا ہوں۔ (ملخصاً مقیاس حنفیت صـ)

**جواب** فریق مخالف کا یہ جواب قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے بلکہ عقل و نقل سے بڑھ کر اس کی کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ اگر آپ کو یہ علم تھا تو آپ نے فی خمس لا یعلمہن الا اللہ (الخ) کیوں فرمایا اور سورۃ لقمان کی آخری آیت جس میں ان اللہ عندہ علم الساعة (الآیۃ) مذکور ہے تلاوت کیوں فرمائی؟ اور اس سے استشہاد کیسے صحیح ہوا؟

وثانیاً شراح حدیث کے اقوال ہم نے پیش کر دیئے ہیں۔ ان سے یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد نفی علم ہی ہے۔ برابر دانستہ سے بحث کرنا اور یہ مراد نہیں جس کا ذکر فریق مخالف نے کیا ہے۔

وثالثاً عنقریب بیان ہوگا کہ جب حضرت جبریلؑ نے آپ سے سوال کیا تھا تو اس وقت تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ علم ہی نہ تھا کہ یہ حضرت جبریلؑ ہیں تو پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ تو اور میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں؟ سوال کے وقت تو حضرت جبریلؑ کی پوزیشن ایک سائل اور اعرابی اور بدوی کی تھی۔ آپ نے بھلا ایک اعرابی اور بدو کو یہ کیوں فرمایا کہ تو اور میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں؟

تاریخ سابق میں کسی احمق اور جاہل سے حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ کا سابقہ پڑا ہے جس کو حضرت ملا علی ن القاریؒ یوں نقل فرماتے ہیں کہ:۔

وقد جاهر بالكذب بعض من يدعي في
زماننا العلم وهو متشبع بما لم يعط ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم كان
يعلم متى تقوم الساعة قيل له فقد
قال في حديث جبرائيل ما المسئول
عنها بأعلم من السائل فحرفه
عن موضعه وقال معناه انا وانت
نعلمها وهذا من اعظم الجهل
واقبح التحريف والنبي اعلم بالله
من ان يقول لمن كان يظنه اعرابيا
انا وانت نعلم الساعة الا ان يقول
هذا الجاهل انه كان يعرف انه جبرئيل
ورسول الله عليه السلام هو الصادق
في قوله والذي نفسي بيده ما جاءني
في صورة الا وقد عرفته غير
هذه الصورة وفي اللفظ الآخر
ما شبه علي غير هذه المرة وفي اللفظ
الآخر ردوا علي الاعرابي فذهبوا
فالتمسوا فلم يجدوا شيئا وانما علم
النبي صلى الله عليه وسلم
انه جبرائيل بعد مدة كما قال عمر
فلبثت مليا فقال لي النبي يا عمر
اتدري من السائل والمحرف يقول

ہمارے زمانہ کے بعض مدعیان علم نے جو مدعی شی
غیر کے موصوف نہیں مگر بزعم خود ہیں یہ کھلا ہوا جھوٹ
کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقت قیام
ساعت معلوم تھا جب اس کو یہ کہا گیا کہ حدیث
جبرئیل میں تو یہ آتا ہے کہ مسئول عنہا سائل سے زیادہ
علم نہیں رکھتا تو اس محرف نے اس حدیث کے معنی میں
یوں تحریف کی کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اور تو
دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں اور یہ عظیم ترین جہل
اور قبیح ترین تحریف ہے جناب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ
تعالیٰ کی شان کو زیادہ جانتے ہیں وہ بھلا یہ کیسے کہہ سکتے
تھے جس کو وہ ایک اعرابی دیہاتی سمجھتے تھے کہ میں
اور تو قیامت کا علم رکھتے ہیں الا یہ کہ یہ جاہل دعویٰ
کرے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت حضرت
جبرئیل کو جانتے تھے مگر اس کو کیا کریں کہ جناب رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو صادق ہیں یہ فرماتے
ہیں کہ مجھ پر حضرت جبرائیل جب بھی میرے پاس آتے
ہیں میں ان کو پہچان لیتا رہا مگر اب کی بار اس صورت
میں میں اس کو نہیں پہچان سکا اور ایک روایت میں
آتا ہے کہ حضرت جبرائیل مجھ پر کبھی مشتبہ نہیں
ہوئے مگر اس مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس
اعرابی کو واپس لاؤ جب حضرات صحابہ گئے تو پایا
کچھ بھی نہ تھا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچھ مدت کے بعد
اس کا علم ہوا کہ یہ تو حضرت جبرائیل تھے چنانچہ آپ نے

(اور اسی کے قریب حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے۔ فتح الباری ص۱۱۲)

پھر مفتی احمد یار خان صاحب نے قیامت کی چند نشانیوں کے علم سے نفس قیامت کا علم ثابت کرنے کی جو ناکام اور لاطائل کوشش کی ہے (دیکھئے جاء الحق ص۱۰۱) تو وہ عجیب جہالت کا پلندہ ہے۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ چند نشانیوں کے علم سے (جن کا دلائل سے ثبوت ملتا ہے) ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ نفس قیامت کا علم بھی ہو کیونکہ یہ قول اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الآیۃ کی صریح نص ہے جس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ باقی فرضی اور خود ساختہ اور خود تراشیدہ و بے معنی دلائل سے یہ محکم قلعہ ہرگز فتح نہیں ہو سکتا اور یہ جاہلانہ دعوے اور شیر قالین تو آ سکتا ہے جو زبانِ حال یہ کہتا ہے کہ ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش سے
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

امرِ دوم: (۱) اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے (جس میں خصوصیت کے ساتھ غیر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے علم کی نفی بھی ہے) وہ خالص ایمان اور دین ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ (المتوفی ۲۵۶ھ) اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

جعل ذالک کلہ من الایمان۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۱۲)

اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے آپ نے اس سب کو ایمان قرار دیا ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں کہ:

فیطلب دینکم ای قواعد دینکم او کلیات دینکم (شرح اربعین نوویؒ لابن دقیق العید ص۴۱)

حضرت جبرائیلؑ تمہیں دین کی تعلیم دینے آئے ہیں یعنی دین کے قواعد یا کلیات سکھلانے کے لیے آئے ہیں۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:

فجعل ھذا کلہ من الدین (العبودیۃ فی تفسیر القرآن ص۱۱)

اس حدیث میں تمام چیزوں کو آپ کی طرف سے دین قرار دیا گیا ہے۔

اور علامہ ابو العباس احمد بن عمر الانصاری قرطبیؒ (المتوفی ۶۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

ھذا الحدیث یصلح ان یقال لہ ام السنۃ لما تضمن من جملۃ علم السنۃ

اس حدیث کو ام السنۃ کہنا مناسب ہے کیونکہ یہ تمام علوم سنت پر حاوی

سکتے باور کیا جا سکتا ہے کہ جس شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صحابی اور اعرابی سمجھتے ہوں
اس سے یہ فرمائیں کہ مسئول و سائل یعنی میں اور تو دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں اور مجھے اور تجھے دونوں کو قیامت
کا وقت خاص معلوم ہے؟ الغرض اس حدیث کے قبلہ امروہی اور بریلوی قرآن اور شواہد حقہ سے اس کی تردید
کرتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہو کہ اے سائل تو اور میں دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ مفتی احمد یار
خان صاحب وغیرہ نے اس کی تحریف کی ہے، اور دوسرا یہ امر بھی ثابت ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جو
یقیناً ماکان وما یکون میں داخل ہیں اور جو بارہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی بھی لاتے رہتے ہیں۔ جب
ایک اجنبی صورت و شکل میں آئے تو آپ ان کو بھی نہ پہچان سکے۔ اگر آپ کو جمیع ماکان وما یکون کا علم حاصل
ہوتا اور اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو تبدیلِ حلیہ اور شکل بدلنے کے بعد بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو
آپ پہچان لیتے اور آپ پر وہ ہرگز مخفی نہ رہتے کیونکہ عالم الغیب اور عالم ماکان وما یکون پر کسی کے حلیہ اور شکل
بدلنے کے بعد بھی اس کی حقیقت مشتبہ نہیں ہوا کرتی لہذا اس موقع پر آپ کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو
نہ پہچاننا علم غیب کی نفی کی ایک مستقل اور جداگانہ دلیل ہے۔ اور علامہ العینی الحنفی یہ فرماتے ہیں کہ تمیم الداری کی
روایت میں ہے کہ تین راتیں گزر چکنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! وہ سائل تو
حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور اسی طرح ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۱ اور ترمذی ج ۲ ص ۸۵ کی روایت میں ہے۔ اور
ابن حبان کی روایت میں ہے کہ تیسرے دن کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور مصنف ابن ابی شیبۃ کی روایت
میں ہے کہ تین دن کے بعد آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ (ملخصاً عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۴) اور ایک روایت میں آتا
ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

سبحان اللہ ھذا جبرائیل جاء لیعلم الناس دینھم۔ الحدیث (فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۶ وعمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۳۴ وشرح ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۱۳)

سبحان اللہ وہ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور اس لیے آئے تھے کہ لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دیں۔

کیا عالم ماکان وما یکون پر بھی کبھی تین دن (یا تین رات) تک حقیقت مخفی رہ سکتی ہے؟ اور کیا اس پر
بھی ایسا تعجب طاری ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقت کے منکشف ہونے کے بعد سبحان اللہ سے بات کو شروع
کریں؟ اور جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عمر مبارک کے آخری حصہ میں بھی امور خمسہ اور ان میں سے
علی الخصوص وقت قیامت اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا علم حاصل نہ تھا تو اس کے بعد کس دلیل سے یہ حاصل

جواب اگر انصاف اور دیانت کے ساتھ دیکھا جائے تو یہی ایک روایت فریق مخالف کے باطل عقیدہ اور ان
کی طرف سے جملہ پیش کردہ خرافات کا جواب بالکل کافی وافی اور شافی ہے۔ بشرطیکہ کوئی ماننا چاہے ورنہ
ضد ہی کرنا چاہے تو باتیں ہزار ہیں

فائدہ :۔ نوادر الامام الحمیدی (المتوفی ۲۱۹ھ) میں امام عامر بن شراحیل الشعبی (المتوفی ۱۰۴ھ)
سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے حضرت جبرائیل سے قیامت کے بارے میں سوال
کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے :۔

فانتفض باجنحته وقال ما المسئول عنها باعلم من السائل (فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۸ وعمدة القاری ج ۱ ص ۲۹۰ ودر منثور ج ۳ ص ۱۶۱)

زور سے اپنے بازو کو جھٹک کر گویا الٹ کر جواب دیا اور فرمایا جس سے سوال کیا گیا ہے وہ قیامت کے وقت کو سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن مدرک بالقیاس کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا حکماً مرفوع ہے۔
الغرض یہ ایک بالکل واضح حقیقت ہے کہ بعض دیگر امور کی طرح وقت قیامت کا علم بھی مخصوص
باری تعالیٰ ہی سے ہے اور اس کے بغیر ان کو اور کوئی بھی نہیں جانتا۔ نہ تو اس کو حضرت جبرائیل جانتے
ہیں اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں اور یہی کچھ قرآن
کریم، صحیح احادیث اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتفاق علماء سے ثابت ہے۔

## حدیث جبرائیل اور فریق مخالف کا جواب

فریق مخالف کی طرف سے جو کچھ کہا گیا ہے اس کا خلاصہ مفتی احمد یار خان صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ :۔

" اب رہی مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان کی حدیث کہ یہ پانچ چیزیں کوئی نہیں جانتا۔ اس کی
شرحیں ملاحظہ ہوں۔ امام قرطبی، امام عینی، امام قسطلانی، شرح بخاری میں۔ ملا علی قاری نے
مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں —
فمن ادعی علم شیء منها غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان کاذبا فی دعواہ۔ پس جو شخص ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے
حضور علیہ السلام کی طرف نسبت کئے بغیر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ لمعات میں
شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔ المراد لا یعلمہ بدون تعلیمہ

جزئیات کے علم میں اہل حق کا مبتدعین سے کوئی جھگڑا نہیں ہے جھگڑا صرف کلیات میں ہے۔ اہل حق یہ کہتے ہیں کہ ان امور خمسہ کے کلیات کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ ان امور خمسہ کے جزئیات کا جتنا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا کر رکھا ہے وہ محل نزاع نہیں ہے۔ نیز یہ بات بھی بحوالہ ہم نے عرض کر دی ہے کہ حضرات اولیائے کرامؒ کا مکاشفہ یا الہام وغیرہ ایک ظنی امر ہوتا ہے، علم یقینی کا اطلاق اس پر نہیں کیا جا سکتا الا مجازاً اور ان امور خمسہ کے جزئیات کا علم بھی وہی قطعی اور یقینی ہوگا جس کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی جائے اور آپ کو وہ حاصل ہوا ہو۔ کیونکہ امور غیبیہ کی یقینی اور غیر مشکوک اطلاع جو وساوس شیطانیہ وغیرہ سے قطعی طور پر محفوظ ہو، سوائے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کسی اور کو بلا واسطہ نہیں دی جاتی۔ اور یہی مفاد ہے امام قرطبیؒ وغیرہ کے ارشاد کا جس کو حافظ ابن حجرؒ، علامہ عینیؒ، خطیب قسطلانیؒ اور حضرت ملا علی القاریؒ وغیرہ نے صراحت نقل کیا ہے۔ اور یہی وہ جزئیات امور خمسہ ہیں جن کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحقؒ محدث اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ یہ بدون تعلیم خداوندی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ عام اس سے کہ وہ تعلیم قطعی بذریعہ وحی ہو یا ظنی بذریعہ الہام ہو جیسا کہ حضرات اولیاء کرامؒ وغیرہ کو ہوتی ہے، کلیات امور خمسہ کے بارے میں حضرت شیخ صاحبؒ ہرگز یہ نہیں فرماتے کہ ان کا علم بھی باعلام خداوندی کسی اور کو ہو سکتا ہے جیسا کہ مفتی احمد یار خان صاحب اور اسی طرح ان کے استاد مفتی نعیم الدین صاحب وغیرہ کو دھوکا ہوا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ کی متعدد عبارتیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور اسی حدیث جبرئیلؑ میں ان کی اشعۃ اللمعات کی عبارت بھی نقل کی جا چکی ہے کہ قیامت کے وقت کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور رسل میں سے کسی کو نہیں دی اور اس کے عدم علم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیلؑ دونوں برابر ہیں کہ من و تو ہر دو برابریم درنادانستن آں وقت۔ ایسی صاف اور صریح عبارت کی موجودگی میں خود غلط فہمی میں مبتلا ہونا یا دوسروں کو مغالطہ دینا اہل حق اور اہل انصاف سے بالکل بعید ہے مگر کیا کیا جائے اہل بدعت کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ ان کو ہر صحیح بات سے عناد اور کد ہے اور ہر باطل عقیدہ اور غلط رسم سے ان کو محبت ہے ؎

کیوں یہ دل آ گیا پسند تمہیں ۔۔۔ کون سی بات بھا گئی دل میں؟

## دوسری حدیث

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ:-

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل أن یموت بشہر تسألونی عن الساعۃ وانما علمہا عند اللہ الحدیث (مسلم ج ۲ ص ۳۰۸ و مشکوٰۃ ج ۲ ص [illegible]) [illegible] المعنی دون غیرہ)

میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپ نے اپنی وفات سے صرف ایک مہینہ پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے (اور کسی کو نہیں ہے)۔

یہ صحیح دوسری روایت بھی اس پر وضاحت سے دلالت کرتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات حسرت آیات سے ایک ماہ پیشتر تک قیامت کے وقت کا علم نہ تھا اور اس کے بعد کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آپ کو قیامت کے ٹھیک وقت کا علم عطا کر دیا گیا تھا۔ باقی صادق اور ثقہ روایت اسی طرح غیر مستند گپ شپ میں کچھ لکھ دینا یا کہہ بیٹھنے والے غیر منصف ہرگز کسی شرعی دلیل کا نام نہیں ہے اور نہ خیال قیاس سے کام چل سکتا ہے۔ حضرت ملا علی القاری رح اس حدیث کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں کہ:

ہمزۃ الانکار مقدرۃ ای تسألونی عن الساعۃ وانما علمہا عند اللہ ای لا یعلمہا الا ہو۔ (مرقات ج ۵)

ہمزہ انکاری اس مقام میں مقدر ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا تم مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم تو بس صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بغیر قیامت کے وقت کو اور کوئی نہیں جانتا۔

اور حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رح اسی حدیث کے ترجمہ اور شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

گفت جابرؓ شنیدم آنحضرت را میگفت پیش از رحلت خود بیک ماہ می پرسید مرا از وقت قیام قیامت و جز ایں نیست کہ علم بتعیین وقت آں نزد خدا ست عزوجل یعنی از وقت وقوع

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے صرف ایک مہینہ قبل سنا آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت معین کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں یعنی تم قیامت کبریٰ کے آنے کا

قیامت کبریٰ کہ پیدا آں خود معلوم من نیست
و آں را جز خدا تعالیٰ نداند۔
(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۴۶)

(قیامت کا) وقت جسے پوچھتے ہو اور وہ تو خود مجھے معلوم نہیں
دین کا یہ تعلق ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی
بھی نہیں جانتا۔

اس صحیح حدیث اور اس کی شرح میں حضرت ملا علی القاری رح اور شیخ عبدالحق صاحب کی تصریح سے صاف معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے تک قیامت کا علم نہ تھا۔ جو لوگ حضرت ملا علی القاری اور حضرت شیخ عبدالحق صاحب کی عبارت سے متعلق ہو کر (مثلاً دیکھئے مفتی احمد یار خان صاحب کی جاء الحق ص ۸۰ وغیرہ) مسئلہ علم قیامت کشید کرتے ہیں ان کو ان صریح عبارات کو ٹھنڈے دل سے پڑھنا چاہیے کہ ان بزرگوں کا کیا عقیدہ اور تحقیق ہے؟ اور اہل بدعت کیا کہتے ہیں؟

مولوی محمد عمر صاحب نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تذکرہ قیامت کی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ اگر کوئی حکیم طبیب آپ کی بے علمی کی دلیل اخذ کرے تو یہ اس کے نقص ایمانی کی دلیل ہے (مقیاس حنفیت صفحہ ۴۴۰) کیا ان کے نزدیک حضرت ملا علی القاری رح اور شیخ عبدالحق رح وغیرہ سب کے سب حکیم طبیب اور ناقص الایمان ہیں؟ یا یہ شوخی صرف دیوبندیوں اور وہابیوں کے لیے رکھ چھوڑی ہے؟

## تیسری حدیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔

سُئِلَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن
الساعۃ فقال علمہا عند ربی لا یجلیہا لوقتہا
الا ہو ولکن سأخبرکم بمشاریطہا وما یکون
بین یدیہا ان بین یدیہا فتنۃ وہرجا الحدیث
(رواہ الطبرانی ج ۵ ص ۲۹۳ بسند صحیح و تفسیر ابن کثیر
ج ۲ ص ۲۷۲ و در منثور ج ۳ ص ۱۵۱)

جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت
کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا علم
تو بس میرے رب ہی کو ہے، وہی اس کو اس کے
وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تم کو اس کی کچھ نشانیاں
بتلاتا ہوں اس سے پہلے (بکثرت) فتنے اور قتل و
غارت ہوگی۔

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نفس قیامت کبریٰ اور چیز ہے اور اس کی نشانیاں اور علامتیں اور ہیں، اول کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور ثانی الذکر کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو

آپ کی شان کے لائق اور مناسب عمل فرمایا تھا۔ جو خود غرض یا جاہل لوگ وقت قیامت کبریٰ اور اس کی نشانیوں کو خلط ملط کرکے الجھن پیدا کرنے کی ناکام اور بے سود کوشش کرتے ہیں ان کو اس مضمون کی دیگر احادیث کی طرح یہ حدیث بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الساعة وانا شاهد فقال لا يعلمها الا الله ولا يجليها لوقتها الا هو ولكن ساخبركم بمشاريطها وما بين يديها من الفتن والهرج الحديث (اخرجه الطبراني وابن مردويه در منثور ج ۳ صـ۱۵۱)

میرے سامنے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا لیکن میں تم کو اس کی بعض علامتیں بتلائے دیتا ہوں کہ اس سے پہلے بڑے فتنے اور خونریزیاں ہوں گی۔

یہ حدیث بھی اپنے مفہوم اور مراد میں بالکل واضح ہے مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

مولوی محمد عمر صاحب نے اس حدیث کے جواب میں جو جو گل کھلائے ہیں اور جو جو نکتہ سرائی کی ہے وہ قابل دید ہے (دیکھئے مقیاس ص ۲۲۲)۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فوجداری عدالت کے محل وقوع کے علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے دفتر کی متعلق جملہ کیفیات اور تمام فائلیں اور جو کچھ ان میں لکھا ہوا ہے وہ سب مفصل معلوم ہو۔ اسی طرح سمجھنا چاہیئے کہ قیامت کی چیدہ چیدہ علامات اور نشانیاں جاننے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ قیامت کبریٰ کا ٹھیک وقت بھی آپ کو معلوم ہو جیسا کہ ان پیش کردہ روایات میں نفس قیامت اور علامات قیامت کو الگ الگ کرکے بیان کیا گیا ہے کہ اول کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل نہ تھا اور ثانی کا علم خدا تعالیٰ نے آپ کو مرحمت فرمایا تھا اور ہمارا مقصد ان روایات کے پیش کرنے سے اہل بدعت کے خانہ ساز عقیدہ علم غیب کلی یا علم جمیع ماکان وما یکون کی نفی ہی ہے۔ اس کو اس پر محمول کرنا معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ کہ ہم کو جناب امام الانبیاء خاتم النبیین سرور دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کی تنقیص مقصود ہے انتہائی بے ایمانی اور اعلیٰ درجہ کی شیطنت ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد کمال علمی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا مرتبہ اور درجہ ہے۔ بجملہ دیگر کمالات کی

طرح علم کلی میں بھی آپ کا یہ ادعا بہر رنگ قطعی تتمہ مختصر۔

## چوتھی حدیث

حضرت عبداللہؓ بن مسعود جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ :-

قال لقيت ليلة اسري بي ابراهيم وموسىٰ وعيسىٰ فتذاكروا امر الساعة قال فردوا امرهم الى ابراهيم عليه السلام فقال لا علم لي بها فردوا الامر الى موسىٰ فقال لا علم لي بها فردوا الامر الى عيسىٰ فقال اما وجبتها فلا يعلمها احد الا الله ذالك الحديث (رواه احمد في مسنده ج ۱ ص ۳۷۵ والمختار وابن ماجه ص ۳۰۹ وسنده صحيح والحاكم في المستدرك ج ۴ ص ۴۸۸ و ج ۲ ص ۳۸۴ وقال الحاكم والذهبي صحيح وابن كثير ج ۴ ص ۲۸۲ والدر منثور ج ۴ ص ۳۳۶)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میری ملاقات حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی تو ان میں وقت قیامت کا تذکرہ ہوا۔ پہلے حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں ہے پھر یہی سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا کہ مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں ہے پھر یہی سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے وقوع کے وقت کی خبر اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے الخ۔

اسی طرح اور مستدرک کی ایک روایت میں آتا ہے کہ:-

فبدؤا بابراهيم فسالوه عنها فلم يكن عنده منها علم فسالوا موسىٰ فلم يكن عنده منها علم (الحديث وابن جرير ج ۱۷ ص ۷۲ ومستدرك ج ۴ ص ۵۴۵)

سب سے پہلے قیامت کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ سے سوال کیا گیا مگر ان کے پاس قیامت کا کچھ علم نہ تھا پھر حضرت موسیٰؑ سے پوچھا گیا مگر ان کے پاس بھی اس کا کچھ علم نہ تھا۔

اور مستدرک کی ایک روایت میں آتا ہے کہ:-

فترجعوا الحديث الى عيسىٰ فقال عيسىٰ عهد الله الي فيما دون وجبتها فلا نعلمها (الحديث مستدرك ج ۲ ص ۳۸۴ وقال الحاكم والذهبي صحيح)

انھوں نے بات کا رخ حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیر دیا انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت سے پہلے کی کچھ چیزیں تو مجھے بتائی ہیں لیکن اس کے وقت وقوع کو ہم نہیں جانتے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے بھی یہی کچھ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے اولوا العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی قیامت کے خاص وقت کا علم نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ علامات قیامت میں سے ہیں اس لیے بالآخر اس بحث کو ان کی طرف لوٹایا گیا مگر ان سے بھی یہی جواب ملا کہ اگرچہ قیامت کی بعض علامات تو مجھے بتائی گئی ہیں مگر اس کا ٹھیک وقت معلوم نہیں بلکہ صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا کہ :۔

اما وجبتها فلا یعلمها احد الا اللہ — اس کا ٹھیک وقت تو بجز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں ہے حالانکہ بارشاد خداوندی "وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ" وہ قیامت کی علامت ہیں تو اور کس کو ہو سکتا ہے؟ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے جواب کو آخری جواب سمجھا گیا اور اس کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ اور فن حدیث کا یہ طے شدہ قاعدہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات کہی جائے یا کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو سن اور دیکھ کر اس کی تردید نہ فرمائیں تو وہ بھی آپ کی (تقریری) حدیث ہے۔ وانہ لا یسکت على باطل ولا یقر منکرا (نووی ج ۲ ص ۶۹ وغیرہ) کیونکہ آپ نہ باطل پر سکوت فرماتے تھے اور نہ منکر کو روکے بغیر چھوڑتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ :۔

فاما وجبتها فلا یعلمها احد الا اللہ — بہرحال اس کا ٹھیک وقت بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا

تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سن کر اس کی تردید نہیں فرمائی کہ میں اس سے مستثنیٰ ہوں، اس لیے کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کا وقت بتا دیا ہے۔ لہٰذا اصول حدیث کے مسلم قاعدہ کی رو سے آپ بھی ان اولوا العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمرہ میں شامل ہیں جن کو قیامت کا علم حاصل نہیں اور جب اولوا العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں تو اور کس کو ہوگا یا ہو سکتا ہے؟ حافظ ابن کثیرؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ :۔

فہؤلاء اکابر اولی العزم من المرسلین — یہ اکابر اور بڑی شان کے رسول بھی قیامت
لیس عندھم علم بوقت الساعۃ على التعیین — کے وقت معین کا علم نہیں رکھتے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۶۳)

اور اس صحیح اور صریح روایت کے پیش نظر گویا اولوا العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام کو اس پر اتفاق رہا ہے کہ قائم ہو گیا کہ قیامت کا علم بجز خدا تعالےٰ کے اور کسی کو نہیں ہے اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں اور یہی ایک سچے مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو اسی صحیح عقیدہ پر قائم رکھے آمین۔

## فریق مخالفت کی رکیک تاویل

فریق مخالفت کے اس دور میں کے [illegible] علم نے جو کچھ اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے وہ بجائے خود ایک زندہ ڈرامہ ہے اور وہ اس ڈرامائی رنگ میں عجیب و غریب باتیں کر گئے ہیں چنانچہ ان کے جواب کا خلاصہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ:

"باقی رہا انبیاء علیہم السلام کا مذاکرہ تو یہ اس لیے تھا اور آپ کے روبرو اسی لیے ایک دوسرے پر بات ڈالتے تھے کہ آپ ملاحظہ فرمالیں کہ ہم نے آج تک قیامت کے راز کو فاش نہیں کیا آپ بھی اس کو فاش نہ فرمائیں۔ صرف یہ بات بتانی مقصود تھی۔ دیکھیے موقع سکینا کہ کہیں قیامت کا ذکر نہ کر دیں اس جملہ کو انہوں نے گستاخی بھی آپس میں مذاکرہ کر کے آپ کو جتا دیا کہ آپ ملاحظہ فرما لیجیے آپ نے بھی ایسے ہی عمل کرنا ہے۔ کسی کو جتانا نہیں چاہیے کہ انہوں نے ایک دوسرے کے پیچھے لاعلمی نہیں فرمایا ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے مقصد سوال کرتے انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں میں مذاکرہ قیامت آپ کے سامنے اپنی بے علمی ظاہر کرنے کے واسطے نہ تھا جیسا کہ آپ نے سمجھا ہے الخ (بلفظہ مقیاس حنفیت ص ۴۲۳)

**جواب** یہ ہیں وہ جواہر پارے جو فریق مخالفت کے مناظر اعظم نے زیب قلم فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب ہوش میں آ کر فرمائیے کہ آپ نے تو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں میں مذاکرہ قیامت آپ کے سامنے اپنی بے علمی ظاہر کرنے کے واسطے نہ تھا جیسا کہ تم نے سمجھا ہے۔ اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام سے جب قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان میں سے ہر ایک نے یہ فرمایا کہ لا علم لی بہا مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ کیا مولوی محمد عمر صاحب اپنے بیان میں سچے ہیں یا خدا تعالیٰ کے نبی لا علم لی بہا فرما کر اپنی لاعلمی کا اظہار کرنے میں سچے تھے؟ عقل سے جواب دینا! اور پھر یہ بھی غور سے کہنا کہ ہم نے جو اس سے ان کی لاعلمی کا مفہوم سمجھا ہے یا نفس الامر میں باقرار حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کا مطلب ہی صرف یہی ہے؟ مولوی محمد عمر صاحب! اصل جگہ سے تو کچھ نہ

کہ ادھر اُدھر کی باتیں کرنا اور لوگوں کو مغالطہ دینا کہاں کا انصاف و دیانت ہے؟ پھر اس پر بھی غور نہ
کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم جمیع ما کان وما یکون ہیں تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو
کس حکمت عملی سے آپ کو یہ بتانا چاہئیں وارد ہے کہ آپ بھی ایسی بات کی تلاش نہ کرنا؟ اس سے تو
صاف معلوم ہوا ہے کہ یہ اولو العزم حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے جمیع ما کان و یکون کے
علم کے نہیں مستحق تھے جیسا کہ انہوں نے اس تعلیم کے بعد قیامت کے علم کی لاعلمی کی آپ کو تلقین
کی اور یہ راست کہتے کہ بقول مولوی محمد عمر صاحب گستاخی بھی مولوی صاحب کے انداز و حماقت میں
چیز کو اپنی دلیل بنایا وہی ان کے مخالف پڑتی ہے۔ قائد لاہوری نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا کہ ؎

چمن میں تھیں وادیاں ہزاروں مگر مقدر کا ظرف دیکھو
گری انہی شاخ پہ جسے بجلی بنایا جس پر تو نے آشیانہ

دیکھا آپ نے شیر بیشہ کو تیرا ب ... من پر ضعف اور اعمال اور دوسروں کو نیول کو منا کر قدرت نے سخت تھپڑ
سے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے (ملفوظات ص ۲۳) مگر یہ نہ سوچا کہ اعتراض کس نے کی اور دھوکہ کس نے
دیا؟ الغرض یہ ہے اس تحقیق پر وہ تو ہیں ہم تو خوش ہوں گے کہ ؎

پکڑ کر لایا ہوں میں شمشیر تحقیق　　تم اپنے جسم میں معنی کو نکالو!

## پانچویں حدیث

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد لشکر اسلام
لے کر مقام حنین پر قبیلہ بنو ہوازن اور ثقیف کو شکست دے کر ان کے مال و
اسباب اور مویشی اور جنگی اسیروں کو رواج قانون جنگ کے مطابق غلام بنائے جا سکتے ہیں، بطور غنیمت
حضرات صحابہ کرام کے درمیان تقسیم کر دیا۔ تو ہوازن وغیرہ کی طرف سے ایک وفد آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہ کہا کہ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں اس لیے ہماری
درخواست ہے کہ ہمارے اموال و اسباب اور قیدی ہمیں واپس دے دیے جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ
ہم ان کو تمام مجاہدین میں تقسیم کر چکے ہیں اور یہ میری ذات واحد کا سوال نہیں، سو صاف بات یہ
ہے کہ تم دو چیزوں میں سے ایک کو واپس لے لو، مال لے لو یا قیدی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں قیدی مطلوب ہیں
آپ نے فرمایا اچھا میں مسلمانوں سے تمہاری سفارش کر دوں گا۔ نماز کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے ان کا
معاملہ پیش کر دیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں۔ اب یہ تائب ہو کر آ گئے ہیں اور چاہتے ہیں

(ضب) رکھی ہوئی تھی جس کو ان کی بہن حضرت حفیدہ بنت الحارث نجد سے اپنے ساتھ لائی تھیں۔ حضرت میمونہ نے وہ گوہ آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ جب آپ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ بہت کم کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا کرتے تھے جب تک کہ آپ کو بیان نہ کر دیا جاتا کہ یہ کیا کھانا ہے) کیا اور کہا جاتا ہے کہ جو حضرات ازواج مطہرات وہاں موجود تھیں ان میں سے کسی نے فرمایا کہ:۔

| | |
|---|---|
| اخبرن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما قدمتن له قلن هو الضب يا رسول الله فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده (الحدیث (بخاری ج ۲ ص ۸۱۲ و مسلم ج ۲ ص ۱۵۱ والمشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۶۰) | جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتلا دو کہ کیا پیش کیا ہے؟ حضرات ازواج نے فرمایا کہ حضرت یہ گوہ ہے۔ آپ نے یہ سنتے ہی فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اس کو نہیں کھایا اور حضرت خالد نے وہ خوب مزے سے کھائی۔) |

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب کلی اور جمیع ما کان وما یکون کا علم محیط حاصل نہ تھا ورنہ حضور کو خود ہی اس کا علم ہوتا کہ میرے سامنے آخر وہ کیا چیز پیش کی گئی ہے اور آپ ابتداء ہی سے اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات ازواج مطہرات کا بھی ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم ہے اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو ان کو یہ کہنے کی مطلق ضرورت ہی نہ پیش آتی۔ اخبرن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما قدمتن له کہ آپ کو اس کی اطلاع دے دو کہ یہ کیا ہے جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت میمونہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف ذوالقعدہ ۷ھ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر سرف کے مقام پر حاصل ہوا تھا جو ان کا مدفن بھی ہے (دیکھئے مستدرک ج ۴ ص ۳۰ وغیرہ میں سرف کی تصریح موجود ہے) اور حضرت خالد بن الولید کا مشرف باسلام ہونا بھی اس کے بعد کا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۹ ص ۵۳۵ وغیرہ) اور حافظ ابن حجر اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

| | |
|---|---|
| وان النبی کان لا یعلم من المغیبات الا ما علمه الله تعالیٰ۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۵۳۶) | اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کی صرف وہی چیزیں معلوم تھیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع دی جاتی تھی۔ |

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

**ساتویں حدیث**

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ (حجۃ الوداع ۱۰ھ میں) جب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام مزدلفہ سے ہٹے لگے اور وہاں سے واپس ہوئے تو وادی محسر میں آپ نے سواری کو تیز کر دیا اور حضرات صحابہ کرامؓ کو جمرات کی رمی کرنے کا طریقہ بتایا اور ان کو سیکھنے اور یاد رکھنے کا حکم فرمایا اور نیز فرمایا کہ :-

لتأخذ امتی مناسکها فانی لا ادری لعلی لا القاهم بعد عامهم هذا ۔ (رواہ النسائی ج ۲ ص ۴۲ بسند صحیح)

میری امت کو چاہیئے کہ وہ حج کے احکام اچھی طرح مجھ سے سیکھ لے کیونکہ میں نہیں جانتا شاید کہ میں ان سے اس سال کے بعد ملاقات نہ کر سکوں ۔

اور حضرت جابرؓ ہی کی ایک روایت میں ہے کہ :-

لعلی لا اراکم بعد عامی هذا (رواہ الترمذی ج ۱ ص ۱۱۰ وقال حدیث حسن صحیح والمشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳)

شاید کہ میں تمہیں اس سال کے بعد پھر نہ دیکھ سکوں ۔

اور مسند دارمی ص ۱۲ کی روایت میں ہے کہ :-

واللہ لا ادری لعلی لا القاکم (دارمی ص ۱۲)

آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ میں اس کے بعد پھر تم سے نہ مل سکوں ۔

اور وفات سے اس کی روانگی کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تقریباً تین ماہ زندہ رہے ہیں ۔ جب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود اپنی وفات کا وقت معلوم نہیں اور لا ادری اس کی دلیل ہے تو دوسروں کی وفات کا علم کلی کیسے حاصل ہوگا ؟ اور جب آپ اپنے حضرات صحابہ کرامؓ سے متعلق یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شاید میں تمہیں اس سال کے بعد پھر نہ دیکھ سکوں تو دوسروں کو وہ کیسے اور کہاں سے دیکھ سکتے ہیں ؟ یہ صحیح روایت علم کلی اور حاضر و ناظر کی نفی کی واضح دلیل ہے ۔

**آٹھویں حدیث**

حضرت ابو ہریرہؓ (جو ۷ھ میں مشرف باسلام ہوئے تھے) روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

انی لانقلب الی اهلی فاجد التمرة ساقطة علی فراشی فارفعها لآکلها ثم اخشی ان تکون صدقة فالقیها ۔

ایسا ہوتا ہے کہ میں گھر جاتا ہوں اور اپنے بستر پر کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں اور اس کو کھانے کے ارادہ سے اٹھا لیتا ہوں پھر مجھے خوف ہوتا ہے کہ شاید یہ زکوٰۃ کی ہو تو

(بخاری ج ١ ص٢٧٨ وکنز العمال ج ٣ ص٢٤٦)

میں اس کو پکڑ کر دیتا ہوں اور نہیں کھاتا۔

اور حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ:

مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتمرۃ فی الطریق فقال لولا انی اخاف ان تکون من الصدقۃ لاکلتھا (بخاری ج ١ ص٣٢٨ ومسلم ج ١ ص٣٤٥ ومشکوٰۃ ج ١ ص١٦١ وقال متفق علیہ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ پر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے کھجور کا ایک دانہ دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہو کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کی کھجور ہوگی تو میں ضرور اس کو کھا لیتا۔

اور حضرت انسؓ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انی لاری التمرۃ فما یمنعنی من اکلھا الا مخافۃ ان تکون من تمر الصدقۃ۔ (طیالسی ص٢٧٣ وکنز العمال ج ٧ ص٢٤٣)

میں کھجور کو دیکھتا ہوں تو مجھے اس کے کھانے سے اور کوئی چیز نہیں منع کرتی مگر صرف یہ خوف کہ وہ کہیں زکوٰۃ کی کھجور نہ ہو۔

اور حضرت عبد اللہؓ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تضوّر ذات لیلۃ فقیل لہ ما اسھرک قال انی وجدت تمرۃ ساقطۃ فاکلتھا ثم تذکرت تمرا کان عندنا من تمر الصدقۃ فما ادری امن ذلک کانت التمرۃ او من تمر اھلی فذلک اسھرنی (مستدرک ج ٢ ص١٣ قال الحاکم والذہبی صحیح)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات بڑی بےچینی اور بےقراری سے بسر کی۔ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ حضرت آپ کو کیوں بےقراری میں نیند نہیں آئی؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک افتادہ کھجور پائی اور میں اس کو کھا گیا پھر مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو زکوٰۃ کی کھجوریں بھی تھیں سو مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کھجور زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے تھی یا ہمارے گھر کی کھجوروں میں سے تھی سو اس وجہ سے میں بےچین ہوں۔

ان جملہ روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ افتادہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں اور اس بارہ میں آپ کو ہرگز کوئی تردد نہ ہوتا اور نہ آپ اس طرح بےقراری اور بےچینی میں رات بسر کرتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ حاضر و ناظر بھی نہ تھے ورنہ آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ کھجور تو یہ دیکھتے دیکھتے فلاں شخص سے فلاں وقت گری ہے۔

## مولوی محمد عمر صاحب کی تاویل بے جا

مولوی محمد عمر صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بے علمی ثابت کرنے کے لیے یہ واقعہ بیان نہیں فرمایا بلکہ آپ صلعم امتی ہیں اس لیے امت کو سبق سکھایا مطلب یہ ہے کہ آپ کی بے علمی کہیں مقصد ہے اور یہ مسئلہ بھی سمجھایا ہے کہ ایک کھجور بھی اگر غلط پڑی ہو اور صدقہ کا مال بھی ہو تو کھانے سے پرہیز کرے کیونکہ تم نے میری سنت پر عمل کرنا ہے۔ (رفع الخلط عن تقریر ابن حنیف ص۵۹)"

**جواب** مولوی محمد عمر صاحب کا یہ دعوی محض دفع الوقتی اور سراسر مردود ہے کیونکہ ان منقولہ روایات میں مرکزی نقطہ ہی صرف یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف اس بات کا تردد تھا کہ معلوم نہیں یہ کھجور صدقہ اور زکوٰۃ کی ہے یا نہیں جو میرے اور میرے اہل کے لیے حلال نہیں ہے اور مسئلہ کی سادہ صورت ہی یہ ہے صاف طور پر غلطی کا جملہ اس مردود تاویل کی بیخ کنی کے لیے کافی ہے۔ باقی اللہ کا یہ مسئلہ سمجھانا بھی بجا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لیے نمونہ عمل تھے اور امت کو آپ کی پیروی ضروری ہے مگر جو چیز آپ نے اس حدیث میں بیان فرمائی ہے وہ صرف اس افتادہ کھجور کے بارے میں لاعلمی ہے۔ باقی امور سب ضمنی ہیں۔

## نویں حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ:

لما رجع النبي صلى الله عليه وسلم من الخندق ووضع السلاح واغتسل أتاه جبرائيل فقال قد وضعت السلاح والله ما وضعناه اخرج إليهم قال فإلى أين؟ قال ههنا وأشار إلى بني قريظة فخرج النبي صلى الله عليه وسلم إليهم (بخاری ج۲ ص۵۹۱ و مسلم ج۲ ص۹۵)

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبرائیل تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں؟ بخدا ہم فرشتوں نے تو ابھی تک نہیں اتارے۔ آپ ان کی طرف چلئے۔ آپ نے فرمایا کدھر؟ انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ادھر، چنانچہ آپ لشکر کے ساتھ ادھر تشریف لے گئے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہوتا تو آپ کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا کہ ہم کو

خندق کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بنی قریظہ کی طرف جانا ہے؟ اور نہ آپ ہتھیار اتارتے اور نہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے یہ سوال کرنے کی نوبت آتی کہ فالی این؟ یعنی اب ہمیں کدھر کو جانا ہے؟ اور جب آپ مع اسلامی فوج کے بنو قریظہ تشریف لے گئے اور محاصرہ کے بعد ان کو گرفتار کیا تو بحکم الملک ان کے بارہ میں تورات ہی کا حکم نافذ کیا گیا کہ مردوں اور بچوں کو گرفتار کیا جائے اور لڑنے والے نوجوانوں کو قتل کیا جائے۔ ان قیدیوں میں حضرت عطیۃ القرظی بھی تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں بحالت اسیری بنی قریظہ کی شکست کے دن ۔

عرضنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم قريظة فشكوا فيّ فأمر النبي صلى الله عليه وآله وسلم ان ينظروا اليّ هل انبتّ فنظروا اليّ فلم يجدوني انبتّ فخلى عني والحقني بالسبي ........ وفي رواية ...... فلم يجدوا الموسى جرت على شعره يعني عانته فتركني من القتل.

(مستدرک ج ۲ ص ۱۲۳ . قال الحاکم والذهبي صحيح على شرطهما)

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو حضرات صحابہ کرام نے میرے بارے میں تردد کیا کہ کیا میں بالغ ہو گیا ہوں یا نہیں؟ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میرے زیر ناف بال دیکھ کر فیصلہ کریں چنانچہ جب انہوں نے معائنہ کیا تو میرے زیر ناف بال نہیں اگے تھے لہٰذا مجھے نابالغ سمجھ کر قیدیوں کی مد میں شامل کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ملاحظہ کیا کہ میرے زیر ناف بالوں پر استرا (بال صفا) نہیں پھرا تھا، تو انہوں نے مجھے قتل نہ کیا۔

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا اور آپ ہر ایک کے بارے میں حاضر و ناظر ہوتے تو اس کا مدد ولی کی ہرگز کبھی نوبت نہ آتی اور حضرات صحابہ کرام کو بھی اگر علم ہوتا جو بجائے خود کافی وافی تھے تو ان کو اس مجبوری کے بغیر زیر ناف بال دیکھ کر ان کے ـــــ بالغ یا نابالغ ہونے پر استدلال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ حدیث بھی آپ کے علم کلی اور مزعوم عقیدہ حاضر و ناظر کی نفی کی قابل جواب دلیل ہے۔ البتہ نہ ماننے والوں کے لیے یہ عبارت کافی ہے۔ کہ تو نے بد اجانت لگنے تجسیاد [illegible]

**دسویں حدیث**

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ۷ھ میں خیبر فتح کیا تو اس میں دیگر سامان غنیمت کے علاوہ بہت سے غلام اور لونڈیاں بھی ہاتھ آئیں۔ جب جنگی اور شرعی قانون کے تحت ان کی تقسیم کی باری آئی تو حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہو کر فرمایا کہ ایک لونڈی مجھے بھی عنایت کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ ایک باندی انتخاب کر لو۔ چنانچہ انہوں نے گرفتار شدہ عورتوں میں سے حضرت صفیہؓ بنت حیی (والدہ المؤمنین) کو چن لیا۔ مگر ایک اور صحابی تشریف لائے، اور انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ:

یا نبی اللہ اعطیت دحیة صفیة بنت حیی سیدة قریظة والنضیر لا تصلح الا لک قال ادعوہ بها فجاء بها فلما نظر الیها النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خذ جاریة من السبی غیرها قال فاعتقها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتزوجها۔

(بخاری ج ۱ صـ ۵۴ ومسلم ج ۱ صـ ۴۵۹)

یا نبی اللہ آپ نے صفیہؓ بنت حیی جو بنو قریظہ اور بنو النضیر کی سردار ہے، دحیہؓ کو دے دی ہے (یہ تو آپ کی شان کے لائق ہے) آپ نے فرمایا کہ بلاؤ اس کو، آپ نے ملاحظہ کیا تو حضرت دحیہؓ سے فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی اور لونڈی اس کے عوض میں لے لے۔ آپ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب کلی یا علم محیط کان وما یکون حاصل ہوتا تو آپ اس صحابی کے مشورہ سے پہلے ہی حضرت صفیہؓ حضرت دحیہؓ کو عطا نہ فرماتے اور شروع ہی سے یہ جان لیتے کہ دحیہؓ تو ایک اعلیٰ خاندانی عورت کو منتخب کرے گا، جس سے خود صفیہؓ کی اور اس کے خاندان کی دل شکنی ہوگی، کیونکہ یہ عورت دحیہؓ جیسے ایک معمولی سپاہی کے مناسب حال نہیں ہے۔ اور جو رائے آپ نے بعد کو اختیار فرمائی وہی پہلے اختیار فرما لیتے۔

## گیارھویں حدیث

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کیا تو مرحب کی بہن زینب بنت الحارث نامی ایک یہودی عورت نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا۔ پہلا لقمہ کھانے کے بعد آپ کو معلوم ہوا (بلکہ گوشت کے ٹکڑے نے بول کر کہا کہ حضرت مجھ میں زہر ہے مت کھائیے۔ دارمی صـ ۱۱ والبدایہ ج ۲ صـ ۲۱۹ ومشکوٰۃ ج ۲ صـ ۵۴۱) کہ اس میں زہر ہے۔ اور اگرچہ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کے حق میں اس کھانے کا اثر پورا نہ ہو سکا لیکن آپ کے ایک صحابی حضرت بشر بن البراء بن معرور جاں بحق ہو گئے (ابو داؤد ج ۲ صـ ۲۶۱ ومستدرک ج ۳ صـ ۲۱۹) بلکہ مشکوٰۃ (ابو داؤد ج ۲ صـ ۲۶۲ اور دارمی صـ ۸ ومترجم اردو صـ ۶۲) کی روایت میں ہے کہ:

فتوفی اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۴۴ واللفظ لہ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ حضرات صحابہ کرامؓ جنہوں نے وہ زہر آلود بکری کھائی تھی وفات پا گئے۔

مشکوٰۃ کی حدیث میں لفظ بعض نہیں ہے اور ابوداؤد و دارمی کی روایت میں بعضہم کے الفاظ ہیں اس روایت میں بعض سے ایک صحابی بھی مراد ہو تب بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا ورنہ آپ ایک صحابی کو بھی نہ مرنے دیتے اور تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آپ کے مرض وفات میں جب اس زہر کا اثر نمایاں طور پر ظاہر ہوا تو آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ:

یا عائشۃ ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر وھذا اوان وجدت انقطاع ابھری من ذالک السم (بخاری ج ۲ ص ۶۳۷)

اے عائشہؓ میں نے خیبر میں جب سے بکری کا زہر آلود گوشت کھایا ہے اس کی تکلیف ہمیشہ برابر محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

حضرت علامہ زرقانیؒ (المتوفی ۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

فکان لا یاکل من ھدیۃ حتی یامر صاحبھا ان یاکل منھا للشاۃ التی اھدیت لہ رواہ الطبرانی فی الکبیر والبزار باسناد صحیح (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۵۸)

چنانچہ آپ ہدیہ کا کھانا نہیں تناول فرمایا کرتے تھے جب تک کہ صاحب ہدیہ کو اس کے کھانے کا حکم نہ فرماتے چونکہ آپ کو بکری کا زہر آلود گوشت کھلایا گیا تھا اس لیے آپ اس کے بعد یہ احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

اور علامہ عزیزیؒ (المتوفی ۱۰۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

فاکلوا منھا فمات بعض صحبہ وصار المسموم صلی اللہ علیہ وسلم یعاودہ الاذی حتی توفی۔ (السراج المنیر ج ۲ ص ۱۱۱)

اس بکری کا گوشت چند حضرات صحابہ کرامؓ نے کھایا جس کی وجہ سے ان میں بعض حضرات صحابہ کرامؓ کی وفات واقع ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وفات کے وقت تک بار بار اس زہر کا دورہ پڑتا رہا اور آپ کو تکلیف پہنچتی رہی۔

اور حضرت ام مبشرؓ کی روایت میں ہے جنہوں نے فرمایا کہ حضرت! آپ پر اس مرض بیماری میں کیا

یہ مسئلہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ہے کہ کیا یہ ارشاد مستقل حکم کے لیے ہے یا خطرہ سے کہ کہیں طویل
مراد ہے یا ایسے مجرم کی سزا یہ ہے، یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو یہ سزا دی نہ جائے
(دیکھئے نووی ج ۲ صفحہ ۷۲ وغیرہ) اس حدیث کے پیش نظر کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بقول
مفتی احمد یار خاں صاحب علم ہوتے ہوئے زہر آلود گوشت کھایا اور حضرات صحابہ کرامؓ کو کھلایا؟ یہ عجیب
بات ہے کہ آپ پر کوئی زہریلا اثر بھی نہ ہوا مگر آپ نے (العیاذ باللہ تعالیٰ) السم بالخبیث کے علم کے باوجود جو یہ
خودکشی ہے اور اس کی دوزخ میں خلود کی وعید بطور تشدید آئی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) علاوہ ازیں آپ
پر بھی اثر کیوں نہ ہوا؟ عجیب کہ اس زہر کے کھانے کے بعد تین سال تک آپ اس کا الم اور درد محسوس
فرماتے رہے جیسا کہ روایت میں تصریح گذر چکی ہے اور وفات کے وقت تو آپ کو گویا جان کٹتی سی نظر
آتی تھی۔ کیا مفتی صاحب یہ اقرار نہیں رہے؟ آپ نے کس دلیل یا اختراع سے یہ کہہ دیا ہے کہ زہر جسم پر بحکم الٰہی
اثر نہ کرے گا؟ پھر مفتی صاحب اس مد میں آپ یہ فرمائیں کہ حضرت بشر بن براء بن معرور اور دیگر حضرات صحابہ
کرامؓ کے چند نفوس کو جو خدمت کی اس وفات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کا اثر کہاں سے آیا تھا؟ اور کیا عمداً
کسی کو اس طرح زہر خورانی جائز اور درست ہے؟ باقی رہی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور رضا میں بیٹھا ہونا تو وہ اپنے
مقام پر حق اور درست ہے اس کا کون منکر ہے؟ مگر اصل حدیث کا جواب نہ تو مفتی صاحب نے کچھ
اور نہ ان کی جماعت کی طرف سے آج تک دیا جا سکا ہے اور نہ تا قیامت دیا جا سکتا ہے۔ شوق سے طبع
آزمائی کریں ؎

کر جائیں گی کام اُن کی فسوں ساز نگاہیں
دُنیا کے سکون زیر و زبر ہو کے رہیں گی

## بارھویں حدیث

حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت ابوسعید الخدری رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص (اخا بنی عدی الانصاری رضہ کما فی روایۃ مسلم ج ۲ ص ۲۲) کو خیبر کا عامل بنا کر بھیجا۔ آدمی نے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں (بطور تحفہ) عمدہ قسم کی کھجوریں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا کہ

أكلّ تمر خيبر هكذا قال لا والله يا رسول الله انا لنأخذ الصاع من هذا
کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی عمدہ ہوتی ہیں؟ اس نے کہا نہیں حضرت! بخدا ہم تو دو تین

بالصاعین والصاعین بالثلاثۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا۔
(بخاری ج ۱ ص۲۹۲ و مسلم ج ۲ ص۲۲)

صاع ردی قسم کی کھجوروں کے عوض میں ان کا ایک صاع اور صاع خرید لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو۔ تم ردی کھجوروں کو درہم کے عوض میں فروخت کر دیا کرو پھر درہم کے بدلہ میں یہ کھجوریں لے لیا کرو۔

ایک صاع موجودہ انگریزی سیر کے لحاظ سے ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔ چونکہ عرصہ سے کوئی زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا اس لیے اس عامل کو اس وقت تک یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ (نووی شرح مسلم ج ۲ ص۲۲ وغیرہ) مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کل علم غیب یا جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا اور آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے جیسا کہ فریق مخالف کا غلط دعویٰ ہے تو آپ کو خیبر کے علاقہ کی کھجوروں کا ضرور علم ہوتا کیونکہ بقول فریق مخالف آپ کو ذرہ ذرہ درخت کے ایک ایک پتہ کا علم ہے۔ پھر کیا آپ کو کھجوروں کی عمدہ اور ردی قسمیں کیوں نہ معلوم ہوئیں؟ اور خیبر مدینہ طیبہ سے صرف دو سو میل دور ہے۔

**ضروری انتباہ** | فریق مخالف کا یہ ایک اصولی اور بنیادی مغالطہ ہے کہ اس قسم کی جملہ روایات میں جہاں جہاں بھی یہ آتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا تو اس سے آپ کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی بلکہ جانتے ہوئے بھی آپ بعض مصالح کی بنا پر ایسے سوالات کر لیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ:

وما تلک بیمینک یا موسیٰ — اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

ظاہر بات ہے کہ اس سے یہ تو قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ کو علم نہیں تعالیٰ عن ذالک۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوالات کا حال بھی یہی ہے۔ چنانچہ مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا وما تلک بیمینک یا موسیٰ (تیرے ہاتھ میں اے موسیٰ علیہ السلام کیا ہے؟) حالانکہ موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں عصا لیے کھڑے تھے کیا اللہ تعالیٰ کا سوال کرنا اس کے عدم علم پر دلالت کرتا ہے؟ (مقیاس حنفیت ص۔۔) ہم نے فریق مخالف کا جواب اور اس کے ضروری اقتباسات عرض کر دیئے ہیں۔

مری قدرت سے ہوا ہے عیاں درست      مرے احباب ہیں وہ شخص پہ مزا بعل

**جواب** فریق مخالف کا یہ مزعوم خیال بھی سراسر باطل اور مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ
اللہ تعالیٰ کے علیمٌ بذات الصدور اور بکل شیءٍ علیمٌ ہونے کے بارے
میں کسی کو شک اور شبہ ہی نہیں ہے اس لیے جناب باری تعالیٰ عز وجل کا سوال ضرور کسی حکمت اور مصلحت
ہی پر مبنی ہوگا۔ بخلاف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات اولیاء عظام وغیرہ مخلوق کا سوال
کیونکہ جب وہ عالم الغیب نہیں تو اصل اور قاعدہ یہی ہے کہ ان کو وہ چیز معلوم نہیں ہے الا یہ کہ کوئی قطعی
اور محکم دلیل اس کے خلاف موجود ہو کہ یہ سوال کسی مصلحت کے پیش نظر تھا تو اس صورت میں ان کے صرف
اس سوال کو کسی خاص مصلحت اور حکمت پر محمول کیا جائے گا۔ غرضیکہ مخلوق کو خالق پر اور حادث کو قدیم پر اور
غیر عالم الغیب ہستیوں کا علم اس علیم پر قیاس کرنا جن کا علم بقول حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام دریا کا قطرہ ہو۔
(بخاری ج ۲ ص ۶۸۸ و مستدرک ج ۲ ص ۳۶۹۔ قال الحاکم والذہبی علی شرطہما) کی صریح ظلم ہے
وثانیاً بلاشبہ شرعی احکام اور امور دین کے بارے میں بعض مصالح کے تحت جب آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو حضرات صحابہ کرام نے بعض مقامات پر یہ فرمایا
کہ اللہ ورسولہ اعلم جیسا کہ حجۃ الوداع وغیرہ میں ایسا ہوا تھا۔ اور معرفت الٰہی میں تو آپ کا مقام
بہت ہی اونچا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ فواللہ انا اعلمہم باللہ (الحدیث۔ مسلم ج ۲ ص ۲۶۴ واللفظ لہ
و بخاری ج ۱ ص ۷) کہ میں معرفت خداوندی میں ان سب سے بڑھا ہوا ہوں، مگر جب دنیاوی معاملات کا
سوال پیدا ہوتا ہے تو صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ انتم اعلم بامر دنیاکم۔ کسی ایک صحیح روایت سے
بھی ثابت نہیں ہوتا کہ جب آپ نے غیر شرعی امر کے بارے میں سوال فرمایا تو آپ اس کو خوب جانتے تھے۔
بخلاف اس کے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے متعلق اس کا متعدد احادیث سے ثبوت ملتا ہے مثلاً
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب
فرشتے چند تسبیح اور ذکر و تدریس کی مجالس سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے پاس انسانوں کی
کارگزاری پیش کرتے ہیں تو۔

فیسألہم اللہ عز وجل وھو اعلم بہم الحدیث (مسلم ج ۲ ص ۳۴۴ و مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹۷) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان کے حالات کو خوب جانتا ہے۔

سنن الکبریٰ ج ۷ ص ۴۳ و طحاوی ج ۳ ص ۲۹۳) ہے آپ نے اس کو پہچان لیا۔

مولوی محمد عمر صاحب مقیاس حنفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا تحریر لکھ کر ختم کر گئے ہیں اور مستنبط باور کرانا چاہتے ہیں کہ تم نے تو نعمانی صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی سے تحقیق کیا ہوا ہے، آپ کا اس کے پہلے جنازے میں تشریف نہ لانا آپ کے عدم علم پر دال نہیں بلکہ آپ کے متاثر نہ ہونے پر دال ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے دوبارہ جنازہ پڑھ لیا ہے، الخ (مقیاس ص ۵۴۳) یہ بے تکی جواب، سبحان اللہ کیا فریق مخالف یہ بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کے متعلق سوال کیا، اور مجیب کے جواب کے بعد نعوذ باللہ تعالیٰ واضح ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پہچان لیا۔ اگر فریق مخالف میں ہمت ہے تو ایک ہی صحیح حدیث اس مضمون کی پیش کرے اور وہ باید دانی نکتے الثانوی من مکی بخید نماتلک بجمیث لیت سنی سے پیغمبروں کا علم غیب ثابت کرنے والو ذرا ہمت تو کرو، پھر لب کشائی کرو۔

صیاد کی نگاہ اسی دن سے تجھ پہ تھی جس دن کہ آشیاں میں تجھے بال و پر ملے

## تیرھویں حدیث

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ (الحدیث ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷، مستدرک ج ۳ ص ۷۵، وابن ماجہ ص ۱۰ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۰ و صححہ)

میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تمہارے اندر زندہ رہوں گا اس لیے میں تمہیں اپنے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنے کی تلقین اور تاکید کرتا ہوں۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا علم بھی نہ تھا کہ کب تک دنیا میں زندہ رہوں گا اور جب آپ کو اپنی زندگی اور وفات کا علم نہیں تو اور کسی کی موت و حیات کا علم کیونکر ہوگا؟ اگر آپ جمیع ما کان وما یکون کا علم رکھتے تو ضرور آپ کو اس کا علم ہوتا۔ اس روایت سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک معتبر اور معتمد ہونے کے ساتھ ان کی خلافت کے حق ہونے کا ثبوت بھی واضح ہو گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان اکابر کی فضیلتوں کا کون انکار کر سکتا ہے؟ مگر۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔۔۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دفعہ پیشاب کیا اور پھر تیمم کر لیا (یا آپ کا معمول ہی اکثر یہی رہا ہو ... الحدیث) میں نے عرض کیا حضرت پانی تو آپ کے بالکل قریب ہے آپ نے تیمم فرما لیا ہے؟ تو آپ نے جواب میں یوں ارشاد فرمایا:

ما یدرینی لعلی لا ابلغہ۔ (رواہ فی شرح السنۃ و ابن الجوزی فی کتاب الوفاء مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۴۹)

مجھے کیا معلوم ہے شاید کہ میں پانی تک نہ پہنچ سکوں۔ (اور اس سے قبل ہی وفات ہو جائے)

یعنی میں نے تیمم اس لیے کر لیا ہے کہ جتنا وقت بھی گزرے وہ طہارت ہی میں گزرے اور میرے پاس کیا سند ہے کہ میں نہ مروں گا اور پانی تک پہنچ جاؤں گا؟

## چودھویں حدیث [۱۴]

جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ (پ ۲۶ الحجرات ع ۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت اونچی کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور نہ اس کے سامنے اونچی آواز سے بولو جیسے تم ایک دوسرے کے ساتھ جہر سے بولتے ہو کہیں ضائع ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

تو حضرت ثابتؓ بن قیس (المتوفی ۱۲ھ) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں آنا ہی ترک کر دیا چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتقد ثابت بن قیس فقال رجل یا رسول اللہ انا اعلم لک علمہ فاتاہ فوجدہ فی بیتہ منکسا راسہ فقال لہ ما شانک؟ فقال شر کان یرفع صوتہ فوق صوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد حبط عملہ فھو من اھل النار فاتی الرجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ انہ قال کذا

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابتؓ بن قیس کو گم پایا اور تلاش کیا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ حضرت میں آپ کے لیے اس کا حال دریافت کر کے آتا ہوں۔ وہ صحابی گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ثابتؓ بن قیس اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا آپ کو کیا تکلیف ہے؟ وہ بولے کہ سب سے خراب ہے میرا حال میری آواز حضور کی آواز پر بلند ہوتی

اگر اہل بدعت کا عقیدہ واقعی بیانات پر مبنی ہے تو جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے زعم باطل میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ان کو اپنی آواز ہمیشہ پست رکھنی لازم ہے۔ ورنہ اگر ایمان ہے بھی تو وہ اس حرکت میں کافور ہو جاتا ہے اور نہ سارا اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ کاش کہ اہل بدعت حضرات کو یہ شعور بھی حاصل ہو۔ حضرت ثابتؓ بن قیس کو جناب امام الانبیاء خاتم النبیین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے جنتی ہونے کی بشارت عظمیٰ بھی مل چکی تھی۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ:

ولا ارفع صوتی ابدًا علی صوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (زواجر کبیرہ [illegible]) میں کبھی بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہیں کروں گا۔

اور یہی ایک سچے مسلمان اور سچے عاشق اور جنتی کی علامت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی اور حاضری میں کبھی اپنی آواز بلند نہ کرے نہ آپ کی حیات طیبہ میں اور نہ وفات کے بعد آپ کی قبر مبارک کے پاس جہاں آپ کا جسد اطہر موجود اور حاضر ہے اور آپ کی روح مبارک کا باوجود عالم اعلیٰ اور علیین میں ہونے کے آپ کے جسم مبارک سے ایسا اعلیٰ اور اکمل تعلق ہے جس سے بڑھ کر عالم برزخ میں تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک کے پاس جو شخص درود شریف پڑھتا ہے آپ بنفس نفیس اس کو خود سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ مزید تحقیق کے لیے راقم کی مستقل کتاب تسکین الصدور اور اجمالاً تبرید النواظر طبع جدید کا مطالعہ کیجیے۔

نوٹ: ذکر بالجہر اور رفع الصوت فی المساجد کی بحث کا ہماری اس کتاب سے تعلق نہیں ہے ہم نے اس پر بفضلہ تعالیٰ بالاستیعاب علیحدہ بحث اپنی کتاب حکم الذکر بالجہر میں اور مختصرًا المنہاج الواضح میں کر دی ہے۔ وہ ملاحظہ کر لی جائے۔ یہاں تو صرف نفی علم غیب کی بحث ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے با دلائل ثابت ہو گئی ہے۔

**پندرھویں حدیث**

حضرت سہلؓ بن سعد الساعدیؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کے دروازہ کے ایک سوراخ سے اندر جھانکا اور آپ اپنے سر مبارک کو کنگھی یا اس کی مانند کسی مدریٰ چیز سے کھجا رہے تھے

فلما رأٰہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو اعلم انک تنظرنی لطعنت بہ — جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر مجھے یہ پتا ہوتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں ضرور

فقالوا نبايعك على الاسلام فبايعهم وهم كذبة وليس الاسلام يريدون (تفسير ابن کثیر ج ۲ ص ۵۰ بحواله ابن جریرؒ وغیرہم)

میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتے ہیں سو آپ نے بیعت لے لی لیکن وہ جھوٹے تھے اسلام کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

ان تمام روایات کے پیش نظر یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو مخلص مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ یہ ہمدردی کی کہ بیت المال کے اونٹ اور چرواہے خاص مہربانی سے ان کی صحت کے لیے باہر جنگل اور چراگاہ میں بھیج دیے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے یہ علم ہوتا کہ یہ ایسی کارروائی کریں گے تو آپ ایسا ہرگز نہ کرتے اور بیت المال کے اونٹوں اور اپنے خادموں کی جان کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام فرماتے، پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انہی روایات میں اس کی تصریح ہے کہ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں بیس کے قریب نوجوان بھیجے۔ جو عالم الغیب ہو اور جس کو جمیع ماکان وما یکون کا علم ہو اس کے لیے فجاء الخبر اور فبلغ ذالك رسول الله صلى الله عليه وسلم کے الفاظ کا کیا مطلب؟ اور مسلم شریف کی حدیث میں اس کا ذکر بھی موجود ہے کہ آپ نے ان نوجوانوں کے ساتھ ایک کھوجی بھی روانہ کیا تھا تاکہ وہ پتہ بتا دے اور کھوجی کے فن کی مدد سے ڈاکوؤں کا سراغ لگائے۔ جمیع ماکان وما یکون کے عالم کو کھوجی بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کو علم ہوتا تو فرما دیتے کہ وہ ڈاکو فلاں مقام پر ملیں گے ان کو گرفتار کر لاؤ جیسا کہ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے ایک خط کے سلسلہ میں علی الیقین آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ایک عورت روضۂ خاخ کے مقام پر تمہیں ملے گی اس سے ایک خط لے آنا کیونکہ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا تھا (فاطلع الله تعالى على ذالك رسوله صلى الله عليه وسلم۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۴۹) یہ بھی یاد رہے کہ عکل اور عرینہ کا واقعہ حسب تحقیق علامہ ابن سعدؒ (المتوفی ۲۳۰ھ) اور ابن حبانؒ (المتوفی ۳۵۴ھ) وغیرہ شوال ۶ھ کا ہے

## ۱۷ سترھویں حدیث

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش (المتوفاۃ ۲۰ھ) کا حضرت زیدؓ بن حارثہ (المتوفی ۸ھ) کے طلاق دینے کے بعد ۵ھ میں جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح کر دیا تو آپ نے دعوت ولیمہ پر چند حضرات صحابہ کرامؓ کو مدعو کیا۔ کچھ لوگ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہیں اُسی

حجرہ میں بیٹھے باتیں کرتے رہے جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوقات اور مشاغل میں خلل واقع ہوا تو آپ بایں خیال وہاں سے اٹھ گئے کہ شاید یہ لوگ بھی اٹھ جائیں۔ مگر وہ حضرات آپ کی منشاء کا بالکل احساس نہ کر سکے اور جب آپ کچھ دیر کے بعد تشریف لائے :۔

ثم ظن انهم خرجوا فرجع ورجعت معه حتى اذا دخل على زينب فاذا هم جلوس لم يقوموا فرجع النبي صلى الله عليه وسلم (بخاری ج۲ ص۷۷۸ مسلم ج۱ ص۴۶۱)

اور یہ گمان اور خیال کیا کہ وہ لوگ جا چکے ہوں گے مگر جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت انس رض حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں آپ پھر واپس باہر تشریف لے گئے۔

اور ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ :۔

فلما رأوا رسول الله صلى الله عليه وسلم قد رجع ظنوا انهم قد ثقلوا عليه الحديث (مسلم ج۱ ص۴۶۱)

جب ان حضرات صحابہ کرام رض نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واپس ہوتے ہوئے دیکھا تو پھر ان کو احساس ہوا کہ آپ کے لیے ہماری طویل مجلس ناگوار گزری ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ :۔

ثم انهم قاموا فانطلقوا قال فجئت فأخبرت النبي صلى الله عليه وسلم انهم قد انطلقوا قال فجاء حتى دخل الحديث (مسلم ج۱ ص۴۶۱)

پھر وہ اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ میں گیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ حضرت وہ لوگ تو جا چکے ہیں تب آپ آئے اور حضرت زینبؓ کے حجرہ میں داخل ہوئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا علم ہوتا تو آپ پہلی دفعہ ہرگز یہ خیال نہ فرماتے کہ لوگ جا چکے ہوں گے اور دوسری دفعہ حضرت انسؓ آپ کو ان کے چلے جانے کی خبر اور اطلاع نہ دیتے۔ تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوشہ تک سے بعض مخصوص حضرات صحابہ کرام رض کے پورے حالات تو کیا معلوم ہو سکے اپنے حجرہ سے ان کے باہر چلے جانے کا بھی علم نہ تھا اور نہ آپ ان کے حق میں حاضر و ناظر تھے اور جب آپ مقدس شہر مدینہ طیبہ ہی میں اور عام نہیں صرف اپنے حضرات صحابہ کرام رض کے لیے حاضر و ناظر اور عالم نہیں تو اور کہیں کے لئے ہوں گے؟ اور اس صحیح روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے

حجرہ میں ہر وقت حاضر و ناظر نہ تھے (اگر ہوتے تو حضرات صحابہ کرام رضی کس کو دیکھنے جاتے یا نہ
جانے کا آپ کو عذر و غم ہو) تو اور بھی گھر میں ہر وقت آپ تشریف فرما ہو سکتے ہیں؟) اور اگر آپ مختار
کل ہوتے تو کوئی چیز علم پر تصرف فرما کر ان حضرات صحابہ کرام رضی کو حجرہ سے باہر نکال دیتے۔ یہی ایک حدیث
اہل بدعت کے جملہ باطل عقیدوں کو ختم کرنے کے لیے کافی ہے بشرطیکہ کوئی شخص باطل عقیدہ کو چھوڑ کر حق
کو قبول کرنے پر آمادہ ہو اور اس کی دل میں صحیح عقیدہ کی کوئی قدر و عظمت بھی ہو۔

## اٹھارویں حدیث ۱۸

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی ہزار صحابہ رضی کے ساتھ مسئلہ حج کے لحاظ سے
میں حج کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا اور اپنی قربانی کے جانور مدینہ طیبہ ہی
سے ساتھ لیے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ پر منکشف ہوا کہ اہل جاہلیت کے اس خیال باطل کے جیسے کہ اشہر حج
میں عمرہ کرنا بڑا گناہ ہے رد ہو جائے تو بہتر ہے کہ پہلے مستقل عمرہ ادا کیا جائے اور اس کے بعد از سر نو حج کا احرام باندھ کر حج
کیا جائے لیکن چونکہ احرام حج کے ساتھ آپ قربانی کے جانور بھی ہمراہ لے گئے تھے اور اس صورت میں حج
کی ادائیگی سے پہلے احرام کو فسخ نہیں کیا جا سکتا اس لیے آپ بذات خود تو اس تجویز پر عمل کرنے سے
معذور تھے اس واسطے آپ نے ان حضرات صحابہ کرام رضی کو جو اپنی قربانیاں ساتھ نہ لائے تھے حکم دیا کہ
وہ پہلے عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر نکل آئیں اور پھر حج کے لیے یہیں سے مستقل احرام باندھیں۔ بعض حضرات
صحابہ کرام رضی نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ حج تو کم درجہ کا ہوگا کیونکہ اس صورت میں عمرہ کے اختتام اور حج کے درمیان
اپنی بیویوں سے لطف اندوزی اور دیگر لذائذ اور مرغوبات کے استعمال کا کافی موقع مل جائے گا اور احرام
کے احترام اور دوام کی صورت میں نفس اور شہوانی خواہشات پر جو پابندیاں ہیں وہ باقی نہ رہ سکیں گی یعنی اور
ذریعے اس ہو سکے گا سے آزادی حاصل ہو جائے گی نیز چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ایسا نہیں
کر رہے تھے اس واسطے بھی حضرات صحابہ کرام رضی کو کچھ تردد ہوا کیونکہ ان کی دلی آرزو یہی تھی کہ وہ بالکل اسی
طرح سے حج ادا کریں جس طرح خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادا فرما رہے ہیں اور آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر
حرکت و سکون میں موافقت اور یکرنگی کا شرف ان کو حاصل ہو۔ بہرحال ان وجوہ کی بنا پر آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس نئی تجویز پر عمل کرنے میں بعض لوگوں کو کچھ پس و پیش سا لاحق ہوا جب آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان خیالات و وساوس اور افکار و خطرات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے
بروایت حضرت جابر رضی یہ فرمایا۔

دخلت الکعبة ولو استقبلت من امری ما استدبرت ما دخلتها انی اخاف ان اکون قد شققت علی امتی - (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۵ واللفظ له والترمذی ج ۱ ص ۱۰۳ وابن ماجه ص ۲۲۳ ومسند احمد ج ۶ ص ۱۳۷ ومجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳ و کنز العمال ج ۶ ص ۳۲ ومستدرک ج ۱ ص ۴۷۹ و قال الحاکم والذهبی علی شرطهما وقال الترمذی حسن صحیح)

واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں کعبہ کے اندر داخل ہوا تھا اگر مجھے پہلے ہی سے یہ بات معلوم ہو جاتی جو اب معلوم ہوئی ہے تو میں کعبہ میں داخل نہ ہوتا مجھے خوف ہے کہ میں نے اپنے اس فعل سے امت پر بار گراں ڈال دیا ہے۔ (کہ وہ کعبہ میں داخل ہونے کو ضروری امر سمجھیں گے اور اس کے لیے بڑی مشقت اٹھائیں گے اور حج کے ایام میں لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے ان میں سے بعض ہلاک ہوں گے)

اس صحیح روایت سے بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ماکان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا ورنہ آپ ہرگز اظہار ندامت کے طور پر ایسا نہ فرماتے اور نہ بعد میں آپ کی رائے مبارک ہی بدلتی کیونکہ عالم الغیب کو نہ تو افسوس لاحق ہوا کرتا ہے اور نہ حکم اور رائے بدل کر پہلی رائے پر پچھتایا کرتا ہے

خدا کے حکم ہیں مبنی تمام حکمت پر
حصر جن میں ہے دنیا و دیں کی خیر و فلاح

## بیسویں حدیث [۲۰]

حضرت عبداللہ بن زمعہ (المتوفی سنہ ۳۵ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا اور میں چند اور مسلمانوں کی معیت میں آپ کی خدمت اقدس میں موجود تھا حضرت بلال حبشی رضی (المتوفی سنہ ۲۰ھ) نے آپ کو حسب عادت نماز کے لیے پکارا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی سے کہو کہ وہ نماز پڑھائے۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مسجد میں گئے تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمر تو موجود ہیں مگر حضرت ابو بکر حاضر نہیں ہیں میں نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیے چنانچہ وہ آگے ہوئے اور تکبیر کہی۔

فلما سمع النبی صلی اللہ علیه وسلم صوت عمر قال ابن زمعة فخرج النبی صلی اللہ علیه وسلم حتی اطلع رأسه من حجرته ثم قال لا لا لا لیصل للناس ابن ابی قحافة یقول ذلك مغضبا۔

جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی آواز سنی تو آپ نے حجرہ مبارک سے سر باہر نکال کر فرمایا نہیں نہیں نہیں۔ چاہیے کہ ابو بکر ہی لوگوں کو نماز پڑھائے آپ نے غصہ اور خفگی میں آکر یہ

(بخاری ج ۲ ص ۳۹ و مسند حمیدی) ارشاد فرمایا تھا۔

اور ابوداؤد ہی کی ایک روایت میں (جو اس روایت کی صورت متابع اور شاہد ہے) یوں آتا ہے کہ

فلما سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم صوته وكان عمر رجلا مجهرا قال فاين ابو بكر يابى الله ذلك والمسلمون يابى الله ذلك والمسلمون فبعث الى ابى بكر فجاء بعد ان صلى عمر تلك الصلاة فصلى بالناس۔

جب آپ نے عمرؓ کی آواز سنی اور حضرت عمرؓ کی آواز تو بہت ہی بلند تھی تو آپ نے فرمایا ابوبکرؓ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ منظور نہیں اور مسلمان قبول نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ منظور نہیں اور مسلمان قبول نہ کریں۔ یہ کلمہ آپ نے دو مرتبہ کہا اور اس کے لئے آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف قاصد بھیجا مگر وہ اس وقت آئے جبکہ حضرت عمرؓ یہ نماز لوگوں کو پڑھا چکے تھے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۹)

اس روایت سے جہاں حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت و منقبت ثابت ہوتی ہے اس سے یہ چیز بھی وضاحت سے ثابت ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض اوقات تک بھی ان واقعات کا علم حاصل نہ تھا۔ اگر آپ کو علم حاصل ہوتا تو جب حضرت عمرؓ کو ابتداء میں نماز پڑھانے کو کہا گیا تھا تو آپ اللہ تعالیٰ سے پہلے ہی ان کو روک دیتے حالانکہ روایت میں تصریح موجود ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے تکبیر کہی اور آپ نے ان کی تکبیر سنی تو پھر حجرہ مبارکہ سے آپ نے سر مبارک باہر نکال کر تین مرتبہ نہیں نہیں نہیں فرمایا اور سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا نیز اگر آپ کو صحیح طور پر ان واقعات کا علم ہوتا تو آپ یہ کیوں فرماتے فاین ابوبکرؓ؟ ابوبکرؓ کہاں ہیں؟ یہ روایت بھی ہمارے مدعا پر واضح دلیل ہے۔

## اکیسویں حدیث

حضرت ابوسعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے جوتے پہن کر نماز میں مشغول تھے (جنگ کا موقع تھا) ابتدائے اسلام میں زیادہ وسعت تھی اور سب ہی بخوشی یہ جانتے تھے کہ اچانک آپ نے اپنے جوتے اتار کر بائیں طرف رکھ دیئے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کی اقتداء کرتے ہوئے جوتے اتار دیئے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں جوتے اتارنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے؟ حضرات صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ حضرت ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیئے۔

علامہ المطرزی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ :-

قنم ای طیب بطیبۃ - در مغرب ص ۲۱۱ قنم کے معنی بو کے ہو سکتے ہیں ۔

اور علامہ المجبانی القرشی رح لکھتے ہیں :-

قنم بالضم پلیدی و موضعا النظافۃ - در صراح ص ۴۹۸ ایسی قنم کے معنی پلیدی اور ناپاکی کے ہوتے ہیں اور استدلالی طور پر اس حدیث کا مطلب بیان کر سکتے ہیں کہ آپ کے جوتے میں علمی اور ریاضت کو جو چار چاند لگتے ہیں اور صورت استی کا حصہ ہو سکتا ہے - آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز شروع کی اور جوتی کی نجاست کا علم نہ ہو سکا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ فرماتے ہیں کہ :-

فاخبرنی ان فیھما قذرا - انہوں نے مجھے اس کی خبر اطلاع دی کہ ان میں نجاست لگی ہوئی ہے -

مگر مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ اس فرمان سے یہ کب ثابت ہوا کہ آپ کو اپنے جوتے کی نجاست کا علم نہ تھا الخ -

مولوی صاحب کو ہوش و حواس درست کر کے بتلانا چاہئے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس نجاست کا علم تھا تو پہلے ہی سے آپ نے جوتے کیوں نہ اتار دیئے ؟ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آکر آپ کو اطلاع دینے کی کیا ضرورت باقی رہی ؟ اور جب آپ کو یہ معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے جوتوں پاک میں لگی نجاست کو بھی پسند نہیں فرماتا تو آپ پہلے ہی سے مرضی الٰہی کے مطابق ہو کر اتار دیتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد کا انتظار کیوں کیا ؟ الغرض اس حدیث کے اصل معنی اور سیدھی تشریح مولوی محمد عمر صاحب کی اس جاہلانہ تاویل یا احمقانہ جواب کو رد کرنے کے لئے کافی ہیں اور ایسی جعل اور بے تاویلات کا نام ہرگز جواب نہیں ہوا کرتا ؎

واعظ کی مجھ سے قائل تو ہو گئے تم
کوئی جواب شافی پر اس سے بن نہ آیا

## بائیسویں حدیث ۲۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک غزوہ میں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھی ایک جگہ پہنچے پڑاؤ کیا - وہاں میرا ایک ہار جاتا رہا ، اصل الفاظ یہ ہیں کہ :-

انقطع عقدلی فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ میرا ایک ہار گم ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہار کا علم تھا تو آپ کو پریشانی کیوں ہوئی؟ اور ہار کی تلاش کے لیے آپ نے خود کیوں قیام فرمایا؟ اور لوگ کیوں قیام کرنے پر مجبور ہو گئے؟ اور ہار کی تلاش کے لیے آپ نے بعض حضرات صحابہ کرامؓ کو کیوں بھیجا؟ آپ پہلے ہی بتلا دیتے کہ ہار تو اونٹ کے نیچے پڑا ہوا ہے، اس کو اٹھا لو اور راستہ پہ گامزن ہو جاؤ، پریشانی اور اضطراب کی کیا حاجت ہے۔

یہ واقعہ حضرت عائشہؓ کے علاوہ حضرت عمار بن یاسرؓ (المتوفی ۳۷ھ) سے بھی مروی ہے۔ (نسائی ج ۱ ص ۲۳ و ابوداؤد ج ۱ ص ۴۶ وغیرہ) یہ واقعہ اکثر حضرات محدثین کرامؒ اور ارباب سیر کے نزدیک غزوۂ بنی المصطلق کا ہے جس کو مریسیع بھی کہتے ہیں۔ بنو مصطلق قبیلہ کا نام تھا جن کے ساتھ یہ غزوہ پیش آیا تھا اور مریسیع پانی کا نام تھا جس پر یہ جنگ پیش آئی ہے۔ دیکھئے ابن ہشام ج ۲ ص ۲۸۹ و ملحق زاد المعاد ج ۲ ص ۱۱۳ اور یہ غزوہ حسب تحقیق امام ابن ہشامؒ (المتوفی ۲۱۳ھ) شعبان ۶ھ کو ہوا تھا۔ (دیکھئے سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۸۹ و زاد المعاد ج ۲ ص ۱۱۲)۔

اور بعض حضرات کے نزدیک یہ واقعہ فتح مکہ میں پیش آیا تھا جو ۸ھ میں ہوا (دیکھئے فتح الباری ج ۱ ص ۳۱۹ وغیرہ)

الغرض کچھ بھی ہو ہمارا مدعا اس سے بالکل روشن ہے اور فریق مخالف کی طرف سے کوئی ایسی بات اس حدیث کے جواب میں سامنے نہیں آئی جس کی طرف توجہ کی جائے۔ حضرت ملا علی ن القاریؒ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نفی علم غیب پر یہ حدیث بطور دلیل پیش کی ہے (ملاحظہ ہو موضوعات کبیر ص ۱۱۹، ۱۲۰)

## تیئیسویں حدیث

حضرت ابو سعید الخدریؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

الناس یصعقون یوم القیامۃ فاکون اول من یفیق فاذا انا بموسی آخذ بقائمۃ من قوائم العرش فلا ادری افاق قبلی ام جوزی بصعقۃ الطور۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۸۴ واللفظ لہ)

قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اچانک میں جناب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا ایک پایہ تھامے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کو مجھ سے پہلے ہوش آچکا ہوگا یا ان کو طور کی بے ہوشی کے معاوضہ میں اس بے ہوشی

فاقع ساجدا فيرى ثم يفتح الله علي من محامده وحسن الثناء عليه شيئا لم يفتحه على احد قبلي. الحديث

(بخاری ج ۲ ص ۶۸۴)

میں سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی بہترین تعریفیں منکشف فرمائے گا اور بہتر ثنا کا مجھے الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے وہ طریقہ کسی کو نہیں بتایا گیا۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:

ثم يفتح الله تعالى علي ويلهمني من محامده وحسن الثناء عليه شيئا لم يفتحه لاحد قبلي. الحديث

(مسلم ج ۱ ص ۱۱۱، والمشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۸۸، ترمذی ج ۲ ص ۶۲ وقال حسن صحیح)

پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی محامد و تعریف اور ثنا کا طریقہ منکشف فرمائے گا جو مجھ سے قبل کسی ایک پر بھی منکشف نہیں کیا گیا۔

اور حضرت انس بن مالکؓ کی ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

استاذن على ربي فيؤذن لي ويلهمني محامد احمده بها لا تحضرني الآن فاحمده بتلك المحامد. الحديث

(بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۸)

میں رب ذوالجلال کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت چاہوں گا، پس مجھے اجازت مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے اپنی ایسی تعریفیں الہام فرمائے گا جو اس وقت مجھے معلوم نہیں ہیں سو میں انہی تعریفوں کے ساتھ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا۔

اور ان کی ایک روایت میں اس طرح بھی آتا ہے:

فاحمده بمحامد لا اقدر عليه الآن يلهمنيه الله تعالى. الحديث

(مسلم ج ۱ ص ۱۱۰)

تو میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں بیان کروں گا جن پر اس وقت میں قادر نہیں ہوں، وہاں ہی اللہ تعالیٰ مجھے الہام کرے گا۔

اور ان کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

فاحمد ربي بتحميد يعلمنيه. الحديث

(ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۶۹)

سو میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف بیان کروں گا جس کی اللہ تعالیٰ اس وقت مجھے تعلیم فرمائے گا۔

اور ایک روایت میں آتا ہے کہ:

فيفتح الله عليه من الثناء شيئا لم يفتحه

تو اللہ تعالیٰ آپ پر ایسی ثنا منکشف فرمائے گا جو کسی

علیٰ بشرطہ (البرہان ج ۱ صفحہ) نے کسی اور تعریف کی بھی نفی نہیں کی۔

ان صحیح اور صریح روایات سے یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ خاص تعریفیں اور محامد اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہیں ہیں۔ جب آپ مقام محمود میں عرش کے نیچے ایک جمعہ کے یعنی ایک ہفتہ کے ۔ مقدار دنیا کے مطابق سجدہ کریں گے پھر دوبارہ اور پھر سہ بارہ اسی طرح (کمانی روایۃ ابی عوانہ ج ۱ صفحہ) سجدہ کریں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تعریفیں آپ کو الہام کی جائیں گی اگر آپ کو دخول جنت و نار تک کی کل کائنات کا تفصیلی علم حاصل ہوتا جیسا کہ فریق مخالف کا غلط دعویٰ ہے تو ضرور تھا کہ یہ تعریفیں اور محامد بھی آپ کے علم میں ہوتے۔ جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ماکان ومایکون کا علم حاصل نہ تھا اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔

## مولوی محمد عمر صاحب کی تحریف

مولوی صاحب حسب عادت شریفہ اس حدیث کے جواب میں جو جوابات ارقام فرمائے ہیں وہ ان کے مختصر الفاظ میں یہ ہیں

(۱) یعنی اس وقت میرے خیال میں نہیں آئی کی نفی ہے نہ کہ باقی اوقات کی بھی الخ

(۲) آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ خدا کی طرف سے ابھی مجھے اس الہام کا پتہ ہی نہیں ہوا الخ

(۳) خداوند کریم کی طرف سے چھپایا ضرور گیا لیکن اس کو اس کے ترک کا حکم ہوگا (مقیاس ملخصاً)

(۴) یہ آخری فقرہ واقعہ نہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی تمام واقعات آپ کو دکھا دیا ہو لیکن اس الہام کے الفاظ کو شب معراج کے لیے یا کسی خاص خلوت میں بیان فرمانے کے لیے مخفی رکھا ہوا ہو۔

(۵) ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم کی طرف سے القاء ہوتے ہوئے وقت کسی دوسرے ضروری کام کا آ پہنچا ہو اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہو کہ باقی اس الہام کو کسی دوسرے وقت میں بیان کر لیں گے تو اس لیے آپ نے الآن کی قید لگائی الخ (مقیاس حنفیت صفحہ)

## جواب

مولوی محمد عمر صاحب کی یہ سب ہیرا پھیری ہے جو قابل التفات نہیں ہے۔ اول اس لیے کہ حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب میں سجدہ ریز ہوں گا تو اس وقت وہ محامد مجھ پر منکشف ہوں گے جو اب مجھے معلوم نہیں ہیں اور اسی دن اللہ تعالیٰ مجھے الہام فرمائے گا اور اسی وقت مجھے ان تعریفوں کی تعلیم ہوگی۔ ان

فاقول یارب منی ومن امتی فیقال هل شعرت ما عملوا بعدک واللہ ما برحوا یرجعون علی اعقابهم (بخاری ج ۲ ص ۹۷۴ والفاظ لہ ومسلم ج ۲ ص ۲۴۹)

میں کہوں گا کہ اے میرے پروردگار یہ میرے ہیں اور میری امت میں سے ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کیا آپ کو علم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے؟ بخدا یہ تو ہمیشہ اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پیچھے ہٹتے رہے۔

اور یہ روایت حضرت حذیفہؓ سے بھی مروی ہے (بخاری ج ۲ ص ۹۷۴ و مسلم ج ۲ ص ۲۴۹ و کنز العمال ج ۷ ص [illegible]) نیز یہ روایت حضرت ابو بکرہؓ و المستوردؓ (مسعود) سے (دیکھئے مسند احمد ج ۵ ص ۴۸ و کنز العمال ج ۷ ص ۱۸۸) اور حضرت مرثدؓ سے (دیکھئے کنز العمال ج ۷ ص ۲۲۸ عن الطبرانی فی الکبیر) اور حضرت ام سلمہؓ سے (دیکھئے مجمع الزوائد ج ۹ ص [illegible] و مسند احمد ج ۶ ص [illegible] و کنز العمال ج ۷ ص ۲۲۵) بھی مروی ہے اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے بھی یہ روایت مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

فلاقولن ای رب منی ومن امتی فیقول انک لا تدری ما عملوا بعدک ما زالوا یرجعون علی اعقابهم (مسلم ج ۲ ص ۲۴۹ وکنز العمال ج ۷ ص ۲۲۶)

میں ضرور یہ کہوں گا کہ اے میرے رب یہ تو مجھ سے ہیں اور میرے امتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا عمل کیے ہیں؟ یہ تو ہمیشہ ایڑیوں کے بل پھرتے رہے اور مرتد ہو گئے۔

غرض یہ سب الفاظ صاف اور واضح طور پر بتلاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی آخری گمراہیوں اور بداعمالیوں کا علم نہیں تھا۔ اگر آپ کو وفات کے بعد بھی کسی وقت جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا تو ضرور تھا کہ ان مرتدین و مطرودین کا ارتداد اور ان کی ریشہ دوانیاں تبدیلیاں اور گمراہیاں آپ کے علم مبارک میں ہوتیں اور میدان محشر میں آپ سے باری تعالیٰ ہرگز یہ ارشاد نہ فرماتا کہ انک لا تدری ما احدثوا بعدک اور انک لا علم لک بما احدثوا بعدک اور هل شعرت ما عملوا بعدک وغیرہ (کہ آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا حرکتیں کی ہیں اور آپ کو ان کا علم نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد کی ہیں اور کیا آپ کو معلوم ہے کہ جو کچھ بدعات انہوں نے آپ کے بعد اختیار کی ہیں؟ وغیرہ)

اور ان تفصیلی روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انک لا تدری اور انک لا علم لک الخ سے یہ جواب باری تعالیٰ خود دے گا اور بعض مجمل روایات کا بھی یہی

مذاہب ہے کہ یہ جواب حق تعالیٰ ہی دیں گے اور مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۹ وغیرہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ جب یہ فرمائیں گے کہ یا رب ھٰؤلاء من اصحابی تو ایک فرشتہ اس کے جواب میں یہ کہے گا وھل تدری ما احدثوا بعدک اور فرشتوں کا جواب بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ہوگا۔ مگر ان تفصیلی روایات سے یہ امر بالکل متعین ہو جاتا ہے کہ یہ جواب حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگا۔ ممکن ہے یہ جواب کبھی بلاواسطہ اور کبھی بواسطہ فرشتہ ہو۔

غرض کوثر کی یہ روایت مختلف اسانید اور متعدد طرق سے الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ تیس ۳۰ سے زیادہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، حتیٰ کہ امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں متعدد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس حدیث کوثر کی تخریج کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ:

بعض ھذا ما یقتضی کون الحدیث متواترا (بحوالہ شرح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۹) — اس حدیث کا بعض اس کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

متواتر النقل (بحوالہ النووی شرح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۹) — یہ حدیث متواتر النقل ہے۔

الحاصل یہ متواتر حدیث اس امر کے ثبوت کے لیے نص قطعی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دخول جنت و نار سے قبل کے کل واقعات معلوم نہیں، اگر ایسا ہوتا تو ان منافقین اور مرتدین کی بے ایمانی اور بدعات وغیرہ کا علم بھی آپ کو ضرور ہوتا اور اللہ تعالیٰ یہ ارشاد نہ فرماتا کہ آپ کو ان کے احداث کا علم نہیں اور آپ اس کو نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کچھ کیا؟ یہ کون لوگ ہوں گے؟ ہم اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے اور نہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے سامنے کلمہ پڑھا اور بعد کو مرتد ہو گئے یا بعد کو قیامت تک کلمہ پڑھنے والے بڑے نام لیوا ہوں جو مرتد ہو گئے ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اہل بدعت ہوں یہ الفاظ ان سب کو شامل ہیں (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۱۲۷ وغیرہ)

بہر حال ہمارا مدعا اس روایت سے بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ جس میں کسی قسم کا کوئی ابہام و خفا بھی نہیں ہے البتہ ڈھٹائی کا کسی کے پاس کوئی جواب ہوا ہی نہیں۔

## فریق مخالف کی رکیک تاویل

مدعیان علم غیب ان صاف اور صریح احادیث میں بھی تاویل بے جا کرنے سے باز نہیں آئے اور ان نصوص قطعیہ اور صریحہ کو بھی توڑ مروڑ کر انہوں نے اپنے باطل نظریہ اور عقیدہ کے موافق بنانے کی ناکام کوشش کی اور خوب اپنی دیانت اور علم کے جوہر دکھلائے ہیں مولوی احمد رضا خاں صاحب اور مفتی نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے تحریر کیا اور کہہ کر گلو خلاصی کرنے کی ناکام کاوش کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان منافقین اور مرتدین وغیرہ کے تفصیلی حالات معلوم تھے لیکن قیامت کے دن چونکہ آپ کے سامنے بہت سے کام ہوں گے۔ اور آپ کو بے انتہا مصروفیت ہوگی۔ لہٰذا اس وقت آپ کو ان کے انجام سے ذہول ہوگا اور اسی ذہول کی بنا پر آپ ان لوگوں کی شفاعت کا اقدام فرمائیں گے اور آپ کو جواب ملے گا کہ آپ کے بعد انہوں نے جو نئی نئی حرکتیں کی ہیں وہ آپ کو معلوم نہیں ہیں یعنی آپ بھولے ہوئے ہیں۔ اور اس باطل تاویل کے لیے یہ قرائن پیش کئے ہیں کہ:

(۱) احادیث میں آتا ہے کہ عالم برزخ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں لہٰذا حوض کوثر پر پیش آنے والے واقعات کا علم بھی آپ کو ہے۔

(۲) بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ دنیا ہی میں خواب کی حالت میں وہ لوگ حضور علیہ السلام کو دکھلائے گئے اور یہ حوض کوثر کا واقعہ بھی حضور کو دکھایا گیا لہٰذا اس کا اس موقع پر ذہن سے نکل جانا ضروری ہے۔

(۳) حضرت اسماء بنت ابی بکر رض کی روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ اما شعرت ما عملوا بعدک جس میں ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے لہٰذا حاصل مطلب یہ ہوا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا (ملخصاً دیکھئے الدولۃ المکیہ ص... اور خالص الاعتقاد ص۱۲۱ وغیرہ)

(۴) اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں۔ اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا کہ ان سب کو سنا کر غمگین کرنے کے لیے ہوگا ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا۔ الخ (جاء الحق ص...) بات تو یہ ہے کہ آج حضور علیہ السلام سارے قصہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں آخر تک جب ان کو جنت میں ... کیا اس دن بھول جائیں گے (ملخصاً جاء الحق ص۱۳۱) یہ بھول جانے کا مسئلہ تو جناب احمد رضا خان صاحب وغیرہ سے پوچھئے کیا خوب ہے۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے (صفدر)

(۵) اور مولوی محمد عمر صاحب نے جب دیکھا کہ اس روایت کے جواب سے عہدہ برآ ہونا گویا کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن
کا مصداق ہے اور اس کا جواب نہایت ہی مشکل ہے تو یوں سستی شہرت حاصل کرنے کے درپے ہو گئے
کہ ”یہ حدیث بخاری شریف میں بھی درج ہے اور تعجب ہے کہ مولوی لوگ اس کا ضعف ثابت کرتے ہیں“
(مقیاس ص ۲۳۲) پھر آگے لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے حجت نہیں ہو سکتی (مقیاس ص ۲۳۲)
اور ضعف کی دلیل یہ پیش کی کہ پہلی سند میں محمد بن یوسف فریابی ضعیف ہے اور دوسری
میں محمد بن کثیر قرشی کوفی اور تیسری میں ابو الولید عبد الملک بن عمرو ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں
کہ شعبہ ضعیف اور شعبہ بن الحجاج نو سو کے ناموں میں غلطی کیا کرتے تھے (ملخصاً مقیاس ص ۲۳۴
ص ۲۳۴) اور نیز وہ حضرت اسماء بنت ابی بکر کی حدیث اور شعر کے مطلب کو نہ سمجھتے ہوئے
غلطی میں مبتلا ہو کر یہ غلط اور باطل قیاس کرتے ہیں کہ انک لا تدری احادیث میں عجز و مقصود ہے
یعنی سب جانتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ انک لا تدری میں بھی استفہام مقصود ہے۔ (مقیاس ص ۲۳۵)

یہ ہیں مخالفین کے زبردست دلائل اور درحقیقت نہایت ہی خوشنما اور بے وزن مغالطے۔ اب ہم
نمبروار ان کی حقیقت عرض کرتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے :

(۱) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان منافقین اور مرتدین کے تفصیلی حالات کا علم ہرگز نہ تھا بالنصوص
قطعیہ قرآنیہ اور متواترہ و صحیح کی حدیثیں اس پر موجود ہیں جیسا کہ ان میں سے بعض کا ذکر کیا گیا ہے جن میں ایک
یہی حدیث مذکور انک لا تدری ما احدثوا بعدک بھی ہے۔ اب ایسے قطعی الثبوت دلائل کو رد کرنے کے لیے کوئی
قطعی الثبوت دلیل درکار ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اگر بالفرض کوئی
روایت ان کے خلاف صحیح ثابت ہو بھی جائے تو آخر خبر واحد ہی ہوگی۔ اور خانصاحب بریلوی کے حوالہ
سے یہ گذر چکا ہے کہ خبر واحد کا نصوص اور آیات کے مقابلہ میں پیش کرنا محض ہرزہ بافی ہے اور عرض
اعمال کی جو حدیث پیش کی جاتی ہے وہ ایک تو حضرت عبد اللہ بن مسعود کے حوالہ سے یوں آتی ہے
کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم تعرض علی
اعمالکم فما رأیت من حسن حمدت اللہ علیہ
وما رأیت من سیئ استغفرت اللہ لکم۔

میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری موت بھی
تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائیں
گے جو اچھے عمل دیکھوں گا ان پر حمد الٰہی بجا لاؤں گا اور

الغرض عرض اعمال کی وہ روایت جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے اور جس پر جمہور کے صحیح ہونے کے آثار اور زیادہ نمایاں ہیں۔ فریق مخالف کو مفید نہیں ہو سکتی کیونکہ اعمال گو پیش ہوتے ہیں مگر تب بھی امت اجابت کے اعمال پیش ہوتے ہیں امت دعوت کو جس میں کفار، مشرکین اور منافقین وغیرہ بھی شامل ہیں، ہرگز یہ روایت شامل نہیں ہے کیونکہ اس کے آخری جملے یہ ہیں کہ:

فما رأيت من خير حمدت الله عليه وما رأيت من شر استغفرت الله لكم۔

یعنی جو عمل اچھا دیکھوں گا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤں گا اور جو برا عمل دیکھوں گا اس پر تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کروں گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صرف وہ گناہ پیش کیے جاتے ہیں جن کی مغفرت ہو سکتی ہے اور جن پر آپ بارگاہ خداوندی میں معافی کی سفارش فرما سکتے ہیں اور یہ بالکل ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کفر و شرک اور ارتداد و نفاق جیسے گناہ جب کہ ان کی اللہ تعالیٰ مغفرت نہ فرمائے گا، اور نہ آپ ایسے لوگوں کے لیے سفارش ہی کریں گے اور یہ تفصیل حدیث بھی مرتدین اور بدعتیوں وغیرہم کے متعلق ہے، کیونکہ ان روایات کے آخر میں ہے کہ انهم لم يزالوا مرتدين على اعقابهم منذ فارقتهم۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ارشاد فرمائے گا انك لا تدري ما احدثوا بعدك۔ اور یہ بھی علم ہو جائے گا کہ پھر آپ یہ ارشاد فرمائیں گے:

فأقول سحقا سحقا لمن غير بعدي۔ [illegible]

الغرض عرض اعمال کی اس حدیث سے منافقین، مرتدین اور اسی قسم کے باطل پرستوں کے بارے میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلی اور تفصیلی علم ثابت کرنا اور نہ فقط یہ بلکہ اس سے نصوص قطعیہ کو رد کرنا ہے جو سمجھ لے خود کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو ایسی ناشائستہ حرکات سے بچائے۔

اور جن حضرات نے اعمال کی پیشی کے ساتھ جملہ یا ہر یا سب وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں تو وہ محض استغراق عرفی کے طور پر مبالغۃً استعمال کیے ہیں کیونکہ خود ان کا یہ ملک و مسلک ہے متعدد مقامات پر تفصیلاً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلی غیب یا جمیع ما کان وما یکون کے علم کا انکار کیا ہے

بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بعد وفات پیش کئے جاتے ہیں تو دیگر حیوانات، جمادات اور
نباتات کے مختلف حالات کا عرض اور پیش کرنا کس حدیث اور کس دلیل سے ثابت ہوگا؟ اور جب
تک فریق مخالف یہ بھی ثابت نہ کرے تو ان کا دعوےٰ ہرگز ثابت نہیں۔ یقیناً باطل اور مردود ہے اور ان مجمل
روایات کو پیش کرنے کے بعد بھی وہ پہلے باطل عقیدہ اور دعوے پر دلیل اور برہان سے تہی دست
رہتا ہے اور ان روایات سے ان کا یہ مطلب ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ بقول

جنہیں ہو جھوٹ کو سچ کر دکھانا
انہیں سچوں کو جھٹلانا پڑے گا

فائدہ: در حقیقت تفصیلی طور پر عرض اعمال کا عقیدہ ان بزرگوں نے حیات عشق و محبت سے
شیعہ شنیعہ سے مستفاد لیا ہے۔ اہل السنت والجماعت کے نزدیک درود شریف وغیرہ کے عرض
کا جو صرف عرض اجمالی سے اشتراک ہے مگر تفصیلی عرض اہل سنت کا مسلک نہیں ہے بلکہ شیعہ کا ہے۔
چنانچہ ان کی معتبر و مستند کتاب اصول کافی میں اس عنوان سے ایک مستقل باب آتا ہے۔ باب عرض
الاعمال علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والائمۃ علیہم السلام اس باب میں یہ بیان ہوا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور حضرات ائمہ کرام پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر آگے بعض روایتیں
وہاں پیش کی گئی ہیں جن پر فریق مخالف کا یہ بنیادی عقیدہ کھڑا ہے (دیکھئے کتاب اصول ج ۱ ص ۲۱۹
مع شرح فارسی طبع نولکشور) ۔

یہ مدعی اسلام تو ہیں منافق ہیں مگر بیگانہ ہیں
تقلید کی رو سے ہیں ان میں شیعہ دو رنگی ہے ایمان کے

(۲) بخاری شریف کی جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے دو نسخے ہیں۔ ایک بینا انا نائم کا
ترجمہ جس کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ مجھ پر یہ واقعہ
پیش کیا گیا۔ یہ نسخہ بھی اکثر محدثین کرام نے پڑھا ہے۔ مگر یہ نسخہ حاشیہ پر مرقوم ہے اصل
نسخہ جو متن کا ہے وہ یہ ہے :-

بینا انا قائم اذا زمرۃ (ترجمہ) کہ جب میں حوض کوثر پر کھڑا ہوں گا تو ایک جماعت آ
اور حافظ ابن حجر اور علامہ عینی وغیرہ نے اسی نسخہ کو صحیح کہہ کر ترجیح دی ہے۔ دیکھئے فتح الباری
ج ۱۱ ص ۳۹۵ و عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۲ اور مطلب یہ بیان کیا ہے :-

روی فلمراد فیقیمہ علی الحوض (ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۷۵) کیونکہ مراد آنحضور علیہ السلام کا حوض کوثر پر قیام کرنا ہے۔
لہٰذا یہی نسخہ صحیح ہے۔ تعجب ہے گروہ اہل بدعت پر کہ وہ صحیح نسخہ کو چھوڑ کر مرجوح نسخہ سے استدلال و اعتقاد کرتا ہے جو کسی طرح درست نہیں ہے۔ دیگر یہ بات کہ اس کا نسخہ بھی صحیح ہو تب بھی درست ہے کہ خواب میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیامت کا وہ نقشہ اجمالی طور پر پیش کر دیا گیا تھا اور اس اجمالی علم کی آپ نے اُمت کو اطلاع دی۔ باقی تفصیلی علم جیسا کہ (انك لا تدری ما احدثوا بعدك) میں داخل ہیں اور یہی حصہ جملہ اشتمال ہے۔

اور حضرت اسماءؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

انی علی الحوض حتی انظر من یرد علیّ منکم وسیؤخذ ناس دونی فاقول یا رب منی ومن امتی فیقال هل شعرت ما عملوا بعدك والله ما برحوا یرجعون علی اعقابهم۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۷۴)

میں حوض کوثر پر ہوں گا یہاں تک کہ میں دیکھوں گا ان لوگوں کو جو تم میں سے مجھ پر پیش کئے جائیں گے اور کچھ لوگوں کو میرے سامنے ہی پکڑ لیا جائے گا تو میں کہوں گا کہ اے میرے پروردگار یہ تو میرے ہیں اور میرے امتی ہیں تو کہا جائے گا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا اعمال کئے ہیں، بخدا تمہاری قسم یہ تو ہمیشہ ایڑیوں کے بل دین سے الٹے پھرتے رہے۔

اس حدیث اور اس قسم کی تمام صحیح روایات میں حوض کوثر کی تصریح موجود ہے اور یہ بھی صراحت موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن پیش آئے گا۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان تمام صحیح روایات سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لی جائیں نیز اس صحیح روایت (اور اسی طرح اس مضمون کی دیگر صحیح روایات سے) معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن ان لوگوں کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمائیں گے اور کامل التفات اور پوری توجہ کے بعد بھی آپ کو ان کے ارتداد و ابتداع اور رجعت قہقری کا کوئی علم نہیں ہوگا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (واللہ ما برحوا الحدیث کے الفاظ سے) آپ کو ان کے ارتداد وغیرہ کا علم اور اس کی اطلاع دی جائیگی۔ جو لوگ ذہول وغیرہ کا نام بہانہ تلاش کر کے اس صحیح حدیث (بلکہ متواتر النقل و المعنی) کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو اچھی طرح خوف خدا کر ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ خود یہ حدیث اور پھر اس کی شرح میں حضرات سلف صالحین نے کیا

ہیں موجود ہیں مگر ہم اپنے دعوے کی تنویر کے لیے صرف ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ بن علی نے زکوٰۃ اور صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو چخ چخ کا امر تنبیہ کی تاکہ وہ کھجور منہ سے نکال دیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ سے فرمایا کہ:۔

ثم قال اما شعرت انا لا ناكل الصدقة — کیا تو نہیں جانتا کہ ہم (بنو ہاشم) صدقہ نہیں کھایا کرتے

(بخاری ج ۱ ص ۲۰۲) — (اور نہ یہ ہمارے لیے حلال ہے)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت حسنؓ کو (جو بچے ہی تھے) یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ ہم اہل بیت زکوٰۃ و صدقہ نہیں کھا سکتے۔ اگر ان کو علم ہوتا تو ہرگز زکوٰۃ اور صدقہ کی کھجور وہ اپنے منہ میں نہ ڈالتے اور نہ اس کو کھانے کی کوشش کرتے اور باوجودیکہ ان کو علم نہیں تھا پھر بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما شعرت کا جملہ استعمال فرماتے ہیں اور اس حدیث کا یہ مطلب صرف ہماری اختراع نہیں بلکہ شیخ الاسلام علامہ بدر الدین عینی الحنفیؒ اما شعرت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

هذه اللفظة تقال في الشيء الواضح التحريم ونحوه وان لم يكن المخاطب عالما به اي كيف خفي عليك مع ظهور تحريمه (عمدة القاري ج ۹ ص ۹۳)

اما شعرت کا لفظ اس چیز اور موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جس کی حرمت وغیرہ بالکل واضح ہو اگرچہ مخاطب اس کو نہ جانتا ہو یعنی تجھ پر اس کی حرمت کیسے مخفی رہ گئی حالانکہ اس کی حرمت بالکل عیاں و ظاہر ہے۔

لیجئے خود ایک بلند پایہ حنفی فقیہ اور محدث نے فیصلہ کر دیا کہ اما شعرت کا جملہ علم کو نہیں چاہتا بلکہ یہ ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے جس کا مخاطب کو پہلے سے علم نہ ہو۔

اور یہی حدیث صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۴ وغیرہ میں ان الفاظ سے آئی ہے۔

اما علمت انا لا ناكل الصدقة — کیا تو نہیں جانتا کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے

حضرت امام نوویؒ الشافعیؒ ما علمت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

هذه اللفظة تقال في الشيء الواضح التحريم ونحوه وان لم يكن المخاطب عالما به (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۴)

ما علمت کا لفظ اس چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جس کی حرمت وغیرہ بالکل واضح ہو اگرچہ مخاطب اس کو نہ جانتا ہو۔

تعجب ہے کہ فریق مخالف آیت ما شہدت کی روایت سے مخاطب کا علم ثابت کرتے اور یہاں حسب تصریح امام نووی رہ وغیرہ ام عصمت کے صریح جملہ سے بھی مخاطب کا عالم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فریق مخالف کو یہ ذوق عطا فرمائے کہ وہ عربی زبان کو اور اس کے مواقع استعمال کو سمجھ سکے۔ علم عربی سے تعلق اور اس میں مہارت نہ ہونے ہی کا یہ اثر ہے کہ فریق مخالف قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا چلا جاتا ہے۔ کہیں لفظ حتیٰ اور متی سے غلط استدلال کرتا ہے اور کہیں لفظ ما شعرت وغیرہ سے دھوکا کھاتا ہے کیا کیا جائے؟ علما کی جگہ ان امر ناد ضعیفوں اور جعلسازوں نے لی ہے جو قوم کی بدبختی اور ادبار کی علامت ہے۔

ہے کہیں اقبال کی نوبت کہیں ادبار کی
سب کو کرنی ہوں گی پوری اپنی اپنی باریاں

الحاصل حدیث انک لا تدری اور انک لا تعلم ما احدثوا وغیرہ نفی علم غیب میں نص صریح ہے اور نہ تو مخالفین کی طرف سے آج تک کوئی صحیح جواب اس کا بن سکا ہے اور نہ تا قیامت اس کی توقع ان سے کی جا سکتی ہے۔ بے جا اور دور از کار تاویل یا خالص تحریف کا نام اگر جواب ہے تو ایسے سینکڑوں جواب وہ دے سکتے ہیں اور اس میدان کے وہ شاہسوار اور بلا مبالغہ وہ فنکار ہیں۔ ہم ان کی اس صنعت اور خوبی کے ہرگز منکر نہیں ہیں ؎

پاس انہیں گر اپنا فدا ہو جان اپنی بھی ان پہ فدا ہو
کرتے ہیں خود نا منصفیاں اور کہتے ہیں نا انصافیاں

(۴) ان تمام احادیث اور پیش کردہ تفصیل کو مد نظر رکھنے کے بعد ملاحظہ کیجیے کہ مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ جواب کتنا فرسودہ اور بیہودہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان کو شرمگین کرنے کے لیے ہوگا۔ الخ مفتی صاحب ہی از رہ انصاف و دیانت یہ فرمائیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رؤف و رحیم اور رحمۃ للعالمین ہو کر قیامت کے دن طعن کیوں کریں گے؟ اور کیا ایسے مقام پر ایک مخلص اور پابند شریعت کے لیے طعن درست ہے؟ پھر اس طعن کے ثبوت پر کوئی بھی نص یا واضح قرینہ موجود ہے؟ یا کوئی معقول عقلی دلیل ہی موجود ہے؟ اور پھر اس طعن کا جواب انک لا تدری

۴۱۲

بن کثیر قرشی الکوفی سے روایت نہیں کی جو متکلم فیہ ہے بلکہ انہوں نے محمد بن کثیر العبدی ابو عبد اللہ بصری
سے روایت کی ہے جو ثقہ تھے۔ مگر مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی غرض فاسد کے تحت، جہالت یا خیانت سے
محمد بن کثیر قرشی الکوفی پر جیسے جرح نقل کرنی شروع کر دی اور اس طرح انہوں نے بخاری شریف کی
حدیث کا ضعف ثابت کیا۔ اور دوسری خیانت یہ کی کہ ابو الولید ہشام بن عبد الملک طیالسی البصری
الحافظ الامام اور الحجہ کا جو مرتبہ تو ثقہ کسی کو علم ہے حتیٰ کہ ہشام بن عبد الملک بن عمران الیزنی الحمصی پر امام ابو داؤد
نے جرح کی ہے وہ حدیث اور اس کی کنیت ابو الولید نہیں ہے۔ اس سے بڑا کمال اور علمی کرامت
اور کیا ہو سکتی ہے کہ نام کسی دوسرے کا لیا اور کنیت کسی کی لی اور اس پر جرح نقل کر کے بخاری شریف کی روایت
کا ضعف ثابت کر دیا گیا۔ سچ کہا گیا ہے کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ الغرض یہ ہے
مولوی محمد عمر صاحب کی اس علمی لیاقت اور دیانت پر جس کی وجہ سے وہ مخلوق خدا کو ایک غلطی پر
صد سالہ غلط کاموں اور لاکھوں تبلیغ کرتے ہیں۔ دیکھئے مقیاس صفحہ ) اور خیر سے تمیز انہیں نہیں کہ
حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ و عقبہ بن عمرو البدری، اور حضرت ابن مسعود الہذلی، میں فرق کر سکیں۔ دیکھئے مقیاس
ص ) اور شاد اللہ تعالیٰ علمی قابلیت یہ ہے کہ مشکوٰۃ کا مصنف (جو در اصل الشیخ ولی الدین محمد بن
عبد اللہ الخطیب تبریزی ہیں۔ وقد فرغ من مشکوٰۃ سنہ ۷۳۷ھ مولوی محمد عمر صاحب الخطیب بغدادی یعنی
الحافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ) کو بنا بیٹھے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:
خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف جو متعصبین بغداد سے شمار کئے گئے ہیں فرماتے ہیں: (مقیاس حنفیت
صفحہ طبع چہارم) یہ ہیں خیر سے فریق مخالف کے علمی کرشمے اور کارنامے۔ فوا اسفا! وہ اس پر ان کو
شرم بھی محسوس نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ در اتفاق حیران ولا درست دست کہ بکف چراغ دارد۔

قارئین کرام! ارادہ تو یہ تھا کہ دو سو احادیث اس مسئلہ پر عرض کی جائیں اور وہ سب حدیثیں بحوالہ جمع
کی ہوئی ہمارے سامنے موجود بھی ہیں۔ مگر اب یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ اگر وہ سب حدیثیں پیش کی جائیں تو
کتاب بہت لمبی ہو جائے گی اور پڑھنے والے اس کے پڑھنے سے اکتا جائیں گے دوسرا اس
گرانی اور مہنگائی کے زمانہ میں اس کی کتابت اور طباعت وغیرہ کے مصارف بھی اٹھانے مشکل ہو
جائیں گے اس لیے ہم سردست انہی چند احادیث پر اکتفا کرتے ہیں۔ ہاں صرف ایک حدیث
مزید عرض کی جاتی ہے۔ ہم قارئین کرام سے معذرت کے ساتھ اس کو عرض کرتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے

ہی کتاب کا حجم کافی بڑھ گیا ہے اور ابھی بہت کچھ ادھر بھی کتنا ہے۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہم نے ابھی تک نمبر صرف چھبیس قائم کئے ہیں مگر حدیثیں جو درج کی ہیں مختلف ابواب کے علاوہ صرف اس باب میں پیش کی ہیں وہ چھبیس سے کہیں زیادہ ہیں۔ کیونکہ حدیث جبرائیلؑ جو کم و بیش دس حضرات صحابہ کرامؓ سے نقل کی گئی ہے وہ اصل حدیث کے تحت ایک نہیں بلکہ دس حدیثیں ہیں۔ علاوہ اسی طرح حدیث حوض بھی ہم نے دس حضرات صحابہ کرامؓ کے حوالے سے نقل کی ہے اور یہ حدیث کے اعتبار سے ایک نہیں بلکہ دس حدیثیں ہیں۔ اسی طرح دوسری حدیثوں کا حال بھی سمجھئے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کے مختلف ابواب میں نفی علم غیب پر پیش کی ہوئی احادیث کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ مگر ہم نے ایک خاص مصلحت اور سہولت کے پیش نظر نمبر صرف چھبیس قائم کئے ہیں جاننے والے اور منصف مزاج آدمی کے لئے ایک بھی کافی ہے۔ البتہ معاند، متعصب اور مکابر کے لئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔

## ۲۶ چھبیسویں حدیث

حضرت زید بن ارقمؓ (المتوفی ۶۶ھ) سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

اللّٰھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع الحدیث (مسلم ج ۲ ص ۳۵۰ ونسائی ج ۲ ص ۲۶۳)

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو نافع نہ ہو۔

یہ روایت حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ سے بھی مروی ہے (نسائی جلد ۲ ص ۲۶۲ و مستدرک ج ۱ ص ۱۰۴ و ترمذی ج ۲ ص ۱۸۶ وقال حسن صحیح) اور حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے (نسائی ج ۲ ص ۲۶۳ و مسند طیالسی ص ۲۶۷) اور حضرت ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے (نسائی ج ۲ ص ۲۶۳ و طیالسی ص ۳۰۹ و ابن ماجہ ص ۲۸ والحاکم فی المستدرک ج ۱ ص ۱۰۴ قال الحاکم والذہبی صحیح) اور یہ روایت حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۲۰۸) اور نیز یہ روایت حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفیٰؓ سے بھی مروی ہے (کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۹ وروی حدیث عائشہ الطبرانی فی الاوسط وحدیث ابن ابی اوفیٰ الامام احمد فی مسندہ)۔

اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

سلوا اللہ علما نافعا وتعوذوا باللہ من علم لا ینفع۔ (ابن ماجہ ص ۲۸۱)

تم اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کرو اور ایسے علم سے پناہ مانگو جو نفع نہ دیتا ہو۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علوم غیر نافعہ عطا نہیں فرمائے گئے بلکہ آپ نے خود ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے حالانکہ جمیع علوم ماکان وما یکون میں ہر قسم کے علوم داخل ہیں۔ خواہ وہ نافع ہوں جیسے علوم دینیہ اور علوم مفیدہ دنیویہ یا غیر نافع ہوں جیسے علوم سفلیہ خبیثہ۔ اور آجکل اس فلمی اور موسیقی اور کرکٹ وغیرہ کے دور میں شرعاً علوم غیر نافعہ کا سمجھنا چنداں مشکل نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ایسے غیر مفید علوم سے پناہ مانگی ہے اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ضرور محفوظ رکھا ہے اور ان غیر نافع علوم سے آپ کا محفوظ رہنا ہی آپ کے لیے اپنا کمال سمجھا ہے مگر فریق مخالف ان غیر نافعہ علوم کو بھی جناب نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے بلکہ اس پر مُصر ہے اور اس میں اس کو کمال نظر آتا ہے۔ سچ ہے

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

**فریق مخالف کا جواب** فریق مخالف کا کہنا ہے کہ دنیا میں کوئی علم غیر نافع ہے ہی نہیں اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ من علم ادب ینفع قضیہ صادقہ ہے اور اس جگہ جیسے دجالی حجت ضروری نہیں ہوتا۔ لہذا دنیا میں غیر نافع علم کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ نفس علم کسی شے کا برا نہیں اب مخالفین کا وہ سوال اٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بری چیزوں چوری زنا جادو شعر کا علم نہیں تھا کیونکہ ان کا جاننا عیب ہے۔ جادو منتر کو بھی ان کا علم ہے یا نہیں؟ الخ

اور اس سے قبل لکھتے ہیں کہ اسی طرح جادو سیکھنا فرض ہے دفع جادو کے لیے الخ اور اس پر تفسیر شامی کا متن و شرح الناظر کا حوالہ بھی پیش کیا ہے (جاء الحق ص [illegible])

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ ادنیٰ شئی کا علم ادنیٰ نہیں ہوتا۔ شئی ادنیٰ ہو تو ہو لیکن اس کا علم ادنیٰ نہیں ہوتا۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ ہر شئی کا علم نفع دینے والا ہوتا ہے۔ مثلاً ادنیٰ شئی کا علم اگر آپ کو نہ ہو تو اس میں بھی نقص ہے کیونکہ وہابی کو اعتراض کا موقع مل جائے گا کہ آپ کو ادنیٰ شئی کا علم حاصل نہیں (مقیاس [illegible])

**جواب** اوّلاً فریق مخالف کا یہ جواب نرا جہالت اور مغالطہ ہے جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر نافع علوم سے پناہ مانگی ہے

كذا في تعليق المحمود ج ۲ ص ۱۶۸)

یہاں داخل نہیں ہے۔

امام ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی الشافعی (المتوفی ۳۸۸ھ) کی اصل عبارت یہ ہے۔

علم النجوم المنهي عنه هو ما يدعيه اهل التنجيم من علم الكوائن والحوادث التي لم تقع وستقع في مستقبل الزمان كاخبارهم باوقات هبوب الرياح ومجيء المطر وظهور الحر والبرد وتغير الاسعار وما كان في معانيها من الامور يزعمون انهم يدركون معرفتها بسير الكواكب في مجاريها وباجتماعها واقترانها ويدعون لها تأثيرا في السفليات وانها تتصرف على احكامها وتجري على قضايا موجباتها وهذا منهم تحكم على الغيب وتعاط لعلم استأثر الله سبحانه به لا يعلم الغيب احد سواه فاما علم النجوم الذي يدرك من طريق المشاهدة والحس كالذي يعرف به الزوال ويعلم به جهة القبلة فانه غير داخل فيما نهي عنه الخ

(معالم السنن ج ۴ ص ۲۲۹ و ص ۲۳۰ طبع مصر)

جس علم نجوم سے منع کیا گیا ہے وہ وہ علم نجوم ہے جس کا نجومی دعوے کرتے ہیں کہ مستقبل زمانہ میں یہ یہ حادثات رونما ہوں گے جو ابھی تک واقع نہیں ہوئے مثلاً ان کا ہواؤں کے چلنے بارش کے نازل ہونے گرمی اور سردی کے ظاہر ہونے اور نرخ کے دیگر امور کی خبر دینا جس کے بارے میں وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ ان حوادث کو ستاروں کے اپنے راستوں پر چلنے اور ان کے اجتماع و اقتران سے جان لیتے ہیں اور وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ ان ستاروں کی سفلیات میں تاثیر ہے اور وہ دنیا میں اپنے حکموں پر تصرف کرتے اور اپنے موجبات کے فیصلوں پر چلتے ہیں اور یہ ان کی علم غیب پر سینہ زوری ہے اور ایسے علم پر دست اندازی ہے جس کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی منفرد ہے اور اس کے سوا غیب کوئی بھی نہیں جانتا اور وہ علم نجوم کا شعبہ جو مشاہدہ اور حس کے ذریعہ سے اخذ کیا جاتا ہے مثلاً زوال کا وقت اور جہت قبلہ معلوم کرنا تو وہ ممنوع میں داخل نہیں ہے۔

اور امام نووی الشافعی لکھتے ہیں کہ:

واما تعلمه (اي السحر) وتعليمه فحرام

(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۰ وایضاً ص ۲۳۰)

جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔

وان تعلمه وتعليمه كفر (مجموعہ فتح الملہم جـ ۵ ص ۲۵) جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں کفر ہیں۔

بلاشک علم نسب بشرطیکہ افراط و تفریط سے محفوظ ہو ایک مفید علم ہے اور اس کے سیکھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ شریعت نے اس کی تلقین کی ہے لیکن اہل عرب کی طرح تفاخر کر حضرت آدم علیہ السلام تک وثوق سے نسب نامہ بیان کرنا اور اسی طرح محض اٹکل، اور ظن و تخمین اور محض ظن بلکہ توہم تک پشت با پشت تک نسب محفوظ رکھنا ایک غیر ضروری اور غیر مفید علم ہے چنانچہ ایسے ہی نسب کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :

علم النسب علم لا ينفع وجهالة لا تضر (رواه ابن عبد البر عن ابی هريرة رضـ)

علم نسب ایک غیر نافع علم ہے اور اس کا نہ جاننا اور اس سے جاہل رہنا کوئی مضر نہیں ہے۔

(کنز العمال جـ ۵ ص ۲۱۲)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا نسب جب معد بن عدنان تک بیان فرماتے تو :

ثم يمسك ويقول كذب النسابون قال الله تعالى وقرونا بين ذلك كثيرا ـ (اخرجه ابن سعد عن ابن عباس رضـ)

پھر رک جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ (دور تک سے) پورا نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں ـ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے درمیان بہت سے قرن گزرے ہیں (لا یعلمھم الا اللہ)

(کنز العمال جـ ۶ ص ۲۱۰)

مطلب یہ ہے کہ جس کو قرآن پاک نے مبہم رکھا ہے اس کی صحیح اور پوری تفصیل وثوق سے کون بیان کر سکتا ہے؟ لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔

الحاصل: اس سابق بحث و تحقیق پر نظر رکھنے سے یہ بات بالکل آشکارا ہو گئی ہے کہ جادو، علم نجوم، رمل، کہانت، علم شعبدہ بازی، سیمیا، علم طبعیات، فلسفہ، موسیقی، اور حضرت آدم علیہ السلام تک تفصیل کے ساتھ نسب نامہ وغیرہ تمام غیر مفید اور غیر نافع علوم ہیں اور ان میں بعض شریعت کی رو سے ممانعت ہوئی ہے۔ اور جادو وغیرہ کا سیکھنا اور سکھانا تو جمہور اہل اسلام کے نزدیک حرام ہے۔

تعجب اور حیرت ہے حضرت مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ پر جو مرجوح اور غیر مفتیٰ بہ قول کو لے کر جادو کا سیکھنا واجب قرار دیتے ہیں اور حضرات جمہور کے قول کو نظر انداز کر گئے ہیں۔ عجیب مسئلہ اور نرالا نکتہ آپ حضرات کے ہاتھ آیا ہے! مفتی صاحب یہ تو فرمائیے کہ جن صحابہ نے جادو وغیرہ نہیں

میں پیش آنے والے واقعات کی پیشین گوئی صحیح ہوئی اور پھر مسلسل صحیح ہوئی اور علیٰ ہذا القیاس بالآخر سنت ... کی
تحریک خاص اہم اور ضروری مصنف کے پیش نظر ہم نے یہ ترتیب ملحوظ نہیں رکھی جیسا کہ اہل علم پر مخفی
نہیں ہے۔ بہرحال اصل دعویٰ بالکل عیاں ہو چکا ہے۔ اب ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ قرآن کریم
اور صحیح احادیث کے مطابق پیش کردہ دلائل اور براہین کو ٹھنڈے دل کے ساتھ پڑھا جائے اور پھر ان
پر تنقیدی نظر رکھا جائے۔ ہر ایک کی قبر کا سوال ہے یہ ضد اور عناد کا مقام نہیں ہے۔ البتہ ہو کر اپنا ہی نقصان
ہوا اور اس جماعت کی غلامی کی پھر کوئی صورت بھی نہیں وللہ در القائل ؎

اپنی تو اب تمام ہوئی کائنات ختم
دو اشک تھے سو دیدۂ تر سے گزر گئے

---

# باب ہفتم

گذشتہ ابواب میں آپ نفی علم غیب پر قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور ان کی تفسیر میں معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرام کی عبارات نیز متعدد صحیح احادیث اور ان کی تشریح میں نامور اور محقق شراح حدیث کے اقوال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب اس باب میں ہم کچھ ترتیب سے چند اہم مسائل ذکر کرتے ہیں کہ عقائد میں غلطی اور خطاء سے کوئی شخص معذور متصور نہیں ہو سکتا اور نہ مواخذہ سے بچ سکتا ہے اور یہ بھی عرض کیا جائے گا کہ حضرات فقہاء اسلام کے نزدیک کن مسائل میں تکفیر کی جاتی ہے اور معیار تکفیر کیا ہے؟ اور یہ کہ حضرات فقہاء کرام کی اصطلاح میں اہل قبلہ کون لوگ ہیں؟ اور یہ بھی واضح کیا جائے گا کہ حضرات فقہاء کرام کا گروہ نہایت محتاط اور سنجیدہ واقع ہوا ہے۔ وہ بلا وجہ کسی کلمہ گو کی ہرگز تکفیر نہیں کرتا اور محض لغزشوں اور معاصی کی وجہ سے تو کسی ایک فرد کی بھی تکفیر نہیں کرتا اور یہ بھی بیان ہوگا کہ جناب امام الانبیاء خاتم النبیین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادنیٰ ترین توہین و تحقیر بھی بالاتفاق کفر ہے اور یہ کہ حضرات فقہاء کرام کا دینی تحقیق اور حلال و حرام وغیرہ کے مسائل میں معتبر ہونا حضرات محدثین کرام کے نزدیک بھی ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ مگر حضرات فقہاء کرام کا یہی محتاط اور سنجیدہ گروہ ہر اس شخص کی تکفیر کرتا ہے جو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر تسلیم کرتا ہو اور اسی طرح جو بزرگان دین کو علم الغیب اور حاضر و ناظر سمجھتا ہے ان کے نزدیک کفر ہے اور ان عبارات پر فریق مخالف کی طرف سے پیش کردہ اعتراضات کے جوابات بھی عرض کر دیئے جائیں گے اور اکابرین علماء دیوبند کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم کا عقیدہ بھی واضح کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

عند عامة اصحاب الحديث بلا تفصيل ولا يعذر بالجهل . (شرح فقہ اکبر ص۲۳۲ طبع کانپور)

تفسیر ہوگا البتہ بعض علماء نے یہ تفصیل بھی کی ہے کہ اگر وہ شخص جہالت اور نادانی کی وجہ سے ایسا کہے تو معذور نہ ہوگا۔

اور علامہ عبدالوہاب الشعرانی رح (المتوفی ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

لان الاجتهاد فی الاصول ممنوع عند المحققین فان من اخطأ فیه (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۱۳۱)

محققین کے نزدیک اصول میں اجتہاد ممنوع ہے سو ان میں جو خطا و غلطی ہوتی ہے وہ موجب کفر ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ:

فان خالف مخالف القرآن العظیم والمشهور من الحدیث او الاجماع او القیاس الجلی لم یکن معذورًا قطعًا (تفہیمات الٰہیہ ج ۱ ص ۱۵۸)

اگر کوئی شخص قرآن کریم، حدیث مشہور، یا اجماع یا قیاس جلی کا منکر ہے تو وہ معذور نہیں ہو سکتا۔

امام سیوطی رح لکھتے ہیں کہ:

وما خالف القرآن والمتواتر من السنة وجب تأویله ان لم یقبل التأویل حکم بالبطلان (التنبیہ الاذکیاء ص [illegible])

کہ جو حدیث قرآن کریم اور متواتر حدیث کے مخالف ہو اس کی تاویل کرنی واجب ہے۔ اگر تاویل ممکن نہ ہو تو وہ حدیث خود باطل ہو جائے گی۔

ان تمام ثابت شدہ حوالوں سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ اصول دین اور عقائد میں اور اسی طرح قرآن کریم، حدیث مشہور، اجماع اور قیاس جلی کے مقابلہ میں اگرچہ خبر واحد بھی پیش کی جائے تو وہ بھی باطل اور مردود ہوگی اور اس باب میں مخالف یا مخطی ہرگز معذور نہیں ہو سکتا۔

**اہل کفر کی تکفیر**

حضرات فقہاء اسلام رح اور محدثین کرام رح کا یہ کہنا ہے کہ جو اپنی احتیاط کی بنا پر بعض باطل فرقوں کی عدم تکفیر کی وجہ سے بعض حضرات محدثین کرام رح کے نزدیک تساہل تصور کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک خوارج و معتزلہ اور اسی قسم کے بعض دیگر فرقوں کے بارے میں حضرات فقہاء کرام رح اور حضرات محدثین عظام رح کا مسلک اور اختلاف پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے۔ حضرات فقہاء کرام رح کے نزدیک موجب تکفیر شرائع اسلام ضروریات دین یا اصول دین اور قطعی دلائل (مثلاً کتاب اللہ، حدیث متواتر اور اجماع قطعی) کا انکار یا اس کی تردید ہے۔ چنانچہ حضرت امام محمد رح (المتوفی ۱۸۹ھ) ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ومن انکر شیئًا من شرائع الاسلام

جس کسی نے شرائع اسلام میں سے کسی ایک چیز کا

فقد ابطل قوله لا اله الا الله (سیر الکبیر ج ۴ ص ۲۸۵)

بھی انکار کیا تو اس نے لا الہ الا اللہ کے قول کو باطل کر دیا۔

حافظ ابن حزم الظاہری لکھتے ہیں کہ:-

الاتفاق علی ان ما کان من اصول الدین وضروریاتہ یکفر المخالف فیہ (مسامرہ ج ۲ ص ۳۱۲ مصری)

اس پر اتفاق ہے کہ اصول دین اور ضروریات دین میں جو شخص مخالفت کرتا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور علامہ ابو البقاء محمد بن احمد حنفی رح (المتوفی ۱۰۹۳ھ) لکھتے ہیں کہ:-

ولا نزاع فی اکفار منکر شیء من ضروریات الدین (کلیات ابی البقاء ص ۵۵۲)

جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا تو اس کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

اور علامہ شعرانی رح لکھتے ہیں کہ:-

الکفر ھو التکذیب او نہ مخالفۃ نص مقطوع بہ او مخالفۃ الاجماع (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۱۲۵)

کفر کا مطلب تکذیب ہے کیونکہ اس کے ذریعے نص قطعی یا اجماع کی مخالفت واقع ہوتی ہے (اور یہی کفر ہے)

اور علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی رح (المتوفی ۹۰۲ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

ولا نکفر احداً من اہل القبلۃ الا بانکار قطعی من الشریعۃ (فتح المغیث ص ۱۳۲)

ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے مگر ہاں جب کوئی شخص شریعت سے ثابت شدہ کسی قطعی دلیل کا انکار کرے۔

اور مشہور متکلم علامہ قاضی عضد الدین عبد الرحمن الایجی رح (المتوفی ۷۵۶ھ) لکھتے ہیں کہ:-

الکفر وھو خلاف الایمان فھو عندنا عدم تصدیق الرسول فی بعض ما علم مجیئہ بہ ضرورۃ (المواقف مع الشرح ص ۷۲۸)

کفر ایمان کے خلاف ہے اور ہمارے نزدیک کفر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جن ضروریات دین کا ثبوت ہو چکا ہے ان میں سے کسی کا انکار کرنا ہے۔

اور علامہ ابن حزم رح (المتوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں کہ:-

او جحد شیئاً صح عندہ بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالہ فھو کافر (الفصل فی الملل والنحل ص ۲۵۳)

یا وہ شخص کافر ہے جو کسی ایسی چیز کا انکار اور جحود کرے جس کا ثبوت اس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو چکا ہے کہ آپ نے یوں فرمایا ہے۔

القطعية ثبوتاً و دلالة

(احکام الاحکام ج ۲ ص ۶۰)

تو ایسی کسی دلیل کا انکار ہے جس کا ثبوت بھی قطعیت کے ساتھ ہو چکا ہو اور جس کا مدلول بھی قطعی ہو۔

قاضی عیاض رح لکھتے ہیں کہ:-

وكذلك نقطع بتكفير من كذب أو أنكر قاعدة من قواعد الشرع وما عرف يقيناً بالنقل المتواتر۔ (شفاء ج ۲ ص ۲۴۷)

ایسے ہی اس شخص کا کفر بھی قطعی طور پر ثابت ہوگا جو شریعت حقہ کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کی تکذیب یا انکار کرے اور اسی طرح نقل متواتر سے منقول امر کا انکار کرے۔

اور علامہ سعد الدین تفتازانی رح لکھتے ہیں کہ:-

مخالف الحق من أهل القبلة ليس بكافر ما لم يخالف ما هو من ضروريات الدين۔

(مقاصد مع الشرح ج ۲ ص ۲۶۸)

اہل قبلہ میں سے حق کا مخالف کافر نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا مخالف نہ ہو۔

اس کی شرح میں علامہ تفتازانی رح لکھتے ہیں:-

فلا نزاع في كفر أهل القبلة المواظب طول العمر على الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفي حشر الأجساد ونفي العلم بالجزئيات ونحو ذلك وكذا بصدور شيء من موجبات الكفر۔

(شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۶۹)

اہل قبلہ میں سے اس شخص کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے جس کی ساری زندگی عبادت میں گذر چکی ہو جبکہ وہ قدم عالم، حشر اجساد کی نفی اور اللہ تعالیٰ سے جزئیات کے علم کی نفی کرتا ہو اور اسی طرح جس کسی سے موجبات کفر میں سے کوئی چیز صادر ہوگی تو اس کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح (المتوفی ۱۰۳۴ھ) لکھتے ہیں کہ:-

اما جماعتے از اہل قبلہ اند در تکفیر آنہا جرأت نباید نمود تا انکار ضروریات دینیہ ننمایند و متواترات احکام شرعیہ رد نکنند و قبول ما علم مجیئہ من الدین بالضرورۃ نکنند

(مکتوبات امام ربانی ج ۳ ص ۱۱۳ مکتوب ۵۹)

علامہ الخفاجی رح اور حضرت ملا علی قاری رح لکھتے ہیں کہ (واللفظ للاول)

وقع الاجماع من علماء الدین علی تکفیر
کل من دافع نص الکتاب ای منع و نازع
فیما جاء صریحا فی القرآن کبعض الباطنیۃ
الذین یدعون ان لہ معنی آخر غیر ظاہرہا
او یخص حدیثا مجمعا منقولۃ مجمعا علی نقلہ
عن ثقات الرواۃ مقطوعا بہ فی دلالتہ عن
صریحہ مجمعا من العلماء والفقہاء علی
حملہ علی ظاہرہ من غیر تاویل و تخصیص
ولا نسخ فانہ تکذیب منہ لما ثبت قطعا
(ملتقطا شفاء شرح ملا علی القاری)

علماء دین کا اس پر اجماع اور اتفاق واقع ہو چکا ہے۔
کہ وہ شخص کافر ہے جو نص کتاب کو جو کہ صراحتًا
قرآن میں آئی ہے رد کرے جیسے بعض باطنیہ جو ان کے
غیر ظاہری معانی کا ادعا کرتے ہیں یا کسی عام اور صریح
حدیث کو رد کرے جو ثقہ راویوں سے قطعی دلائل سے
ثابت ہو چکی ہے اور اس کا مدلول بھی قطعی ہو اور علماء
اور فقہاء کا اس کو ظاہر پر محمول کرنے پر اجماع بھی واقع
ہو چکا ہو کہ نہ تو اس میں تاویل و تخصیص کی گنجائش ہو اور نہ
نسخ کیونکہ ایسا کرنے والا نص قطعی سے تکذیب کرتا ہے اور
فساد کا دروازہ کھولتا ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ

" و اگر از فرقہ ثانی است مبتدع است اگر بر خلاف قرآن اول عمل بکند پس صحبت
او را خطر باید شمرد اگر مخالف ادلہ قطعیہ است یعنی نصوص متواترہ یا اجماع قطعی است
او را کافر باید شمرد و اگر مخالف ادلہ ظنیہ قریبۃ الیقین است مثل اخبار مشہورہ و اجماع
عرفی گمراہ گویان نمی جعل الکفر " (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۱۴۱)

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ حضرات فقہاء کرام رح کے نزدیک
ہر چیز کا انکار یا ہر مخالفت موجب کفر نہیں ہوتی بلکہ صرف ان اشیاء کا انکار کفر ہے جن کا ثبوت
ادلہ قطعیہ سے ثابت ہے اور جو ضروریات دین اور اصول دین میں سے ہوں صرف ان کا انکار کرنا
یا ان کی تاویل کرنا کفر ہے۔ اور ان عبارات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات فقہاء کرام رح جب بھی کسی
شخص کی کسی مسئلہ میں تکفیر کرتے ہیں تو مسئلہ کے ثبوت کے دلائل پر اچھی طرح سے
غور و فکر کر کے اور قطعی اور ظنی اور ضروریات دین اور غیر ضروریات کا فرق ملحوظ
رکھ کر تکفیر کرتے ہیں۔

غرضیکہ اس قاعدہ پر حضرات فقہاء کرام اور موافق و مخالف سبھی متفق ہیں کہ ضروریات دین اور قطعیات میں اور اسی طرح صریح الفاظ میں تاویل ہرگز قابل سماعت نہیں ہے اور ایسی تاویل کسی کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔ قائل بہر حال کافر ہوگا۔ لاشک فیہ ولاریب۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور اجماع امت کے خلاف کسی چیز کی تفسیر کرنا زندقہ اور الحاد ہے اور اسی تحریف اور الحاد پر اہل بدعت کی عمارت قائم ہے چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ :۔

مثل طوائف من اهل البدع اعتقدوا مذاهب باطلة وعمدوا الى القرآن فتأولوه على رأيهم وليس لهم سلف من الصحابة والتابعين لا فى رأيهم ولا فى تفسيرهم۔

جیسے اہل بدعت کے گروہ ہیں جنہوں نے غلط عقائد اختیار کر رکھے ہیں اور پھر ان کی تصدیق کے لیے قرآن کریم سے دلائل ڈھونڈنے لگے ہوئے ہیں اپنی باطل رائے کے اثبات کے لیے تاویلات کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ حضرات صحابہ کرام اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نہ ان اہل بدعت کی رائے سے متفق ہیں اور نہ ان کی تفسیر سے۔

اور پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

وفى الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الى ما يخالف ذلك كان مخطئا فى ذلك بل مبتدعا لانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحق الذى بعث الله به رسوله۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ حضرات صحابہ کرام اور تابعین کے مذہب اور ان کی تفسیر سے ہٹ کر مخالفت پر کمربستہ ہوگئے تو وہ یقیناً خطاکار ہیں بلکہ بدعتی ہیں کیونکہ حضرات صحابہ کرام اور تابعین قرآن کریم کی تفسیر اور معانی کو سب سے بہتر جانتے تھے جیسا کہ وہ اس حق کو بھی خوب جانتے تھے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے تھے۔

(تفسیر الاتقان ج ۲ ص ۱۷۸ طبع مصر)

اور نیز لکھتے ہیں کہ :۔

والمبتدع ليس له قصد الا تحريف الآيات وتسويتها على مذهبه الفاسد بحيث انه متى لاح له شارة من بعيد اقتنصها او وجد موضعا له فيه ادنى مجال سارع اليه۔

بدعتی کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ آیات کو بدل کر اپنے باطل مذہب پر چسپاں کر لیتا ہے اگر کہیں دور سے کوئی ادنیٰ اشارہ بھی اس کو شکار کرنا پڑے تو اس سے بھی وہ باز نہیں آتا اور اگر کہیں وہ ادنیٰ گنجائش بھی کسی جگہ کی محسوس کرتا ہے تو بہت

## اہل قبلہ کون ہیں؟

سابق عبارات میں اہل قبلہ کا ذکر ہوا ہے بعض اہل علم کو یہ شبہ ہوا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر درست نہیں ہے، بلاشک اہل قبلہ کی تکفیر جائز اور صحیح نہیں ہے، اور حضرات آئمہ اسلام کے بعض اقوال پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر ہم نہیں کرتے مگر بحث یہ ہے کہ اہل قبلہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اگرچہ بعض سابق عبارات میں اس کی تصریح گزر چکی ہے کہ اہل قبلہ جو اصول دین اور ضروریات دین کے منکر و مائل نہ ہوں تو وہ کافر نہیں ہیں اور اگر وہ ضروریات دین کے منکر یا مائل ہوں تو اگرچہ ان کی ساری زندگی ہی عبادت میں گزر چکی ہو وہ بہرحال کافر ہیں مگر مزید اطمینان اور تشریح کے لیے چند عبارات اور نقل اور عرض کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت ملا علی بن القاریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين (شرح فقہ اکبر ص۱۸۹)

جاننا چاہئے کہ اہل قبلہ سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق اور ان کے قائل ہوں۔

اور علامہ عبدالعزیز الفرہاروی المتوفی ۱۲۳۹ھ اہل قبلہ کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

وفي اصطلاح المتكلمين من يصدق بضروريات الدين اي الامور التي علم ثبوتها في الشرع واشتهر فمن انكر شيئاً من الضروريات كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله سبحانه بالجزئيات وفرضية الصلوة والصوم لم يكن من اهل القبلة ولو كان مجاهداً في الطاعات وكذلك من باشر شيئاً من امارات التكذيب كسجود الصنم والاهانة بامر شرعي والاستهزاء عليه فليس من اهل القبلة ومعنى عدم تكفير اهل القبلة ان لا

اور حضرات متکلمینؒ کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ شخص ہے جو ضروریات دین کی تصدیق کرتا ہو یعنی جن امور کا ثبوت شریعت سے ہو چکا ہو اور مشہور ہو چکا ہو پس جس شخص نے بھی ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کیا مثلاً حدوث عالم، حشر اجساد، اللہ تعالیٰ کے علم جزئیات کا یا فرضیت صلوٰۃ و صوم کا تو وہ شخص اہل قبلہ میں سے نہیں ہوگا، اگرچہ وہ طاعات میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے اور اسی طرح جس شخص نے تکذیب کی علامات میں سے کسی کا ارتکاب کیا مثلاً بت کو سجدہ کیا یا کسی شرعی کام کی اہانت اور استہزاء کی تو وہ شخص اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا۔ اور اہل قبلہ کی عدم تکفیر کا معنی یہ ہے کہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اور نیز مخفی اور غیر مشہور

يكفر بارتكاب المعاصي ولا بانكار الامور الخفية غير المشهورة هذا ما حققه المحققون فاحفظه انتهى (نبراس ص ۵۷۲)

امور کے انکار کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کی جائے گی یہی حضرات محققین کی تحقیق ہے سو اس کو محفوظ کر لو۔

ایسے ہی منکر ضروریات دین کی تکفیر کی گئی ہے (دیکھئے شرح عقائد جلالی ص ۲۰ وغیرہ) اور یہ ضروری نہیں کہ خارج از اہل قبلہ کھلے طور پر اسلام کا مخالف ہو اور عبادات اور تقویٰ وغیرہ ترک کر چکا ہو۔ چنانچہ حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانی رحمہ حدیث خوارج کے فوائد بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وفيه ان من المسلمين من يخرج من الدين من غير ان يقصد الخروج ومن غير ان يختار دينا على دين الاسلام الى ان قال وفيه انه لا يكتفى في التعديل بظاهر الحال ولو بلغ المشهود بتعديله الغاية في العبادة والتقشف والورع حتى يختبر باطن حاله۔ (فتح الباري ج ۱۲ ص ۲۶۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے بعض دین اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کا ارادہ خروج کا نہیں ہوتا اور نہ کوئی اور دین دین اسلام کے مقابلہ میں پسند کئے ہیں۔ پھر فرمایا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تعدیل میں کسی کے ظاہری حال کو دیکھ کر اکتفا نہیں کیا جا سکتی۔ اگرچہ وہ شخص انتہائی درجہ کی عبادت اور سادہ زندگی اور ورع و تقویٰ کے مطابق وقت گذار رہا ہو تاوقتیکہ اس کے باطن کا امتحان نہ کر لیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بعض لوگ اسلام کا نام لے کر بظاہر اہل اسلام میں رہ کر اور اسلام کو پسند کرتے ہوئے اور حتیٰ کہ عبادت اور ورع و تقویٰ کی زندگی بسر کرتے ہوئے بھی اہل قبلہ سے خارج تصور ہوتے ہیں اور اگرچہ وہ اپنے آپ کو اسلام کا گرویدہ اور شیدائی سمجھتے ہیں محض اس لیے وہ دائرہ اہل قبلہ اور حلقہ اسلام سے خارج سمجھے جاتے ہیں کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر ہو گئے ہیں یا اس کی تاویل بے جا کا ارتکاب کرتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے حضرت امام طحاوی رحمہ اہل قبلہ کی یوں تعریف اور تفسیر کرتے ہیں کہ

ونسمي اهل قبلتنا مسلمين مؤمنين ما داموا بما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم معترفين وله بكل ما قال واخبر مصدقين

ہم اہل قبلہ کو مسلمان اور مومن کہتے ہیں جب تک کہ وہ اس چیز کا اعتراف کرتے رہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں اور جب تک وہ آپ کی ہر

ونقل صاحب المضمرات عن الذخيرة انه في المسألة اذا كان وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي ان يميل الى الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم ثم ان كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لا ينفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته (شرح فقہ اکبر ص ۲۲۴)

اور صاحب مضمرات نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں کئی پہلو کفر کے ہوں صرف ایک پہلو عدم کفر کا ہو تو مفتی کو منع تکفیر کے پہلو کو لینا چاہئے کیونکہ اسی میں مسلمان کے حق میں حسن ظن ہو سکتی ہے پھر فرمایا کہ اگر قائل کی نیت وہ پہلو ہے جو اسلام کا ہے تو وہ مسلمان ہے اور اگر اس کی مراد وہ پہلو ہے جو کفر کا ہے تو اس کو مفتی صاحب کا فتویٰ فائدہ نہیں دے گا ایسے شخص کو توبہ اور رجوع کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس کی بیوی کے ساتھ دوبارہ پھر نکاح کیا جائے گا۔

اور فریق مخالف کے اعلیحضرت کے یہاں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے اس اصول سے کلی اتفاق ہے البتہ انہوں نے حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ایک کلمہ میں ننانوے احتمال کفر کے اور صرف ایک احتمال اور پہلو اسلام کا ہو تو اس کے قائل کی تکفیر نہ کی جائے گی الا یہ کہ قائل کی نیت ہی کفر کے پہلو کی ہو۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"شرح فقہ اکبر میں ہے۔ قد ذکروا ان المسألة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع وتسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی۔ فتاویٰ خلاصہ وجامع الفصولین ومحیط وفتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے اذا کان فی المسألة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی والقاضی ان یمیل الی ذلک الوجه ولا یفتی بکفره تحسینا للظن بالمسلم ثم ان کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم وان لم یکن لا ینفعه حمل المفتی کلامه علی وجه لا یوجب التکفیر۔ اسی طرح فتاویٰ بزازیہ وبحر الرائق ومجمع الانہر وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے۔ تاتارخانیہ وبحر وسل الحسام وتنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة ومع الاحتمال لا نهایة۔ بحر الرائق وتنویر الابصا

وصرح فی تنویر الابصار وغیرہا بما ہے ۔ والذی تحرر انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن الا بنفاذ ۔ (رسائل ابن عابدین ص [illegible] ج ۱)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ باقرار و دلیل فریق مخالف حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ کے فرماتے ہیں کہ اگر ایک کلمہ کے سو پہلو یا احتمال ہو سکتے ہیں، ننانوے کفر کے اور صرف ایک ہی اسلام کا ہو تو وہ فرماتے ہیں کہ قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ بایں وجہ کہ شاید قائل کی مراد وہ پہلو یا احتمال ہو جو اسلام کا ہے، ہاں اگر وہ خود ہی کفر کی وجہ کو متعین کر دے تو پھر کسی مفتی اور قاضی کا فتویٰ اسے کفر سے نہیں بچا سکتا۔

## جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ ترین تنقیص و توہین بھی کفر ہے۔

یہ بات خصوصیت سے قابل توجہ ہے کہ حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ادنیٰ توہین کو بھی موجب کفر قرار دیا ہے اور اس میں کسی قسم کی نرمی اور تساہل سے مطلقاً کام نہیں لیا۔ چنانچہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم او کذبه او عابه او تنقصه فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت منه امرأته فان تاب والا قتل۔ (کتاب الخراج ص ۱۸۲ طبع مصر)

اگر کسی مسلم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی یا تکذیب کی یا آپ پر کوئی عیب لگایا یا آپ کی تنقیص کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کافر ہو جائے گا اور اس کی بیوی اس سے بائن ہو جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اسے قتل کیا جائے گا۔

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم المتنقص له کافر والوعید جار علیه بعذاب اللہ تعالیٰ وحکمه عند الامة القتل ومن شک فی کفره وعذابه کفر۔ (الشفاء ص ۱۹۰ ج ۲)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔

حضرت ملا علی بن القاری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ:

روی ان ابا یوسف رحمه اللہ ذکر انه علیه الصلوٰة والسلام کان یحب الدباء فقال رجل انا ما

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

احیانا لمکان جائز مشتد دا
(شرح فقہ اکبر ص۲۱۹)

علیہ وسلم کدو کو پسند فرمایا کرتے تھے تو ایک شخص نے کہا میں تو کدو کو پسند نہیں کرتا اس پر حضرت امام ابو یوسفؒ نے اس شخص کے ارتداد کا فیصلہ صادر فرمایا۔

یعنی اگرچہ طبعی طور پر بعض حلال چیزیں بعض لوگوں کے مزاج کے موافق نہیں ہوتیں یہ بات الگ ہے مگر جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر آپ کے ایک چیز کی خوبی بیان کی گئی ہو تو اس کے مقابلہ میں کسی کی ذاتی رائے تقابل کی صورت پیدا کر کے موجب تنقیص و توہین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتی ہے۔ جو بجائے خود کفر ہے لہٰذا قائل مرتد ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

نیز ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں کہ:

وقال محمد بن سحنون واجمع العلماء على ان شاتم النبي صلى الله عليه وسلم المتنقص له كافر ومن شك في كفره وعذابه كفر۔
(شرح الشفاء لملا علی القاری ج۲ ص۳۹۳)

امام محمد بن سحنونؒ فرماتے ہیں کہ علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنے والا اور آپ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے

اور امام قاضی خانؒ لکھتے ہیں کہ:

اذا عاب الرجل النبي صلى الله عليه وسلم في شيء كان كافرا قال بعض العلماء لو قال لشعر النبي صلى الله عليه وسلم شعير فقد كفر وعن ابي حفص الكبير رحمه الله من عاب النبي صلى الله عليه وسلم بشعرة من شعراته فقد كفر وذكر في الاصل ان شتم النبي صلى الله عليه وسلم كفر ولو قال جن النبي صلى الله عليه وسلم ذكر في نوادر الصلوٰة انه كفر
(فتاویٰ قاضی خان ج۴ ص۸۸۲ نولکشور)

جب کوئی شخص جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کسی چیز میں عیب لگائے تو وہ کافر ہو جائے گا بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال مبارک کی تصغیر کر کے شعیر کہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور امام ابو حفص الکبیرؒ فرماتے ہیں کہ جس نے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں میں سے کسی ایک بال پر بھی کوئی عیب لگایا تو وہ بھی کافر ہے اور اصل میں ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب و شتم کرنا کفر ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آپ کو جنون ہو گیا تھا تو نوادر الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ یہ شخص بھی کافر ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ:

وقال القاضي عياض ؒ جميع من سب النبي صلى الله عليه وسلم او عابه او الحق به نقصا في نفسه او نسبه او دينه او خصلة من خصاله او عرض به او شبهه بشيء على طريق السب له والازراء عليه او البغض منه والعيب له فهو ساب له والحكم فيه حكم الساب يقتل (الصارم المسلول ص۵۲۶)

قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب کرے یا عیب لگائے یا آپ کی ذات یا نسب یا دین یا آپ کی کسی خصلت میں کوئی نقص نکالے یا کسی شخص کو آپ کے متعلق سب اور تحقیر یا بغض و عیب کے طور پر کوئی تشبیہ دیتا ہو تو وہ ساب ہی متصور ہوگا اور اس کا وہی حکم ہے جو ساب کا ہے کہ زمانۂ حکومت میں شرعاً اس کو قتل کر دیا جائے۔

اور علامہ الخفاجیؒ لکھتے ہیں کہ:

ان من قال ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لونه اسود يقتل لكذبه على رسول الله صلى الله عليه وسلم وكذا المراد جريان غيره فيه تحقيره واهانته له ايضا وقال الخفاجي لان اثبات صفة له صلى الله عليه وسلم غير صفته لا يكون الا مشعرة بنقص لان صفاته لا يتصور فيها الا علو ما اثبت له غيرها كان نقصا بالنسبة لها۔
(خفاجی شرح شفاء ج۴ ص [illegible])

جس نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ مبارک سیاہ تھا تو وہ تعزیراً بطور سزا کے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تہمت لگائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس میں تحقیر اور توہین بھی پائی جاتی ہے اور خفاجیؒ لکھتے ہیں کہ آپ کے لیے کسی ایسی صفت کا اثبات جو آپ کے لیے ثابت نہیں تو ضرور تنقیص ہی ہوگا کیونکہ آپ کی صفات سے کمال اور اعلیٰ کوئی اور صفت ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا آپ کے لیے آپ کی صفات کے علاوہ کسی اور صفت کا اثبات محض آپ کی تنقیص و توہین ہوگی (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اور حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ:

روى ابن وهب عن مالك ؒ من قال ان رداء النبي صلى الله عليه وسلم وسخ

امام ابن وہبؒ نے حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ جس نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر

جری منہ وھو عالم بہ عیبہ قتل — میں کمی اور اس سے اس کی مراد عیب ہو تو ایسا شخص
(الصارم ص۵۲۹) — (تو اسلامی حکومت میں) قتل کیا جائیگا۔

ان تمام عبارات اور اقتباسات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ادنیٰ ترین توہین اور تنقیص بھی حضرات فقہاء کرامؒ کے نزدیک موجب کفر ہے اور یہ کہ اسلامی حکومت کا یہ فریضہ ہے کہ اس شخص کو قتل کر دے اور یہ بھی بصراحت گزر چکا ہے کہ جو صفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت نہیں ہے اس کا آپ کے لیے اثبات یقیناً موجب توہین و تحقیر ہے مگر مسئلہ علم غیب میں ان کی تحقیق آپ کلیۃً ملاحظہ کر لیں گے کہ حضرات فقہاء کرامؒ کا یہ معاملہ اور نتیجہ کس طرح کیا گیا ہے۔ ؏

نتا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

## حضرات فقہاء کرامؒ کا تفوق

یہ بات بالکل شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ روایت و درایت، سند و متن کے سلسلہ میں حضرات محدثین کرامؒ اور فقہاء و علماء دین کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کسی ایک سے بھی صرف نظر کرنے کے بعد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھنا محال ہے مگر علم حلال و حرام اور احکام و معانی میں جو تحقیق و رسوخ حضرات فقہاء کرامؒ کو ہوتی ہے وہ حضرات محدثین عظامؒ کو نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ مشہور محدث حضرت سلیمان ابن مہران الاعمشؒ (المتوفی ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ محدثین کرامؒ پنساری ہیں جن کے پاس طرح طرح کی قیمتی جڑی بوٹیاں (احادیث) موجود ہیں مگر ان کے خواص و مزاج سے صرف حضرات فقہاء کرامؒ ہی واقف ہیں جو طبیب و ڈاکٹر ہیں۔ (کتاب العلم ج۲ ص۱۳۱) اور حضرت امام ترمذیؒ (المتوفی ۲۷۹ھ) صاحب الجامع ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ :

وکذالک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث (ترمذی ج۱ ص۱۱۸) — اور اسی طرح حضرات فقہاء کرامؒ نے فرمایا ہے اور وہی حدیث کے معانی کو بہتر سمجھتے ہیں۔

اور ان کی اسی فوقیت اور برتری کی وجہ سے حضرات محدثین کرامؒ روایت احادیث میں بھی حضرات فقہاء کرامؒ کو نظر انداز نہیں کرتے چنانچہ حضرت امام حاکمؒ (المتوفی ۴۰۵ھ) صاحب مستدرک مشہور و معروف محدث امام وکیع بن الجراحؒ (المتوفی ۱۹۷ھ) سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

(بحر الرائق ج ۲ ص [illegible])

کہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں

حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر (المتوفی ۱۱۱۸ھ) نے پانچ سو ممتاز حضرات فقہاء کرام سے ہندوستان کے لیے کتابی شکل میں اسلامی آئین، شرعی قانون اور محمدی دستور مرتب کرایا تھا، اس میں بھی یہ تصریح موجود ہے کہ:-

تزوج رجل امرأة ولم يحضر الشهود، قال خدائے را ورسول را گواہ کردم او قال خدائے را وفرشتگان را گواہ کردم يكفر. ولو قال فرشتۂ دست راست را گواہ کردم وفرشتۂ دست چپ را گواہ کردم لا يكفر.

(فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص [illegible] طبع مصر)

ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس نے یہ کہا کہ میں خداتعالیٰ اور جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں یا اس نے یہ کہا کہ خداتعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں دست راست اور دست چپ کے فرشتہ کو گواہ بناتا ہوں تو وہ کافر نہ ہوگا (کیونکہ یہ دونوں فرشتے تو حاضر ہی ہوتے ہیں)

حافظ ابن ہمام الحنفی جو بقول مولوی احمد رضا خان صاحب محقق علی الاطلاق ہیں اور حضرت ملا علی بن القاری الحنفی لکھتے ہیں (واللفظ للثانی) کہ

ثم اعلم ان الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ما اعلمهم الله تعالى احيانا وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبي عليه الصلوٰة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ كذا في المسايرة

(مسامرہ مع المسایرہ ج ۲ ص [illegible] طبع مصر وشرح فقہ اکبر ص [illegible] طبع کانپور)

پھر جان لے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مغیبات کا علم نہیں رکھتے تھے مگر صرف اس قدر جتنا کہ علم اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا اور عطا فرمایا ہے حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ اس اعتقاد رکھنے والے کی تکفیر کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرتا اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا الا صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتا ہے اور بس۔

اور نہ ہی اس کے قائل نہیں ؟ وہ تو ہر جزئی ہی کے قائل ہیں اور ان کا یہ محقق بہ قول ہے۔

مثلاً اور کیا حافظ ابن ہمامؒ اور حضرت ملا علی القاریؒ وغیرہ بھی مطلقاً استعمال کرتے ہیں؟ وہ تو پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ لکھتے ہیں کہ:

| | |
|---|---|
| وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب (مسايرہ ج ۲ ص ۸۸ وشرح فقہ اکبر ص ۱۸۵) | حضرات فقہاء احناف رحمہم اللہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے کفر ہے۔ |

اور حضرت ملا علی القاریؒ کی یہ عبارت بھی نقل کی جا چکی ہے کہ:

| | |
|---|---|
| وقد صرح علماء الحنفية بتكفير من اعتقد ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب - (شرح شفاء) | بے شک حضرات علماء حنفیہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا تو وہ کافر ہے۔ |

دیکھا آپ نے کہ کس تصریح اور ذمہ داری سے یہ دونوں بزرگ یہ بات بیان کرتے ہیں اور خود غور کیجئے کہ کس صراحت اور وضاحت سے حضرات فقہاء احناف رحمہم اللہ سے یہ مسئلہ نقل فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ کفر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا۔ رہا مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ مخالفین بھی آنحضور علیہ السلام کو بعض علم غیب مانتے ہیں، لہٰذا وہ بھی کافر ہوئے کیونکہ ان عبارات میں کل یا بعض کا کوئی ذکر ہی نہیں (محصلہ جاء الحق ص ۱۲۰) تو یہ مفتی صاحب کی نری جہالت ہے۔ پہلے بارہا یہ بات گذر چکی ہے کہ جزئیات غیب میں کسی کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور مطلق الغیب سے علم کلی ہی مراد ہے کیونکہ یہی فرد کامل ہے اور اسی کو حضرات فقہاء کرامؒ پیش نظر رکھ کر ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔

وہ آگے جو ہم نے جو متعدد حوالجات پیش کئے ہیں ان میں کیا انہوں نے امام قاضی خانؒ کی طرح مطلقاً استعمال نہیں کیا؟ کیا یہ سب عبارتیں فریق مخالف کے نزدیک ضعیف ہیں؟ اور کیا بے سند ہونے کی بنا پر قابل رد ہیں؟ اگر یہی حال ہے تو بتلائیے کہ فقہ حنفی کی کتابوں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے؟ مگر جواب بہ ہوش و حواس سے دینا ہوگا۔ فتدبروا

**دوسرا اعتراض** | کہ بعض حضرات فقہاء کرامؒ نے اس تکفیر کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گواہوں کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ مشاہدہ کریں اور تمہاری مجلس سے کوئی

کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں اور پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والا ہر قسم کا اسلامی عقیدہ رکھنے والا اور ہر قسم کی نیکی کرنے والا کافر ہے؟ اور پھر حضرات فقہائے کرام سے یہ پوچھتے کہ آپ نے زانی شرابی چور ڈاکو اور دیگر جرائم پیشہ مجرموں کو کیوں کافر نہیں کہا؟ کیا آپ کو بھی تکفیر کے لیے صرف علم غیب اور حاضر و ناظر ہی کا مسئلہ دستیاب ہوا ہے۔ ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

**تنبیہ** یہ بات پہلے باحوالہ صراحت کے ساتھ عرض کر دی گئی ہے کہ حضرات فقہائے کرام مسئلہ تکفیر میں بڑی احتیاط کرتے ہیں اور اصول دین اور ضروریات دین کے بغیر جو قطعیات سے ثابت ہیں کسی اور مسئلہ میں اور خصوصاً عملی ذنب اور آثام میں تکفیر نہیں کرتے چنانچہ سراج الامۃ حضرت امام ابو حنیفہ النعمان (المتوفی ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

ولا نکفر اھل القبلۃ بذنب

ہم اہل قبلہ کو گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے

(بحوالہ شرح الطحاویہ ج ۲ ص ۲۱۱ و نحوہ فی فقہ اکبر ص ۷۰ مع الشرح)

اور ایسا ہی احناف حضرت امام طحاوی یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ولا نکفر احدا من اھل القبلۃ بذنب ما لم یستحلہ (عقیدۃ الطحاوی ص ۴)

ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے جب تک وہ اسے حلال نہ سمجھیں۔

اور حضرت ملا علی القاری حضرات فقہاء کرام سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

بانا لا نکفر احدا بذنب بل یقال لا نکفرھم بکل ذنب کما یفعلہ الخوارج (شرح فقہ اکبر ص ۱۴۰)

ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ہم خوارج کی طرح ہر گناہ میں تکفیر نہیں کرتے۔

اور حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ:

ونحن اذا قلنا اھل السنۃ متفقون علی انہ لا یکفر بالذنب فانما نرید بہ المعاصی کالزنا والشرب اھ (کتاب الایمان ص ۱۲۱)

ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اس پر متفق ہیں کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی تو ہماری مراد اس سے اعتقادی نہیں بلکہ معاصی اور گناہ ہیں مثلاً زنا و شراب نوشی وغیرہ۔

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر تسلیم کرتا ہوں اور گواہ بناتا ہوں۔ بالفاظ دیگر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرتا ہوں کیونکہ جو حاضر نہ ہو اس کو علم کہاں سے ہوگا؟ (انعقاد نکاح کے لیے گواہوں کا مجلس میں حاضر ہونا شرط ضروری ہے کما صرح بہ الشامی والبحر وغیرہ) کا یہ مطلب نہیں ہے اس کی ضروری بحث تبرید النواظر میں ملاحظہ کیجئے) اور تاویل کرنے والے حضرات یہ کہتے ہیں کہ شاید قائل کی ۔ یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی گئی ہو اور آپ کو اس کا علم ہوگیا ہو کیونکہ اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں تو اس صورت میں اذا جاء الاحتمال بطل بہ الاستدلال کا کلیہ کیوں منطبق ہے؟ یہی وجہ ہے کہ زمرۂ حضرات فقہاء احناف اس لایعنی اور بے کار توجیہ کو خاطر میں نہیں لاتے اور پوری ذمہ داری سے ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں۔

**پانچواں اعتراض**

کہ حضرات فقہاء کرام نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ذاتی طور پر علم غیب ثابت کرتا ہو جس پر دلیل یہ ہے کہ وہ عطائی علم غیب کے قائل ہیں (ملخصاً علم غیب رسول ص[illegible] و جاء الحق ص۱۲۲ وضیاء ص[illegible])

**جواب**

یہ تاویل یا جواب بھی محض باطل ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ اگر واقعی علم غیب ذاتی کی بناء پر حضرات فقہاء کرام ایسے شخص کی تکفیر کرتے تو ان کی نظر بصیرت بڑی قدر کی ہوتی ہے اور ہر مسئلہ میں اس کی جملہ شرائط وقیود وحدود کو ملحوظ رکھ کر اور ان کو بیان کرکے فتویٰ صادر فرماتے ہیں اور اس مقام پر انہوں نے ایسی کوئی شرط نہیں بیان کی اور نہ اس کی طرف کوئی ہلکا سا اشارہ ہی کیا ہے۔ صرف یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔ فریق مخالف کو یہ حق کہاں سے مل گیا ہے کہ وہ اپنی خانہ زاد قیود سے حضرات فقہاء کرام کی عبارات کو مقید کرے؟

علاوہ ازیں یہ بات بھی اچھی طرح قابل توجہ ہے کہ فریق مخالف تو حضرات فقہاء کرام کی ان عبارات کو بزعم خود ضعیف اور مکروہ سمجھتا ہے کہ کبھی تو قولاً قائل کو ضعیف اور مرجوح قرار دیتا ہے (دیکھئے علم غیب رسول ص[illegible] و جاء الحق ص۱۲۲ وغیرہ) اور کبھی لفظ قیل سے اس کا ضعف ثابت کرتا ہے جو شامی میں ایک جگہ آیا ہے (دیکھئے جاء الحق ص[illegible] وغیرہ) مگر ہمارا استدلال لفظ قیل سے نہیں ہے۔ ہم نے تو حضرات فقہاء احناف کی صاف اور بالکل واضح تصریحات پیش کی ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ اگر فریق مخالف کے نزدیک حضرات فقہاء کرام کی یہ عبارتیں علم ذاتی سے متعلق ہیں تو معلوم یہ ہوا کہ گویا ان قائلین کے نزدیک ذاتی علم غیب

کے قائل کو بھی کافر کہتے ہیں حسب وعدہ اور حضرت ملا علی قاریؒ کا قول ہے۔ تعجب در حیرت ہے اس منطق پر پہلے ذاتی اور عطائی کے باب میں گذر چکا ہے کہ غیر اللہ کے لیے ایک حرف ذاتی علم کا یقین کرنا بالاتفاق کفر ہے (محصلہ)

باقی حضرات فقہاء کرام میں سے جنہوں نے تکفیر نہیں کی ان کی عبارات کا مفاد بھی صرف یہی ہے کہ اگر کوئی شخص بعض علم غیب کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ کافر نہ ہوگا چنانچہ مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ نے البحر اور الملتقط وغیرہ سے جو عبارات نقل کی ہے اس میں اس کی تصریح بھی موجود ہے کہ:

ولان الرسل يعرفون بعض الغيب اه — حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بعض غیب جانتے تھے۔ (جاء الحق ص۱۳۱)

لہٰذا وہ شخص کافر نہ ہوگا۔ لیکن جو شخص علم غیب کلی کا عقیدہ رکھتا ہو تو وہ بہر حال کافر ہوگا اور اس میں حضرات فقہاء کرام کا مطلقاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ تصریحات حضرات فقہاء کرام سے تکفیر نقل کی جا چکی ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کی مغالطہ آفرینی اور خود فریبی دیکھیے کہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا وہابی انکار کرتے ہیں اور احناف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے تمام عالمین کا علم غیب حاصل ہونا مانتے ہیں۔ اب تم سوچو کہ تم حنفی ہو یا وہابی؟" بلفظہ (مقیاس ص[illegible])

حضرات فقہاء احناف کی ان صریح عبارات کے پیش نظر مولوی محمد عمر صاحب کو خود سوچنا چاہیے کہ وہ مسلمان بھی ہیں یا نہیں؟ ع کلک را تیز زبانے ریختہ شد؟

ہمارا فریق مخالف سے مطالبہ ہے کہ وہ کم از کم دو ذمہ دار اور معتبر حضرات فقہاء احناف کے حوالے پیش کریں کہ انہوں نے اس مسئلہ میں ذاتی علم غیب کی قید لگائی ہے؟ کیا ہے کوئی مرد میدان جو اس علمی آزمائش کو ختم کرے؟ ہستید و باید۔

باقی احمد رضا خان صاحب وغیرہ کو مفتی تصور کر کے ان کے حوالوں سے فریق مخالف شوق سے اپنے دل کو تسکین دیتا رہے لیکن ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں ہے۔

ویسے ہم اسی کتاب میں ذاتی اور عطائی کے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا وجود مبارک بھی ذاتی نہیں تو علم وغیرہ کی صفت ذاتی کہاں سے ہوگی؟ اور اگر علم غیب ذاتی

وجہ ظاہر ہے کہ آپ کی نبوت اور رسالت وغیرہ بھی تو ذاتی نہیں بلکہ خداوند عزوجل کا خالص عطیہ ہے لہٰذا اس
لیں اساس میں کوئی بھی وجہ فرق بیان کرنی چاہیئے کہ اس میں ذاتی و عطائی کا سوال حضرات فقہاء کرام نے
کیوں پیش نظر نہیں رکھا؟ اور کیوں یہ نہیں کہہ دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی اور
رسول سمجھنے والا کافر ہے۔ کیونکہ آپ کی نبوت ذاتی تو نہ تھی بلکہ عطائی تھی۔ وعلیٰ ہذا القیاس اگر کوئی مرتد
یہ کہتا ہو کہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مستقل اور تشریعی نبی تو کسی کو تسلیم نہیں کرتا مگر امتی نبی یا
غیر تشریعی نبی آسکتا ہے، کیا ایسا شخص فریق مخالف کے نزدیک مسلمان رہے گا؟ اگر نہیں رہے گا تو کس دلیل سے؟
اسی طرح اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ذاتی طور پر الٰہ و خالق کائنات اور معبود تسلیم کرتا ہوں
مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا کسی اور بزرگ ہستی کو عطائی طور پر الٰہ و خالق جہان اور معبود
تسلیم کرتا ہوں تو کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا؟ اگر نہیں رہے گا تو کس دلیل سے؟ اور اگر مسلمان نہ رہے گا تو کیوں؟ اس
نے تو اللہ تعالیٰ کا ذاتی خاصہ تو کسی میں تسلیم نہیں کیا؟ کفر اور شرک لازم آ گئے۔

وثالثاً اللہ تعالیٰ کی صفات کے دو پہلو اور دو شقیں ہیں، ذاتی و عطائی تفصیل جن میں سے کسی پہلو اور شق
کو بھی غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا قطعاً شرک اور یقیناً کفر ہے۔ الغرض فریق مخالف کی طرف سے حضرات
فقہاء کرام کی ان عبارات کا کوئی معقول جواب نہ تو آج تک ہو سکا ہے اور نہ تا قیامت ہو سکے گا۔ جیسا کہ آنی
خبر طبع ہے۔ دیدہ باید۔

## فریق مخالف سے مطالبہ

ہم فریق مخالف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کم از کم دو حوالے صرف حضرات فقہاء احناف کے اس
مسئلہ پر پیش کریں کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی نہیں مانتا
اور اس کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ کافر ہے۔ کیا ہے کوئی مرد میدان۔ فَھَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ؟
اختیار غیب اور انباء غیب کا مسئلہ محل نزاع نہیں ہے، ورنہ مولوی احمد رضا خان صاحب سے
وقت لازمی میں یہ بات بخوبی پیش کر دیں تو تا قیامت پوری جماعت بھی آسانی کر دیتے۔

## عامہ حضرات مشائخ کے حوالے سے حاضر و ناظر اور علم غیب کا عقیدہ

پہلے جو بحث گذری ہے وہ یہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فتوے سے جن پر تمام ذمہ دار اساطین اکابرین علماء دیوبند کے دستخط ثبت ہیں ، عرض کرتے ہیں تاکہ ایک طرف تو ان لوگوں کی آنکھیں روشن ہو جائیں جو یہ کہتے ہیں کہ دیوبندی حنفی نہیں ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) اور دوسری طرف ان لوگوں کو سوچنے کا موقع مل سکے جو اکابرین علماء دیوبند کے عقیدہ کو کما حقہٗ تاہنوز نہیں سمجھے ۔

فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سائل کے چند سوالات مذکور ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے :۔

ہشتم ۔ بعض لوگ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب ماسویٰ اللہ اس آیت سے جو سورۂ جنّ میں ہے عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الآیۃ) ثابت کرتے ہیں اور دلیل اس آیت کو گردانتے ہیں مسلمانوں کو ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں اور معتقد کافر ہو گا یا نہیں ؟ (ملخصاً فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص٣)۔

اس کے جواب میں لکھا ہے کہ :۔

۵ علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نفس نہیں جانتا وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس علم غیب کا ہے کہ کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اس کے ۔ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے ۔ مگر ہاں جو بات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے وہ اس کو معلوم ہو جاتا ہے ، اور پھر وہ مقبول کسی کو خبر دیوے تو اس کو بھی معلوم ہو جاتا ہے جیسا کہ جنت اور دوزخ اور حشر و نشر وغیرہ کا حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلا دیا اور پھر انھوں نے امت کو خبر دی ۔ چنانچہ اس آیت سورۂ جن سے معلوم ہوا ۔ سو حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دیوے تو اس کی خبر اس کو ہو جاتی ہے ، نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالیٰ کے نبی کو کشف ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر یہ معنی اس کے ہو ویں کہ تمام علم غیب رسول کو معلوم ہو جاتا ہے تو دوسری آیت صاف اس کے خلاف کہہ رہی ہے قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (ترجمہ) کہہ دے کہ میں نہیں مالک اپنی نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا مگر جو خدا تعالیٰ چاہے اور جو میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت کی بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی ۔ پس صاف روشن ہو گیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں ، اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں ۔ تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نص قرآن کے شرک ہوا ۔ خود دوسری آیت میں موجود ہے وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ (ترجمہ) میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے

ما تقدم پس صاف ظاہر ہوگیا کہ رسول علیہ السلام کو ہرگز علم غیب نہیں تھا جس قدر اطلاع حق جل وعلا نے فرمائی
بسبب آیات و احادیث ثابت ہیں۔ اور خلاف اس عقیدہ کے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب
کو جانتے ہیں صریح شرک بھی ہووے گا۔ معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدہ فاسدہ سے نجات دیوے
آمین۔ پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہے اور جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا
بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ
عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ کفر ہے۔ البتہ اگر اس کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور عقیدہ یہ کرے
کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے
کہ ملائکہ درود بندہ مومن کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں اور ایک صنف ملائکہ کی اسی خدمت
پر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی

رشید احمد
۱۳۰۱

الاجوبۃ صحیحۃ۔ ابوالخیرات سید احمد
مدرس دوم مدرسہ عالیہ دیوبند

سید احمد

الاجوبۃ صحیحۃ۔ محمد یعقوب النانوتی
عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند

محمد یعقوب

الاجوبۃ صحیحۃ۔ احمد جان پوری عفی عنہ

احمد

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ
عزیز الرحمٰن دیوبندی

وتوکل علی العزیز الرحمٰن

الاجوبۃ صحیحۃ
عبداللہ انصاری عفی عنہ

عبداللہ انصاری

الاجوبۃ صحیحۃ محمود حسن عفی عنہ
مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند

الٰہی عاقبت محمود گردان

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ
ابوالمکارم محمد اسحاق فرخ آبادی عفی عنہ

محمد اسحاق

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۰۴)

بندہ محمود عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند — الجواب صحیح

خلیل احمد عفی عنہ مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

[الہی عاقبت محمود گردان]

[محمود الحسن] ناظر حسن دیوبندی — [خلیل احمد]

الجواب صواب

عبدالمومن مدرس مدرسہ میرٹھ

[عبدالمومن]

الجواب صحیح

خاکسار سراج احمد عفی عنہ میرٹھ

[سراج احمد]

ھذا ھو الحق وماذا بعد الحق الا الضلال
احمد حسن الحسینی الامروہی عفی عنہ

[احمد حسن]

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے، اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔
کتبہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

[رشید احمد]

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص۳۱)

یہ مذکورہ فتویٰ جس پر اکابرین علماء دیوبند کے جن میں حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب اور مفتی دارالعلوم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری وغیرہ وغیرہ کے دستخط ثبت ہیں، مزید کسی تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ تعجب اور حیرت ہے ان حضرات پر جو اکابرین علماء دیوبند کا مسلک نہ سمجھتے ہوئے کچھ کا کچھ کہہ جاتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

" حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے" فقط۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص۱۰)

سوم: حضرات بزرگان دین کے اقوال اور عبارات سے بھی مطلب برآری کی بے جا کوشش کی ہے
چونکہ حضرات بزرگان دین کے اقوال کے بارے میں ہم اسی کتاب کے مختلف ابواب میں بقدر ضرورت
بحث کر چکے ہیں اور اس سے زیادہ کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ قرآن کریم اور صحیح احادیث کے مقابلے میں کسی
کا کوئی قول حجت نہیں ہو سکتا بلکہ وہ قول خود قابل تاویل ہوگا، تاویل نہ ہو سکی تو مردود ہوگا جیسا کہ امام سیوطی رح
وغیرہ کے حوالے سے نقل کیا جا چکا ہے اور بقول قلندر لاہوری ؎

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

پر عمل کیا جائے گا۔ لہٰذا اصولی طور پر ہم فریق مخالف کے استدلالات صرف دو بابوں میں عرض کریں گے
آپ ان کو بغور اور بالانصاف ملاحظہ کریں کہ حق کس جانب کے ساتھ ہے۔

---

# بابِ نہم

اس باب میں ہم فریقِ مخالف کے وہ دلائل عرض کر کے پھر ان کے جوابات عرض کرتے ہیں جو انہوں نے قرآنِ کریم سے پیش کیے ہیں۔

**دلیلِ اوّل** فریقِ مخالف کے اعلیٰحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب اور اسی طرح مولوی محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی (دیکھئے الکلمۃ العلیا ص ۔۔) اور مفتی احمد یار خان صاحب ملاحظہ ہو جاء الحق ص ۔۔ اور مولوی محمد عمر صاحب مقیاس ص ۔۔ وغیرہ میں) لکھتے ہیں کہ :-

• بیشک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمامی اوّلین و آخرین کا علم عطا فرمایا شرق تا غرب عرش تا فرش سب انہیں دکھایا۔ ملکوت السمٰوات والارض کا شاہد بنایا روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا سب ماکان و ما یکون انہیں بتایا اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا علمِ عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر و کبیر ہر رطب و یابس جو پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا (الیٰ ان قال) للہ الحمد قرآنِ عظیم خود شاہدِ عدل و حکمِ فصل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○

اور ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت و رحمت و بشارت

وقال اللہ تعالیٰ

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ

قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان

وقال اللہ تعالیٰ

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ — ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی
(بلفظہ انباء المصطفیٰ ص ۱۰)

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ :-

"شئ نکرہ تحت النفی ہیں مفید عموم ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے" الخ (ص ۱۰)

اور مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب نے بھی یہی کہا ہے کہ لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا۔ بلفظہ۔ (دیکھئے رسالہ دعوت مناظرہ قرآن ص ۸)

**جواب** فریق مخالف کا ان آیات سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کلی علم غیب کا دعویٰ سو فیصدی باطل اور قطعاً مردود ہے۔

اولاً اس لیے کہ پہلی دلیل پ ۱۴ سورۂ نحل رکوع ۱۲ کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے اور سورۂ نحل مکی ہے اور دوسری دلیل سورۂ یوسف رکوع ۱۲ (پ ۱۳) کی آخری آیت کا حصہ ہے اور سورۂ یوسف بھی مکی ہے اور تیسری دلیل پ ۷ سورۃ الانعام رکوع ۴ کی آیت کا ایک جزو ہے اور سورۃ الانعام بھی مکی ہے۔ (اور اس میں الکتاب سے بعض حضرات مفسرین کرام کے نزدیک لوح محفوظ مراد ہے، قرآن کریم مراد نہیں ہے جیسا کہ فریق مخالف کے لیے مزید دلیل کا دعویٰ ہے) اگر فریق مخالف کے نزدیک ان مکی آیات سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ کا علم ثابت ہے اور ان دلائل کی وجہ سے آپ عالم الغیب ہیں یا آپ کے لیے جمیع ما کان وما یکون کا علم ثابت ہوتا ہے تو اس کے بعد آپ پر وحی نازل نہیں ہونی چاہیے تھی کیونکہ کل غیب تو آپ کو ان آیات سے عطا ہو ہی چکا تھا حالانکہ اس کے بعد دیگر احکام تو بجائے خود رہے، قرآن کریم بھی باقاعدہ نازل ہوتا رہا۔ کیا وہ حصہ فریق مخالف کے نزدیک ما کان وما یکون اور غیب میں داخل نہیں ہے؟ علاوہ بریں اس کے بعد مدنی قرآن میں نفی علم غیب کی صاف اور صریح آیتیں بھی نازل ہوئی ہیں جیسا کہ ہم ان میں سے بعض اہل حق کے دلائل میں پیش کر چکے ہیں۔ تعجب اور حیرت ہے فریق مخالف پر کہ وہ مکی آیات سے جمیع ما کان وما یکون کا علم ثابت کرتا ہے جب کہ بے شمار امور اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد آپ کو مدنی زندگی میں بتلائے

اور بعض امور کی نفی کا ثبوت بھی اس کے بعد قطعی نصوص سے ثابت ہے۔ رضا خان صاحب بریلوی لکھتا ہے

" اور عجب کہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیانًا لکل شیء ہونے نے دیا ہے اور ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیک یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے لا تعلمہم ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفوی کا نافی نہیں، الخ۔

(انباء المصطفیٰ ص ۲)

تو یہ ایک خالص مجذوبانہ مغالطہ ہے جو سراسر مردود ہے۔ خان صاحب آنجہانی سے اپنے متبعین پر کرم فرمائی کرتے ہوئے اور ان کی اعانت اور امداد کرتے ہوئے یہ فرما دیں کہ قرآن کریم کی وہ کون سی آیات ہیں جو تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تفصیلی حالات اور جمیع ما کان وما یکون کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں اور وہ لم نقصص علیک کے بعد نازل ہوئی ہیں؟ اور نیز وہ کون سی آیات ہیں جو منافقین کے تفصیلی حالات کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں اور لا تعلمہم کے بعد نازل ہوئی ہیں؟ تبیانًا لکل شیء وغیرہ کی آیات سے تو یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے بعد ہی تو لم نقصص علیک اور لا تعلمہم کا نزول ہوا ہے اور ان کے خلاف قرآن کریم میں ایک حرف بھی موجود نہیں ہے۔ تعجب کس سادگی سے کہتے ہیں کہ ہرگز ان آیات کے منافی نہیں مگر یہ نہیں بتلاتے کہ وہ آیات کون سی ہیں اور کس سورت میں موجود ہیں جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اسی طرح منافقین مدینہ کے پورے تفصیلی حالات کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں؟ محض آیت کا نام لے لینا ہرگز کافی نہیں ہے۔ لم نقصص علیک اور لا تعلمہم کی پوری تشریح پہلے عرض کی جا چکی ہے، وہاں ہی ملاحظہ کر لی جائے۔

وثانیاً خان صاحب اور ان کی جماعت کے نزدیک تبیانًا لکل شیء کی آیت سے ہر ہر ذرہ کا اور ہر ہر رطب و یابس کا علم ثابت ہوتا ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم میں ہر ہر چیز کا علم ہے اور محض بیان ہی نہیں بلکہ روشن بیان اور صرف مجمل ہی نہیں بلکہ مفصل۔ چنانچہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ جب فرقان مجید ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجے کا مفصل [illegible]

فرمائے گا تو ہم اس الجھن کے حل میں جب منکرین حدیث نماز کی اور زکوٰۃ وغیرہ کی پوری تفصیل اور حدود کا مطالبہ اہل اسلام سے قرآن کریم کے حوالے سے چلا چلا کر پوچھتے ہیں تو بتائیے کہ ان کے یہ سوالات قرآن کریم کی کس نص سے حل ہوں گے؟ اجمالی بیان نا کافی ہوگا بیان روشن ہو اور بالکل مفصل کیا ہے فریق مخالف کے کسی بزرگ اہل دل میں یہ ہمت ہے کہ کم از کم منکرین حدیث کا یہ سوال اور اس قسم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں سوالات قرآن کریم سے حل کر کے اور حل بھی کیسا روشن اور روشن بھی کس درجہ کا مفصل؟ فرمائیے تفصیلاً لکل شیء کی آیت سے علم غیب پر استدلال کرنے والوں پر کیا بیتی؟

کہاں دیکھے ہیں یہ لب ہل کی

علاوہ بریں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر واقعی قرآن مجید میں ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیا روشن اور روشن بھی کس درجے کا مفصل تو بتائیے حضرات فقہاء اسلام کو حدیث، اجماع امت اور قیاس کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اور کیوں پیش آئی؟ بقول خان صاحب قرآن مجید میں تو ہر شے کا روشن اور مفصل بیان مذکور ہے اور قرآن کریم کے روشن اور مفصل بیان کی موجودگی میں کسی اور دلیل کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے اور خصوصیت سے اجماع امت اور قیاس و اجتہاد کی کیا حاجت باقی رہی؟ اور کیا حضرات فقہاء اسلام کی یہ کھلی غلطی اور جسارت نہ ہوگی کہ قرآن مجید کے روشن اور مفصل بیان کی موجودگی میں وہ غیر معصوم اقوال اور قیاس و اجتہاد کے ظنی قلعے کی اوٹ پناہ ڈھونڈتے پھریں میں فریق مخالف کی صاف اور سیدھی بات کہنی ہوگی یہ کہ یا سراسر موہوم ہو یا سنگ ہو۔

وثالثاً ان آیات سے استدلال اور استخراج کرنے میں فریق مخالف کی اصل غلطی لفظ کل کو ہر جگہ نص قطعی سمجھنا ہے اور اسی غلط نظریہ پر ان کے استدلال کا مدار ہے اور یہی وجہ ہے کہ خان صاحب نے دلیر الفاظ میں یوں لکھا ہے کہ اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا: (انباء المصطفیٰ)

اب ہم قرآن کریم، صحیح احادیث اور آئمہ لغت بلکہ خود خان صاحب کے حوالے سے اس باطل نظریہ کی تردید پیش کرتے ہیں غور سے ملاحظہ کریں اگرچہ لفظ کل اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے عام ہے لیکن استعمال کے لحاظ سے کل اور بعض اور علی ہذا خصوص معنوں کے لیے برابر آتا ہے اور اگر وہ عموم اور استغراق حقیقی کے لیے آتا ہے تب بھی مرتبع و محل اور داخلی و خارجی قرائن کا محتاج ہوتا ہے اور اگر کہیں استغراق عرفی و اضافی اور بعضیت کے لیے مستعمل ہوتا ہے تب بھی قرینہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا چند دلائل پیش کیے جاتے

میں بغور ملاحظہ کریں۔

① اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا کہ:۔

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (پ ۳۔ رکوع ۳) پھر ان کو رفتہ چڑیوں کی ایک ایک جزو پہاڑ پر رکھ دیں۔

یہ ظاہر امر ہے کہ علیٰ کل جبل کے ارشاد سے تمام روئے زمین کے چھوٹے اور بڑے قریب و بعید کے سب پہاڑ تو مراد نہیں تھے، اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چالیس اور نہ ان کا پہاڑ وغیرہ کی چوٹیوں پر گوشت، چڑیوں کی بوٹیاں بلکہ قریب کے بعض مختلف ٹکڑا دیکھا تھا۔ اس موقع پر علیٰ کل جبل سے یقیناً بعض پہاڑ مراد ہیں جو بالکل قریب ہوں گے۔

② اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب کفر و شرک اور دیگر معاصی و جرائم کا ارتکاب کرنے والی قوموں پر بطور تنبیہ بعض آفاقی اور انفسی تکلیفیں مسلط کیں تاکہ وہ اپنی مذموم حرکات سے باز آجائیں لیکن جب انہوں نے اثر پذیری کا ثبوت نہ دیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (پ ۷۔ الانعام ع ۵) تو ہم نے ان پر ہر قسم کے دروازے کھول دیئے۔

یہ قطعی اور حتمی امر ہے کہ ان پر بعض ظاہری نعمتوں کے دروازے کھولے گئے ہوں گے نہ یہ کہ نبوت، رسالت اور مقبولیت و ولایت اور رضا وغیرہ کے۔

③ اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ اور وادی غیر ذی زرع کی مقبولیت کا یوں تذکرہ فرماتا ہے:۔

يُجْبٰى إِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ (پ ۲۰۔ قصص ع ۶) کھچے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے میوے۔

اس مادی ترقی کے دور میں بھی جب کہ مختلف طرق سے میوے خشک کر لیے جاتے ہیں اور نقل و حرکت کے تیز رفتار اسباب فراوانی سے موجود ہیں مگر وہاں بھی اکثر بعض بعض پھلوں کے نام تک سے واقف نہیں ہیں۔ اس مقام پر بھی لفظ کل سے بعض ہی مراد ہے۔

④ حضرت ہود علیہ السلام کی مجرم قوم پر اللہ تعالیٰ نے باد صرصر اور تیز و تند ہوا کے طوفانی جھونکے بھیجے۔ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ (پ ۲۶۔ احقاف ع ۳) یعنی وہ ہر چیز کو ہلاک کرنے والے تھے اور یہ بالکل عیاں ہے کہ زمین و آسمان وغیرہ وغیرہ بے شمار اشیاء کے علاوہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھی بھی ہرگز تباہ نہ ہوئے تھے یہاں بھی لفظ کل سے سب اشیاء مراد نہیں بعض ہیں۔

(۵) تورات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ ۸ - اعراف - ع ۱۸) کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود تھی یہ بات بالکل آشکارا ہے کہ نہ تو واقعتہً تورات میں ہر ہر چیز کی تفصیل موجود تھی کہ زمین کا ایک ایک ذرہ اس میں درج ہوتا اور نہ تو علوم و معارف کے لحاظ سے وہ سب احکام تورات میں درج تھے جو قرآن کریم اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جامع اور مکمل شریعت میں موجود ہیں ورنہ قرآن کریم اور شریعت محمدی (علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ) کی تورات پر فوقیت اور مزیت ہی کیا ہوگی؟ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :-

| | |
|---|---|
| تفصیل لی کل شیئ تما ھو بمنزلۃ قولہ تعالیٰ فی التوراۃ تفصیلا لکل شیئ وا دعمل فی العمومات التخصیص بعاشا سب۔ (تفہیمات الٰہیہ ج ۲ ص ۱۰) | ہم کہتے ہیں کہ تفصیل لی کل شیئ کی حدیث ایسی ہی ہے جیسے تورات کی بابت وارد ہوا ہے تفصیلا لکل شیئ حالانکہ ہر چیز کی تفصیل اس میں کہاں ہے؟ اور اصل بات یہ ہے عمومات میں مقام کے لحاظ سے تخصیص ہی ہے۔ |

(۶) حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کو پیش نظر رکھ کر تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یوں ارشاد فرمایا کہ :-

| | |
|---|---|
| وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ (پ ۱۹ - نمل - ع ۲) | اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے۔ |

یہ بالکل درست ہے کہ نبوت و رسالت، خلافت اور سلطنت اور دیگر جو ساز و سامان ان کی شایان شان تھا وہ ان کو عطا کیا گیا تھا لیکن بے شمار اشیاء سے علاوہ نہ تو ان کو قرآن کریم عطا ہوا تھا اور نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلالت شان اور ختم نبوت ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی گئی تھی اور نہ حضرت صحابہ کرامؓ جیسے صحابہ کرام ان کو میسر ہوئے تھے۔

(۷) حضرت ذوالقرنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ :-

| | |
|---|---|
| وَآتَيْنَاهُ مِن كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا (پ ۱۶ کہف ع ۱۱) | اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان دیا تھا۔ |

یہ واشگاف بات ہے کہ وہی سامان ان کو ملا ہوگا جو ان کے حال کے مناسب ہوگا نہ یہ کہ آج کل کے زمانہ سائنس کے آلات واطوار اور ہلاکت خیز ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور مصنوعی سیارے وغیرہ بھی ان کو ملے تھے۔

(۸) ملکہ سبا (بلقیس) کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ :-

| | |
|---|---|
| وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ (پ ۱۹ - نمل - ع ۲) | اور ہر ایک چیز اس کو عطا کر دی گئی تھی۔ |

اس کو بہت کچھ خبر ہوگا مگر نبوت و رسالت اور ملک سلیمانؑ تو ہرگز نہیں ملی تھی البتہ علم و زیرکی تو کہتے ہیں کہ بلقیس کو مردانہ خصوصیات اور دانائی بھی دی گئی تھی۔ (تذکرۃ المقتدر ص ۲۰۹)

قرآن کریم کے ان اقتباسات سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ کُل ہمیشہ اور ہر مقام پر کُل ہی کے معنی میں نہیں آتا بلکہ علوم اضافی و عرفی اور بعض کے لیے بھی آتا ہے اور ہر ایک کے مواقع استعمال ہیں جو مخصوص قرینہ سے متعین ہوتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ کسی کو یہ وہم پیدا ہو جائے کہ آخر میں پیش کردہ محتمل مقامات میں لفظ کُل پر حرف مِن داخل ہے اور مِن بعض کے لیے آتا ہے لہٰذا بعضیت تو حرف مِن سے ثابت ہوئی نہ کہ لفظ کُل سے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ لفظ کُل کو ہمیشہ اور ہر مقام پر عموم کے لیے نص قطعی سمجھتے ہیں، ان کو ان مقامات پر حرف مِن کو بیان بھی چنداں مفید نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں مِن کُلِّ شَیْءٍ کا معنی یہ ہوگا کہ ہر ہر چیز سے کچھ کچھ اور بعض بعض ان کو ملا ہوا تھا۔ کیا یہ درست ہوگا کہ دنیا کے جتنے مرد گزرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک کی ڈاڑھی کا کچھ کچھ حصہ بلقیس کو عطا ہوا تھا؟ اور کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا کچھ حصہ اور آپ کی جلالت شان کا بعض حصہ اور اسی طرح قرآن کریم کی ہر ہر سورت سے کچھ کچھ حصہ ان کو مرحمت ہوا تھا؟ اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ذوالقرنین کو ہر ایک نبی اور رسول کی نبوت اور رسالت سے کچھ کچھ حصہ ملا تھا؟ کوئی اس الجھن میں پڑے، بہت سی چیزیں گننے کی ضرورت نہیں ہیں سمجھدار آدمی خود سمجھ سکتے ہیں کہ ہر ہر چیز سے کچھ اور بعض ملنے کا مفہوم کتنا بھیانک و بعید ہے اور اس سے کیا کچھ مراد نہیں لیا جا سکتی؟ اب آپ دو تین حدیثیں بھی ملاحظہ کر لیں۔

(۱) اس مضمون کی ایک روایت آتی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں ایسی سخت اور زور دار بارش ہوئی کہ حتیٰ کہ کُلَّ شَیْءٍ (بخاری ج ۱ ص ۱۲۷ وغیرہ) کہ اس نے ہر چیز کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ کافی نقصان ہوا ہوگا۔ لیکن ظاہر امر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات قدسی اور حضرات صحابہ کرامؓ اور اسی طرح دیگر انسان اور جاندار بلکہ مدینہ طیبہ کے مکانات اور مسجد نبوی وغیرہ اس تباہی و بربادی سے یقیناً محفوظ رہے تھے۔

(۲) حضرت ابو سعید الخدریؓ کا بیان ہے کہ ایک خاص موقع پر ہم ایک قوم کے مہمان بنے مگر ان لوگوں نے ہماری ضیافت وغیرہ کی مطلق کوئی پروا نہ کی۔ خدا تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ ان میں سے ایک بڑے سردار

اور علامہ جلال الدینؒ لکھتے ہیں کہ:

تبیاناً لکل شیء یحتاج الناس الیہ من امر الشریعۃ (جلالین ص ۲۲۷)

تبیاناً لکل شیء سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی لوگوں کو امر شریعت میں حاجت ہو سکتی ہے۔

اور امام رازیؒ نے اسی قسم کی بات تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۸۲ میں لکھی ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں اما العلوم التی لیست دینیۃ فلا تعلق لہا بہذہ الآیۃ (ج ۵ ص ۲۸۲) یعنی بہر حال وہ علوم جو دینی نہیں قرآن کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور عمدۃ المفسرین حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ:

تبیاناً لکل شیء قال ابن مسعودؓ قد بین لنا فی ہذا القرآن کل علم و کل شیء و قال مجاہد کل حلال و حرام و قول ابن مسعودؓ اعم و اشمل فان القرآن اشتمل علی کل علم نافع من خبر ما سبق و علم ما سیأتی و کل حلال و حرام و ما الناس الیہ محتاجون فی امر دنیاہم و دینہم و معاشہم و معادہم

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۸۲)

تبیاناً لکل شیء کا مطلب حضرت ابن مسعودؓ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کریم میں ہر علم اور ہر شے بیان کی ہے اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ہر حلال اور حرام بیان کیا گیا ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کا قول اعم اور اشمل ہے کیونکہ قرآن کریم ہر نافع علم پر مشتمل ہے جس میں پہلے لوگوں کی خبریں بھی اور آئندہ آنے والے واقعات کا علم ہے اور جس حلال و حرام کا اور جس طرح لوگ اپنے دین اور دنیا اور معاش و معاد میں جس چیز کے محتاج ہیں اس میں یہ سب کچھ بیان کیا گیا ہے۔

علامہ السید محمود آلوسی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ:

والمراد من کل شیء علی ما ذہب الیہ جمع ما یتعلق بامور الدین ای بیاناً بلیغاً لکل شیء یتعلق بذلک و من جملتہ احوال الامم مع انبیائہم علیہم السلام

کل شیء سے مراد جیسا کہ حضرات مفسرین کرام کی ایک جماعت اس کی طرف گئی ہے وہ ہر چیز ہے جو دین سے متعلق ہو یعنی امور دین کی پوری تشریح اس میں مذکور ہے اور منجملہ ان کے وہ حالات بھی اس میں مندرج ہیں جو امم سابقہ کو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پیش

فکذا انضبرت به هذه الآية من بعث الشهداء وبعثه علیه الصلوٰة والسلام فانتظام الآية بما قبلها ظاهر وانه قيل على تقدير الوصف المخصص نشئ المقام وان بعثة الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام انما هي لبيان الدين اهـ

(روح المعانی ج ۱۴ ص ۲۱۴)

آگے اندر اسی طرح اس آیت میں اس کا بیان بھی ہے کہ قیامت کے دن دیگر گواہوں کی شہادتیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گواہی بھی ہوگی، اور اس اعتبار سے آیت کا ماسبق کے ساتھ ربط بالکل ظاہر ہے اور کل شیء سے امور دین کے وصف مخصص کی ضرورت بحسب مقام ضروری ہے علاوہ بریں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں بعثت ہی بیان دین کے لیے ہوتی ہے لہٰذا امور دین کی قید نکالی گئی ہے۔

یہ جتنے حضرات مفسرین کرام ہیں تمام معتبر اور مستند ہیں اور اہل السنت والجماعت کے مسلم مفسرین ہیں ان کے علاوہ معتزلہ اور شیعہ بھی اس آیت میں اصول عربیت اور دیگر شرعی قواعد کے پیش نظر امور دین اور امور شرعیہ کی قید لگانے پر مجبور ہیں چنانچہ علامہ جار اللہ زمخشری لکھتے ہیں کہ:-

تبيانا لكل شيء المعنى انه بين كل شيء من امور الدين اهـ (کشاف ج ۲ ص ۲۱۲)

تبیانا لکل شیء کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امور دین کو بیان کیا ہے۔

اور مشہور شیعی مفسر ابو علی الفضل بن الحسن بن الفضل الطبرسی المتوفی ۵۴۸ھ لکھتے ہیں کہ:-

ومعناه ليبين كل شيء يحتاج اليه من امور الشرع اهـ (مجمع البیان ج ۳ ص ۳۸۰)

اس کا معنی یہ ہے کہ ہر ایسی چیز اس میں بیان ہوئی جس کی طرف امور شرعیہ میں حاجت پڑتی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ تبیانا لکل شیء کی آیت سے حسب تصریح حضرات مفسرین کرام اہل السنت والجماعت (بلکہ معتزلہ اور شیعہ کے) صرف امور دین مراد ہیں عام اس سے کہ حلال و حرام سے متعلق ہوں یا اوامر و نواہی سے یا ماسبق کے حالات ہوں یا آئندہ کے، دنیا میں پیش آنے والے ہوں یا آخرت میں وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت سے غیر شرعی امور اور غیر دینی احکام کا اثبات بھی کار دارد، چہ جائیکہ اس سے علم غیب ثابت ہو جس میں بقول احمد رضا خان صاحب کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا — (انباء المصطفیٰ صفحہ ۲) خان صاحب کا تو یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم ہر ایک چیز کا بیان ہے اور قرآن کریم جن علوم پر مشتمل ہے وہ سب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہیں مگر ہم بالکل غلط سمجھتے ہیں کہ:-

وہ بھی اتفاقی ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس میں تو صاف اختلاف ہے۔ مفتی صاحب کو صرف توضیح ہی دیکھ لینی چاہیئے جس میں یہ تصریح موجود ہے ولم یطلع احدًا من خلقه عليه (صفحہ ) کہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا۔ اور حسامی صفحہ میں ہے وھو لا طریق لدرکہ اصلاً و متشابہ وہ ہے کہ اس کے حاصل ہونے کی کوئی سبیل نہ ہو۔

## خانصاحب کی مطلب پرستی

خان صاحب نے ان اقوال سے کلام الٰہی کی حجیت کو گرانے کی کوشش کی ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ چنانچہ ملفوظات حصہ چہارم میں لکھا ہے۔

"معترض بہت سے مقامات پر اکثر تفسیر کا قول نہیں مانا جاتا ہے مثلاً قاضی بیضاوی حنفی یا امام فخر تفسیر خازن وغیرہ نے جیسا جی چاہا کر تفسیر کر دیا ہے۔ ارشاد: قاضی بیضاوی یا خازن وغیرہ اکثر تفسیر نہیں۔ کسی فن کا امام ہونا اور بات ہے اور اس فن میں کتاب لکھ دینا اور بات۔ اکثر تفسیر صحابہ ہیں اور تابعین میں بھی علماء کی تخصیص ہے۔" ملخصاً۔

خان صاحب یہی ارشاد فرمائیں کہ تیرھویں صدی کا ایک مفسر صاوی تو آپ کے نزدیک مفسر ہے اور اس کی بات بھی حجت ہے اور اسی طرح جمل وغیرہ مفسر ہیں اور ان کی تفسیر حجت ہے مگر قاضی بیضاوی اور خازن وغیرہ مفسر نہیں ہیں۔ کیونکہ تمام اہل السنۃ والجماعت بالاتفاق مفسر تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی کوئی معقول صحیح وجہ بتائیں۔ اور کیا خانصاحب کے نزدیک علامہ بغوی اور حافظ ابن کثیر اور علامہ آلوسی وغیرہ بھی اکثر تفسیر میں شامل ہیں یا نہیں؟ اس پر غور کرنا ہے کہ اور کیا حضرت مجاہد بن جبیر جو تابعین عظام میں سے ہیں وہ بھی ائمہ تفسیر میں ہیں یا نہیں؟ تمام اہل سنت کو ان کو تابعین میں مرجع اول کا مفسر مانتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب قرآن کریم کی تفسیر خود قرآن، سنت اور حضرات صحابہ کرام سے نہ مل سکے تو

فقد رجع كثير من الائمة في ذلك الى اقوال التابعين كمجاهد بن جبير فانه كان اٰية في التفسير (ج ۱ ص ۳)

تو بہت سے ائمہ دین نے حضرات تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کیا ہے جیسے حضرت مجاہد بن جبیر کیونکہ وہ تفسیر میں اللہ کی نشانی تھے۔

اور امام سیوطی نقل کرتے ہیں کہ:

فمن التابعين منهم مجاهد قال الفضل بن ميمون سمعت مجاهدا يقول

حضرات تابعین میں سے فن تفسیر میں گوئے سبقت لے جانے والے حضرت مجاہد ہیں۔ فضل بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے

عرضت القرآن على ابن عباس رضی اللہ عنہ ثلاثين مرة وعنه ايضاً قال عرضت المصحف على ابن عباس ثلاث عرضات اقف عند كل آية منه واسأله عنها فيم نزلت وكيف كانت وقال خصيفؒ كان اعلمهم بالتفسير مجاهد وقال الثوريؒ اذا جاءك التفسير من مجاهد فحسبك به قال ابن تيميةؒ ولهذا يعتمد على تفسيره الشافعي والبخاري وغيرهما من اهل العلم

(تفسیر اتقان ج ۲ صفحہ ۱۹۰ طبع مصر)

حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے فرماتے تھے کہ میں نے تیس مرتبہ قرآن کریم حضرت ابن عباسؓ پر پیش کیا ہے اور نیز فرمایا کہ میں نے تین مرتبہ حضرت ابن عباسؓ پر سارا قرآن کریم پیش کیا، ہر آیت کے پاس ٹھہرتا اور اس کی شان نزول اور مطلب کہ ا میں حضرت ابن عباسؓ سے پوچھتا جاتا۔ خصیفؒ کا بیان ہے کہ تمام حضرات تابعین میں حضرت مجاہدؒ فن تفسیر کے بڑے عالم تھے۔ امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جب مجاہدؒ سے تجھے تفسیر مل جائے تو بس ہے۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجاہدؒ کی تفسیر پر حضرت امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ اہل علم کامل اعتماد کرتے ہیں۔

یہ حافظ ابن تیمیہؒ وہی ہیں جن کی فقاہت کو اگرچہ یہ نہیں مانتے مگر وسعت علمی کے بارے میں خان صاحب لکھتے ہیں کہ علماء نے ابن تیمیہؒ کو لکھا ہے علمہ اکبر من عقلہ ان کا علم ان کی عقل سے بڑا ہے۔ علم کالعدم ہے جس کے ساتھ فقاہت نہ ہو، تحفظات حیرت انگیز سنا! اور گزر چکا ہے کہ حضرت مجاہدؒ نے ایک روایت میں اس آیت میں کل شیء کی تفسیر حلال اور حرام سے اور دوسری میں امر اور نہی سے کی ہے۔

اور کیا خان صاحب کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی مفسر ہیں یا نہیں؟ جمہور علماء اسلام تو ان کو حضرات صحابہ کرامؓ میں درجہ اول کا مفسر تسلیم کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳ وغیرہ)
اور امام نوویؒ تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ فن تفسیر میں وہ حضرات خلفاء راشدینؓ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) اور حضرت ابن مسعودؓ کے بقول حافظ ابن کثیرؒ تبیانا لکل شیء کی تفسیر علم نافع سے اور حلال و حرام اور اخبار غیبیہ کے علاوہ ایسے امور سے کرتے ہیں جن کی لوگوں کو دین اور دنیا اور معاش و معاد وغیرہ میں ضرورت ہو اور علوم غیر نافعہ کی بحث پہلے باحوالہ عرض کر دی ہے اور یہ وہی ابن مسعودؓ ہیں جو ما فی غد کا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تسلیم نہیں کرتے

خالف صاحب! آپ اگر تبیاناً لکل شئ کی اپنی خود ساختہ اور خانہ ساز تعریف کے بغیر اور کسی مفسر کی تفسیر نہیں ماننا چاہتے تو صاف یہ فرما دیں کہ میرا مطلب نرالا ہے اپنی خانہ ساز تعریف کے علاوہ کسی اور تفسیر کو تسلیم نہیں کرتا۔ مگر یہ عذر لنگ کیا ہوا کہ قاضی بیضاوی رح اور علامہ خازن رح وغیرہ ائمہ تفسیر مفسر قرآن نہیں ہیں! اور اس لحاظ سے یقین کیجئے کہ خالف صاحب کے نزدیک کوئی مستند مفسر ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سو فیصدی حضرات مفسرین کرام تبیاناً لکل شئ کا معنی اجمالاً یا تفصیلاً امور دین یا ایسے امور سے کرتے ہیں جن کی دین اور دنیا معاش و معاد میں لوگوں کو حاجت پیش آئے۔

اس مختصر بحث کے بعد ضرورت تو نہیں کہ ہم کچھ اور عرض کریں مگر مختصر طریقہ پر سورۃ یوسف اور سورۃ انعام وغیرہ کی آیتوں کی بطور نمونہ چند تفسیریں عرض کر دیتے ہیں تاکہ معاملہ بالکل بے غبار ہو جائے۔

چنانچہ امام بغوی رح لکھتے ہیں کہ:-

وتفصيل كل شيء مما يحتاج العباد اليه من الحلال والحرام والأمر والنهي (معالم ج [illegible] ص [illegible])

ہر چیز کی تفصیل سے مراد یہ ہے کہ حلال و حرام اور امر و نہی وغیرہ جن کی ضرورت بندوں کو پیش آتی ہے ان کی تفصیل ہے۔

اور امام جلال الدین رح لکھتے ہیں کہ:-

وتفصيل تبيين كل شيء يحتاج اليه في الدين۔ (جلالین ص [illegible])

تفصیل کل شئ سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر وہ چیز بیان کی گئی ہے جس کی دینی لحاظ سے لوگوں کو حاجت ہو۔

اور حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ:-

وتفصيل كل شيء من تحليل وتحريم ومحبوب ومكروه وغير ذلك من الأمر بالطاعات والواجبات والمستحبات والنهي عن المحرمات وما شاكلها من المكروهات والاخبار عن الامور الجلية وعن الغيوب المستقبلة المجملة والتفصيلية والاخبار عن الرب تبارك وتعالى بالاسماء والصفات وتنزيهه عن مماثلة المخلوقات۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۹۶)

تفصیل کل شئ سے حلال و حرام محبوب و مکروہ اور امر بالطاعات اور واجبات و مستحبات اور محرمات کی نہی اور اسی طرح مکروہات وغیرہ کی نہی مراد ہے اور بڑے بڑے امور کی خبر دینا اور اسی طرح غیوب مستقبلہ کے بارے میں اجمالی اور تفصیلی خبریں دینا اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات اور اس کے مخلوقات کی مماثلت سے منزہ اور مبرا ہونے کی خبریں دینا اس میں شامل ہیں۔

اور حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ :-

وان اللہ کتب لہ فیہا مواعظ واحکاما مفصلۃ مبینۃ للحلال والحرام ۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۲۴۷)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تورات میں مواعظ واحکام مفصل طور پر بیان کئے جن میں حلال وحرام کی پوری تفصیل موجود تھی ۔

اور نیز لکھتے ہیں :-

وتفصیلا لکل شیء مما یحتاج الیہ فی شریعتہ

(ج ۲ صفحہ ۲۴۸)

کہ تفصیلاً لکل شیء سے ہر وہ چیز مراد ہے جس کی حضرت موسیٰ کی شریعت میں ضرورت تھی ۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ :-

وتفصیل لکل ما یحتاجون الیہ من الحلال والحرام ۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ صفحہ ۲۹۵)

تفصیل لکل شیء سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کی طرف لوگوں کو حلال وحرام میں ضرورت پڑتی ہے اس کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے ۔

یہ ہیں تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ اور تَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وغیرہ کی وہ آیات جن سے فریق مخالف نے علم غیب کلی پر استدلال کیا ہے اور اس کا اپنے معنیٰ پر اہل السنت والجماعت کے کم از کم دو معتبر اور مستند حضرات مفسرین کرامؒ کے اقوال سے تائید پیش کرنے سے سراسر عاجز وقاصر ہے ، اور تو بجائے خود کسی ایک معتبر اور مستند مفسر سے بھی ان آیات کی تفسیر میں علم غیب کلی کا قیامت تک اثبات محال ہے ۔ دیدہ باید ۔

رہا یہ بات کہ ہر چیز ہی دین ہے جیسا کہ فریق مخالف کے بعض بے باک مناظر کہہ دیا کرتے ہیں تو یہ ایک نہایت مہمل اور فرسودہ بات ہے کیونکہ ہم پہلے مختلف ابواب میں امور دین اور دنیا کا فرق نیز جادو ، ایجادات ، شعبدہ ، نجوم اور کیمیا ، وغیرہ کے علوم دینی اور غیر مفید ہونے کا ایسے دلائل سے ثبوت پیش کر آئے ہیں ۔ فریق مخالف ہی انصاف اور دیانت سے بتلائے کہ ہر ایک انسان وحیوان حتیٰ کہ کتے کے سر اور بدن کے بالوں کی تعداد کے جاننے کا دین سے کیا تعلق ہے ؟ اسی طرح اس بات کا معلوم کرنا کہ آج کتنی مکھیاں اور مچھر اور دیگر کیڑے مکوڑے پیدا ہوئے اور کتنے مرے ، بلکہ ٹڈیوں کی معلومات کا دین سے کیا تعلق ہے ؟ اور یہ کہ گدھے اور کتے وغیرہ وغیرہ لاتعداد جانور اتنی اتنی دفعہ زندگی میں جفتی کریں گے اور اتنی دفعہ اور اتنے قطرات پیشاب کریں گے وغیرہ وغیرہ ان لایعنی باتوں کا دین سے کیا

ملاحظہ ہو۔ انسان کا ثبوت قرآن کریم کی کس کس صورت سے کس کس آیت سے ہو سکتا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ! الرحمٰن، تبیانا لکل شیء وغیرہ کی آیات سے علم غیب کلی پر استدلال کرنا قرآن کریم، صحیح احادیث، اجماعِ امت اور عقلِ صریح کے بالکل خلاف ہے جو یقیناً مردود ہے۔

آتی ہے اک آواز مجھے ملا کی طرف سے
منزل کا بلاوا ہے یہ منزل کی طرف سے

لطیفہ:۔ جس طرح غیر اللہ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ سراسر غیر اسلامی اور شیعہ شنیعہ وغیرہم سے مستفاد ہے اسی طرح تبیانا لکل شیء سے اس پر دلیل قائم کرنا بھی انہی کی تلقین سے سیکھا ہے۔ چنانچہ انہی کی مشہور و معروف کتاب اصول کافی میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ:۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لو کنت بین موسیٰ والخضر لاخبرتهما انی اعلم منهما وانی لاعلم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض واعلم ما فی الجنۃ واعلم ما فی النار واعلم ما کان وما یکون فرأی ان ذالک کبر علی من سمعه فقال علمت من کتاب اللہ فیه تبیان کل شیء۔ (اصول کافی ص)

امام ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ اگر میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے پاس ہوتا تو میں ان کو بتلا دیتا کہ میں ان دونوں سے بڑا عالم ہوں اور میں ان کو بتاتا کہ میں آسمانوں اور زمینوں کی چیزوں کو جانتا ہوں اور جنت اور دوزخ کی چیزوں کو جانتا ہوں اور جو کچھ ہو چکا ہے اور آئندہ ہوگا میں اس کو بھی جانتا ہوں۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ لوگوں پر یہ بات گراں گزری ہے تو فرمانے لگے کہ میں نے یہ سب کچھ قرآن کریم سے معلوم کیا ہے کیونکہ فیه تبیان کل شیء اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔

سچ ہے غیر اللہ کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والوں کا قارورہ کہیں قسمت قم سے جا ملا ہے۔ کیا خوب ہے

ہمارے شوق کی منزل نہ پوچھئے ناصح
دل اپنا راہ نما ہے جدھر کو لے کے چلے

---

**دلیل دوم** | فریق مخالف نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کو یوں قیاس کیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب چیزوں کے نام بتا دیئے تھے اور آیت کا یہ ٹکڑا اس کی دلیل ہے کہ۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ (پ ۱ بقرہ رکوع ۴) — اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر اس نے وہ سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔

اور یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رتبہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسی طرح تمام دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر ہے لہٰذا آپ کو بطریق اولیٰ ان سب چیزوں کے نام اور ان کے علوم حاصل ہوں گے۔ اور جب آپ کو ماکان وما یکون کا علم حاصل ہو گیا تو علم غیب کلی ثابت ہو گیا۔ (ملخصاً، دیکھئے خالص الاعتقاد ص ۲۳ و [illegible] وغیرہ)

**جواب** | فریق مخالف کا یہ استدلال بھی قطعاً باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ عقائد کے باب میں قیاس جو ایک ظنی دلیل ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ وثانیاً یہ استدلال اس امر پر مبنی ہے کہ لفظ کل عموم میں نص قطعی ہے اور ہر مقام پر استغراق حقیقی کے لیے آتا ہے اور کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا۔ اور ہم اس کی بحث بالتفصیل کر چکے ہیں کہ یہ نظریہ باطل ہے اور بتا چکے ہیں کہ یہ بعض اور اکثر کے معنی میں بھی مستعمل کیا گیا ہے۔

وثالثاً اگر وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل علم غیب مل چکا ہو جیسا کہ فریق مخالف کا بے بنیاد دعویٰ ہے تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شیطان لعین نے دھوکہ دے کر جنت سے کیوں نکالا اور قسم کھا کر کیوں ان کو پھسلایا؟ حالانکہ تعلیم اسماء پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت آدم و حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابلیس مردود کا یہ مکر بعد کو پیش آیا تھا۔ کیا وجہ ہوئی کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے ماکان وما یکون کے عالم ہوتے ہوئے شیطان کے فریب میں آ گئے؟ اور ہم قدرے تفصیل کے ساتھ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تذکرہ میں کہ ان کو علم غیب حاصل نہ تھا قرآن کریم اور صحیح حدیث سے کچھ حوالجات درج کر آئے ہیں وہاں بھی ملاحظہ کر لیں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ورابعاً الاسماء کلّہا کی حضرات مفسرین کرام نے مختلف اور متعدد تفسیریں کی ہیں۔ چنانچہ علامہ خازن لکھتے ہیں کہ۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا فقال يا آدم هذا جبريل وهذا إبليس وهكذا شيء حتى أتى على آخرها وقيل علمه أسماء الملائكة وقيل أسماء الذرية وقيل علمه اللغات كلها۔

(تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۰)

وعلم آدم الاسماء کلها کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ان کی تعلیم دی کہ اے آدم یہ جبرئیل ہے اور یہ ابلیس ہے حتی کہ ہر ایک چیز کے نام بتلائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو فرشتوں کے نام بتائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی ذریت کے نام بتلائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کو سب لغات کی تعلیم دی گئی۔

علامہ بغوی رح لکھتے ہیں کہ:

قال ابن عباس رضي الله عنهما ومجاهد وقتادة علمه اسم كل شيء حتى القصعة والقصيعة وقيل اسم ما كان وما يكون إلى يوم القيامة وقال الربيع بن أنس رح أسماء الملائكة وقيل أسماء ذريته وقيل صنعة كل شيء قال أهل التأويل إن الله عز وجل علم آدم جميع اللغات ثم تكلم كل واحد من أولاده بلغة فتفرقوا في البلاد واختص كل فرقة منهم بلغة۔

(معالم التنزیل ج ۱ ص ۴۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد اور قتادہ نے فرمایا کہ ہر چیز کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو بتلایا حتی کہ بڑے پیالے اور چھوٹے پیالے کے نام ان کو بتلائے گئے اور کہا گیا ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور قیامت تک ہونے والا ہے سب اشیاء کے نام ان کو بتلائے گئے اور ربیع بن انس رح کہتے ہیں کہ فرشتوں کے نام ان کو بتلائے گئے اور کہا گیا ہے کہ ان کی اولاد کے نام بتلائے گئے اور کہا گیا ہے کہ ہر چیز کی صنعت اور حرفت کی تعلیم ان کو دی گئی اور اہل تاویل نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جمیع لغات کی تعلیم دی پھر ان کی اولاد میں سے ہر ایک فرقہ نے ایک خاص لغت کو اختیار کیا اور مختلف شہروں میں بکھر گیا۔

اور علامہ ابوطاہر محمد بن یعقوب لکھتے ہیں کہ:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا أسماء الذرية ويقال أسماء الدواب وغيرها حتى القصعة والقصيعة والمغرفة۔

(تنویر المقیاس ج ۱ ص ۱۱)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو سب اشیاء کے نام بتا دیے یعنی ان کی ذریت کے نام بتلائے اور کہا جاتا ہے کہ چوپائے وغیرہ کے نام بتلائے گئے حتی کہ بڑے اور چھوٹے پیالے اور کفگیر کے نام ان کو بتلائے گئے۔

اور حافظ ابن کثیر رح لکھتے ہیں کہ:

عن ابن عباس رضی الله عنه وعلم آدم الاسماء كلها قال علمه اسماء ولده انسانا انسانا والدواب فقيل هذا الحمار وهذا الجمل وهذا الفرس وقال الضحاك عن ابن عباس وعلم آدم الاسماء كلها قال هي هذه الاسماء التي يتعارف بها الناس انسان ودواب وسماء وارض وسهل وبحر وخيل وحمار واشباه ذلك من الامم وغيرها الى ان قال عن ابن مجاهد رح وعلم آدم الاسماء كلها قال علمه اسم كل دابة وكل طير وكل شيء وكذلك روي عن سعيد بن جبير وقتادة وغيرهم من السلف انه علمه اسماء كل شيء وقال الربيع في رواية عنه اسماء الملائكة وقال حميد الشامي اسماء النجوم وقال عبد الرحمن بن زيد علمه اسماء ذريته كلهم واختار ابن جرير انه علمه اسماء الملائكة واسماء الذرية الى ان قال والصحيح انه علمه اسماء الاشياء كلها ذواتها وصفاتها وافعالها الخ

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص [illegible])

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ان کی اولاد اور جانوروں میں سے ایک ایک انسان اور حیوان کا نام بتایا مثلاً کہا گیا یہ گدھا ہے یہ اونٹ ہے یہ گھوڑا ہے اور حضرت ضحاک حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو سب چیزوں کے نام بتائے یعنی نام جن سے لوگ متعارف ہیں۔ مثلاً انسان اور جانور، آسمان، زمین، خشکی اور دریا، گھوڑا اور گدھا وغیرہ تک سب الاسم۔ پھر فرمایا کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہر جانور، ہر پرندے اور ہر چیز کا نام بتا دیا اسی طرح سعید بن جبیر اور قتادہ اور دیگر سلف سے منقول ہے کہ ہر چیز کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو بتایا اور ربیع کہتے ہیں کہ فرشتوں کے نام بتائے اور حمید شامی کہتے ہیں کہ ستاروں کے نام بتائے۔ اور عبدالرحمن بن زید کہتے ہیں کہ سب اولاد کے نام بتائے اور ابن جریر نے اس کو اختیار کیا ہے کہ فرشتوں کے اور اولاد آدم کے نام بتلائے۔ پھر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو سب چیزوں کی ذات وصفات اور افعال بتلائے۔

اور علامہ نسفی الحنفی رح لکھتے ہیں کہ:

ومعنى تعليمه اسماء المسميات انه تعالى اراه الاجناس التي خلقها وعلمه ان هذا اسمه

اسماء مسمیات کی تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ان جنسوں کا علم دیا جو خدا تعالیٰ نے

عبارت میں جو عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا کی تفسیر میں مفسر نے لکھی ہے وہ بھی نقل کرتے ہیں کہ :

والمراد بقوله تعالى الاسماء كلها اسماء الخلق يعلمه آدم ويحتاج اليها سائر الحيوانات وبها تعلق امر

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد الاسماء کلہا سے مراد یہ ہے کہ یہ وہ نام اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو بتائے جن کی حضرت آدم کو حاجت تھی اور جن کی سب کو حاجت تھی اور جن اشیاء کے ساتھ لوگوں کا تعلق تھا۔

(تفسیر الاحمدی صفحہ ۲)

اس مفہوم میں جتنی بھی وسعت پیدا کر لی جائے کہ عرش سے لے کر فرش تک اور آسمان سے لے کر زمین تک اور دنیا سے لے کر آخرت تک اور جنت سے لے کر دوزخ تک اور چیونٹی سے لے کر دیوؤں تک اور درختوں سے لے کر پتوں تک اور ناطق سے لے کر جامد تک کچھ ہی لے لیا جائے مگر یہ بات تو آخر کرنا ہی پڑے گی کہ ان اشیاء کی حضرت آدم اور ان کی اولاد کو ضرورت اور حاجت بھی ہو اور ان اشیاء کا ان سے تعلق بھی ہو غیر متعلق اور غیر ضروری چیزیں مثلاً جادو، کہانت، شعبدہ، طلسم، علم نجوم وغیرہ وغیرہ جن کی مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے الاسماء کلہا کی حد میں ہرگز ہرگز شامل نہیں ہیں۔ جیسا کہ کسی بھی ذی علم اور صاحب ایمان اور اہل ذوق پر یہ مخفی نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب نے تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعود اور تفسیر روح البیان وغیرہ سے کچھ عبارتیں نقل کر کے اپنی لاعلمی یا خیانت کی وجہ سے ان کو اپنا مستدل قرار دیا ہے حالانکہ وہ سب ان کے باطل دعویٰ کے خلاف جاتی ہیں۔ ہم عربی عبارت تو بخوف طوالت نقل نہیں کرتے۔ البتہ ان کا ترجمہ ہم مفتی صاحب کی زبانی عرض کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

"تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور ان کے حالات سکھا دیئے اور یہی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر جاندار کے جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں بولے گئے جن کو اولاد آدم آج تک بولتی رہتی ہے عربی، فارسی، رومی وغیرہ۔ تفسیر ابو السعود میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ کہا گیا ہے کہ حضرت آدم کو گذشتہ و آئندہ چیزوں کے نام بتا دیئے اور کہا گیا ہے کہ اپنی ساری مخلوق کے نام بتا دیئے عقلی، حسی، خیالی و وہمی چیزیں بتا دیں اور ان چیزوں کی ذات اور ان کے نام ان کے فائدے ان کی پہچان علم کے قواعد صنعتوں کے قانون ان کے اوزاروں کی تفصیل اور ان کے استعمال

**جواب** | فریق مخالف کا اس سے استدلال بالکل باطل ہے۔
اولاً۔ اس لیے کہ یہ سورۃ جن کی ایک آیت کا حصہ ہے اور سورۃ جن مکی ہے یعنی مکہ مکرمہ میں اتری اس کو آخری صورت بھی تسلیم کر لیا جائے (حالانکہ اس کے بعد بہت سی سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں، دیکھئے تفسیر اتقان ج ۱ صفحہ ۲۴) تب بھی یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ دیگر احکام حلال و حرام اور حدود وغیرہ تو رہے اپنی جگہ پورا قرآن کریم بھی مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوا تھا کیا فریق مخالف کے نزدیک قرآن کریم کا وہ حصہ علم غیب میں داخل نہیں ہے؟ اور پھر مدنی سورتوں میں علم غیب کی نفی کیسے آئی ہے؟ جواب کیلئے تو صرف یہی ایک بات ہی کافی ہے۔

وثانیاً فریق مخالف اس سے کیا مراد لیتا ہے۔ کلی علم غیب یا بعض علم غیب۔ بصورت ثانی ان کا مدعی باطل ہو جائے گا اور بصورت اول اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ مَا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا۔ — اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ اعلان کر دیں کہ میں نہیں جانتا کہ قریب ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا اس کیلئے میرا رب کوئی مدت مقرر کرے۔

مَا تُوعَدُونَ سے بعض حضرات مفسرین کرام کے نزدیک عذاب اور بعض کے نزدیک قیامت مراد ہے کچھ بھی ہو کوئی چیز یا کام ان دو چیزوں میں سے کوئی ضرور ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ اعلان کرواتا ہے کہ آپ فرما دیں کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ بالکل متصل اور ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب غیب بتا دیا ہے جس میں عذاب اور قیامت بھی داخل ہے۔ آخر فریق مخالف ہی بتلائیں کہ کیا تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں یہ اختلاف اور تضاد بیان کیا ہے؟ کہ ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ آپ کہہ دیں کہ مجھے عذاب یا قیامت کا علم نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ حکم ہو کہ سب کچھ میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ خدارا کچھ تو فریق انصاف کریں اور خدا تعالیٰ کی اس مظلوم کتاب پر یہ ظلم روا نہ رکھیں۔ لہٰذا اس سے کلی علم غیب قطعاً باطل اور سراسر مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہ تعارض و تضاد ہے اور نہ اس کا احتمال ہے۔

خواہش نہ تاویل کی سے ذکر را

## مولوی محمد عمر صاحب کا افترا

مولوی صاحب نے جب دیکھا کہ کئی مرتبہ مناظرہ میں اہل حق سے لاجواب ہو کر رسوائی کا سامنا کرنا پڑا تو اور کچھ نہ بن پڑا تو آخر خدا تعالیٰ کی محکم کتاب کی تحریف کرنے اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے (العیاذ باللہ تعالیٰ) چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

"نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی اللہ تعالیٰ نے قیامت کے جھگڑے میں دخیل نہ ہونے کی ترغیب دلا کر قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا سے کھلے طور پر یہ اعلان کر دیا لیکن پھر اسی مخصوص غیب علم قیامت کو اپنے رسول کے خواص پر مطلع ہونے کا اظہار بھی فرما دیا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ نبی خود بھی بے خبر ہے۔ ہمیں دیکھئے تو اس کی خبریں سنا سنا کر ڈرا رہے ہیں۔" (مقیاس حنفیت صفحہ ۴۲۹)

کیا صریح بہتان اور خالص افترا اللہ تعالیٰ کی کتاب پر کیسی جسارت اور بے باکی سے بیہودگی ہے جو یہ الزام مولوی محمد عمر صاحب نے ایجاد کیا ہے۔ مولوی صاحب ہرگز قیامت تک ثابت کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء اور سید المرسلین اور خاتم النبیین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پاک سے یہ خلاف واقعہ بیان کیوں دلوایا کہ میں نہیں جانتا۔ حالانکہ آپ کو علم تھا۔ اور کیا اس جسارت کے بغیر اللہ تعالیٰ کوئی اور کسی اور طریقہ سے نہیں نکال سکتے تھے؟ کیا خدا تعالیٰ اور قرآن کریم کی یہی تعلیم ہے کہ انسان جو اور زبان سے نہ مانتے کے لیے اور کچھ ہو جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ تعالیٰ (العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ)

دیکھئے حضرات مفسرین کرام نے اس جگہ کل غیب نہیں بلکہ بعض غیب مراد لیا ہے۔ چنانچہ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں کہ:

| | |
|---|---|
| فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ای علی غیبه المخصوص به علمه اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی لبعضه حتی یکون له معجزة | اللہ تعالیٰ اپنے غیب مخصوص پر جو اس کے علم کے ساتھ خاص ہے کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ہاں اگر اپنے بعض رسولوں کو اپنے بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے تاکہ وہ اس کے لیے معجزہ ہو جائے۔ |
| (بیضاوی ج ۲ ص ...) | |

اور علامہ نسفی لکھتے ہیں کہ:

| | |
|---|---|
| اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ الا رسولا قد ارتضاه لعلم بعض الغیب لیکون اخباره عن الغیب معجزة له فانه یطلعه علی غیبه ما شاء | یعنی الا من ارتضی من رسول سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کسی رسول کو پسند کر لیا اسے بعض علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے تاکہ اس کا غیب کی خبر دینا معجزہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو |

(مدارک ج ۴ ص ۲۴۶) — اپنے غیب پر جتنا چاہتا ہے آگاہ کر دیتا ہے

اور علامہ ابو طاہر محمد بن یعقوب ؒ لکھتے ہیں کہ:

إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ الا من اختار من الرسل فانه يطلعه على بعض الغيب (تنویر المقباس ج ۴ ص ۳۶۶)

الا من ارتضیٰ من رسول سے مراد یہ ہے کہ اپنے رسولوں میں سے جس کو اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اس کو بعض غیب پر مطلع کر دیتا ہے۔

علامہ خازن ؒ لکھتے ہیں کہ:

إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ يعني الا من يصطفيه لرسالته ونبوته فيظهره على ما يشاء من الغيب حتى يستدل على نبوته بما يخبر به من المغيبات فيكون ذلك معجزة له وآية دالة على نبوته (خازن ج ۴ ص ۳۱۹)

یعنی الا من ارتضیٰ من رسول سے وہ رسول مراد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت کے لیے انتخاب کر لیا ہو سو اس کو غیب میں سے جس قدر چاہے مطلع کر دیتا ہے تاکہ جب وہ غیب کی خبریں بیان کرے تو یہ اس کی نبوت کی دلیل اور بطور معجزہ کے واضح ثبوت ہو۔

اور اسی کے قریب قریب الفاظ معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۹۱ میں ہیں۔

حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ:

الا من ارتضى من رسول فانه يقتضي اطلاع الرسول على بعض الغيب (فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۱۵)

مگر جس رسول کو وہ پسند کرے کیونکہ یہ آیت چاہتی ہے کہ رسول بعض غیب پر مطلع ہو۔

اور علامہ قسطلانی ؒ لکھتے ہیں کہ:

الا رسولا قد ارتضاه لعلم بعض الغيب ليكون اخباره عن الغيب معجزة له (ارشاد الساری ج ۱۰ ص ۳۲۰)

مگر جس رسول کو اللہ تعالیٰ نے بعض علم غیب کی تعلیم کے لیے پسند کیا تاکہ اس رسول کی غیب سے خبر اس کا معجزہ ہو۔

اور علامہ ابو السعود ؒ لکھتے ہیں کہ:

الا رسولا ارتضاه لاظهاره على بعض غيوبه المتعلقة برسالته (ابو السعود ج ۸ ص ۲۴۲)

یعنی وہ رسول جس کو اللہ تعالیٰ نے بعض غیوب پر مطلع کرنے کے لیے منتخب کر لیا ہو جو اس کی رسالت سے متعلق ہیں۔

بِمَا فِيهِ الوَسِيلَة الآية کی تفسیر میں ہم اہل حق کے دلائل پیش کر آئے ہیں کہ کبھی مسلمان کا یہ خیال نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا۔ وہ تو نبوت کے پہلے ہی دن سے ناجی ہونے کا کامل یقین رکھتے تھے۔ البتہ خانصاحب بریلوی مرحوم نے یہ کہا ہے کہ آپ کو تقریباً اکیس سال تک اپنی مغفرت کا علم نہیں تھا حتیٰ کہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ الآیہ نازل ہوئی تو آپ کو اس کا علم ہوا کہ میں مغفور ہوں۔ معاذ اللہ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حضور کے لیے علم غیب کا ماننا شرک ہے۔ اھ بلفظہ (الملفوظات حصہ اوّل ص۷۸ وکذا فی خالص الاعتقاد ص۳۲)۔

اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو اس سے مطلع فرماتے ہوں۔ (بلفظہ جاء الحق ص۴۲ و ص۴۳)

اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر بخیل نہیں۔ اگر آپ کے پاس مطلق غیب کو بھی تسلیم نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یہ کلام معاذ اللہ صحیح ثابت ہوتی ہے کہ جو چیز آپ کے پاس ہی نہیں اس پر بخل کیا لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے پاس غیب تو ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطائی ہے۔ بلفظہ (مقیاس ص۲۲۳)

**جواب** فریق مخالف کا اس سے احتجاج بھی قابل سماعت نہیں ہے۔ اولاً اس لیے کہ یہ آیت سورۃ تکویر کی ہے اور یہ سورت حسب تصریح امام سیوطی مکہ مکرمہ میں ساتویں نمبر پر نازل ہوئی تھی (دیکھئے الاتقان ج۱ ص۱۱) اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ:۔

سورۃ التکویر مکیۃ بلا خلاف (روح المعانی ج۳۰ ص۴۹) کہ سورۃ تکویر بالاتفاق مکی سورت ہے

اگر فریق مخالف کے نزدیک اس آیت سے تمام علم غیب اور جمیع ماکان ومایکون کا علم ثابت ہے تو وہ یہ بتائے کہ اس کے بعد قرآن کریم کی ایک سو سات سورتیں کیوں نازل ہوئی ہیں؟

اور پھر ان سورتوں میں سے بعض کے اندر بصراحت علم غیب کی نفی کیوں ہے؟

وثانیاً اس لیے کہ ھُوَ کے مرجع میں حضرات مفسرین کرام کا اختلاف ہے۔ اکثر اس کا مرجع

اور جیسا کہ فریق مخالف کی روایت پر ہے وہ حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ ان کی قراءت کو تو ذکر کرتے ہیں مگر بعلیٰ حتیٰ کا نام تک نہیں لیتا حالانکہ وہ بھی متواتر قراءت ہے مگر چونکہ اس قراءت سے ان کا باطل مطلب پورا نہیں ہوتا اس لیے وہ اس کو قبیلہ اور سمجھ کر ختم کر جاتا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تعالیٰ۔

یہ ہیں فریق مخالف کی تحقیق و تدقیق کے شہ پارے خان صاحب وغیرہ نے جو خالص الاعتقاد اور انباء المصطفیٰ وغیرہ میں لکھا ہے وہ یہ سب شرح خیال و افتراء ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جو بیان کا جملہ لکھا رہا ہے۔ مگر جب دلیل بیان کرتے ہیں تو اس سے ان کے باطل مدعیٰ کا عشر عشیر بھی ثابت نہیں ہوتا اور کیوں نہ ہو جبکہ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

غرضیکہ اس آیت سے بھی ان کا مدعیٰ کسی صورت میں ثابت نہیں ہوتا اور نہ کسی معتبر مفسر نے اس سے علم غیب کلی اور جمیع ما کان و ما یکون مراد لی ہے۔

**دلیل پنجم**

خان صاحب نے الدولۃ المکیہ ص ... اور ملفوظات حصہ اول ص ... وغیرہ میں اور مولوی محمد عمر صاحب مقیاس حنفیت ص ۲۳۲ میں اور مفتی احمد یار خان صاحب جاء الحق ص ۴۲ میں لکھتے ہیں، واللفظ لہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے

اس کے بعد چند تفسیروں کے حوالے پیش کیے ہیں جن میں سے ایک بیضاوی اور دوسری خازن بھی ہے۔ ہم اختصار کے پیش نظر عربی عبارت نہیں نقل کرتے، صرف ترجمہ مفتی صاحب ہی کا عرض کیے دیتے ہیں۔ تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے:

"خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دیتا تاکہ مطلع کرے اس کفر اور ایمان پر جو کہ دلوں میں ہوتا ہے لیکن اللہ اپنی پیغمبری کے لیے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیوب کی ان کو خبر دیتا ہے یا ان کے لیے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر رہبری کریں

تفسیر خازن میں ہے لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ پس ان کو خبردار کرتا ہے بعض علم غیب پر الخ

پھر آگے لکھتے ہیں کہ:

(اس کے بعد انہوں نے چند تفسیروں کی عبارتیں اور ان کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ ہم ترجمہ مفتی صاحب ہی کا پیش کرتے ہیں) جلالین - یعنی احکام اور علم غیب۔ تفسیر کبیر- اللہ نے آپ پر قرآن اتارا اور حکمت اتاری اور آپ کو ان کے بھیدوں پر مطلع فرمایا اور ان کی حقیقتوں پر واقف کیا۔ خازن یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے مکر و فریب آپ کو بتائے۔ مدارک- دین اور شریعت کے امور سکھائے اور چھپی ہوئی باتیں دلوں کے راز بتائے الخ

پھر آگے لکھا ہے:

"اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام گزشتہ و آئندہ واقعات کی خبر دے دی گئی۔ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کے لئے ہوتا ہے تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں تھا سب ہی بتا دیا (یہ تحصیل حاصل کیوں؟ مصنف) اس میں یہ قید لگانا کہ ان سے صرف احکام ہی ایسی طرح سے قید ہے جو قرآن و حدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے جیسا کہ مقدمہ میں بیان ہو گا۔" انتہی بلفظہ

(جاء الحق ص۹۳ و دیکھو مقیاس ص۱۴۳)

**جواب** | اس آیت سے بھی علم غیب کلی پر فریق مخالف کا استدلال بالکل فاسد ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ یہ آیت اوائل مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ سورۃ النساء کی آیت ہے جس کے بعد کئی سورتیں جن میں سورۃ التوبہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے، نازل ہوئی ہیں۔ اگر سب کچھ غیب اس آیت سے ثابت ہو تو اس کے بعد کسی حکم اور کسی سورت کے نازل ہونے کی مطلقاً کوئی ضرورت ہی پیش نہیں آنی چاہئے تھی حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ طعمہ بن ابیرق نامی منافق کے ایک مخصوص واقعہ میں منافقین کی ایک گہری اور ناپاک سازش کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائی اور اس موقع پر دیگر آیات کے علاوہ یہ آیت بھی نازل ہوئی اور یہ الگ بات ہے کہ کوئی آیت خاص شانِ نزول پر بند نہیں ہوتی مگر اس سے یقیناً وہ عموم اور استغراق

ہرگز ثابت نہیں ہوتا جس کا فریق مخالف دعویٰ کرتا ہے۔

وثانیاً یہ استدلال کلمۂ "ما" کے عموم اور استغراق حقیقی پر مبنی ہے۔ حالانکہ متعدد دلائل اس پر گواہ ہیں کہ ہر مقام اور ہر جگہ یہ کلمۂ "ما" عموم اور استغراق حقیقی کے لیے نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ — اور سکھلاتا ہے تم کو وہ باتیں جو تم نہیں جانتے۔ (پ۲ بقرہ رکوع ۱۸)

دیکھئے اس آیت کریمہ میں اگر "ما" کو عموم و استغراق حقیقی کے لیے مانا جائے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بلا واسطہ اور تمام امت کے لیے بالواسطہ علم غیب کلی ماننا پڑے گا۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:-

وَعُلِّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ — یعنی تم کو ان باتوں کی تعلیم دی گئی جو تم نہیں جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا جانتے تھے۔ (پ۷ الانعام ع۱۱)

واضح رہے کہ اکثر حضرات مفسرین کرام کے نزدیک اس آیت کے مخاطب یہودی ہیں اور آیت کا سیاق و سباق بھی یہی چاہتا ہے۔ کیونکہ اوپر سے خطاب یہودی سے چلا آرہا ہے اور اگر اس کے مخاطب مسلمان ہی مراد لیے جائیں اور "ما" کو عموم اور استغراق حقیقی کے لیے مانا جائے تو بھی اس سے فریق مخالف کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ پہلی صورت میں یہ لازم آئے گا کہ عہد نبوت میں جو یہودی اس کے مخاطب تھے ان کو بھی علم غیب کلی حاصل تھا۔ اور مسلمانوں کے لیے تو بہرحال علم غیب کلی تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔

اور سنئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:-

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ○ — یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (پ۳۰ اقرأ ۔ ع)

مراد ہے اس مقام پر بعض کے نزدیک ابوجہل اور اکثر کے نزدیک جنس انسان ہے جیسا کہ ابن کثیر ج۴ ص۵۲۹ سے ظاہر ہے اور علامہ جلال الدین نے تو تصریح کر دی ہے کہ الانسان سے مراد الجنس (جنس انسان) ہے۔ (جلالین ص۵۰۳)

اگر "ما" کا لفظ عموم اور استغراق حقیقی میں نص قطعی ہو تو لازم آئے گا کہ ہر انسان عالم الغیب ہو عام اس سے کہ وہ مسلمان ہو یا کافر، مومن ہو یا مشرک، مرد ہو یا عورت وغیرہ وغیرہ۔ اس کا کون قائل ہے؟ لیکن ہے

(تفسیر صفحہ ۲۳)

اس سے بھی مفتی صاحب وغیرہ کا استدلال درست نہیں ہے۔

**جواب** | اولاً اس لیے کہ اگر اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی ثابت ہے تو آپ کا انسان ہونا بھی ثابت ہے، پھر نور وغیرہ کے دعوے از کار رفتہ کیوں؟ بلکہ صاف تسلیم کر لینا چاہیئے کہ آپ آدمی بشر اور انسان ہیں۔

وثانیاً سورۃ رحمن مکی ہے۔ (دیکھئے ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۱ و جلالین ص ۴۴۲ وغیرہ) اور اگر آپ کے نزدیک ان آیات سے کلی علم غیب ملا ثابت ہے تو اس کے بعد قرآن کریم کے نزول کا کوئی معنی نہیں بالخصوص سورۃ بقرہ جیسی لمبی لمبی سورتیں تو اس کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں اور ان بعض سورتوں میں صاف طور پر علم غیب کی نفی بھی مذکور ہے۔

وثالثاً اکثر حضرات مفسرین کرام نے الانسان سے جنس انسان مراد لیے ہیں (دیکھئے جلالین ص ۴۴۲ وغیرہ) اور قرین قیاس بھی یہی ہے، کیونکہ نہ تو لفظ البیان اور النطق جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ لفظ البیان غیب اور ما کان وما یکون کا مقتضی ہے، اپنی مرضی سے اس میں یہ قید لگانا کیونکر درست اور صحیح ہے؟

ورابعاً اگر اس مقام پر الانسان سے جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد ہو اور بیان سے ما کان وما یکون مراد ہو تب بھی درست ہے، آپ نے ما کان اور ما یکون کی بہت سی خبریں بتائی ہیں، اس کا کسے انکار ہے؟ البتہ جمیع ما کان وما یکون اور کلی علم غیب اس سے ہرگز ثابت نہیں ہے، اور یہی فریق مخالف کا بے سروپا دعوے ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم کی جن جن آیات سے فریق مخالف نے اپنے مزعوم دعوے پر احتجاج کیا ہے وہ ہرگز ان کی مؤید نہیں ہیں بلکہ ان کے خلاف جاتی ہیں، اور کیوں نہ ہو قرآن کریم حق اور صداقت ہے اور حق وصداقت کبھی باطل اور جھوٹ کی تائید نہیں کر سکتا۔ فریق مخالف کو اب یہ شعر پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

چھپ نہیں سکتا چھپانے سے یہ حال اضطراب
فاش ہو کر رہ گئی شان ثبات نا ثبات

# باب دہم

اصل۔ اب ہم وہ احادیث نقل کرتے ہیں جن سے فریق مخالف نے اور دیگر جہالت مآب نے جناب امام الانبیاء خاتم النبیین شفیع المذنبین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال و احتجاج کیا ہے اور پھر ان احادیث کا صحیح مطلب اور معنی بھی صحیح احادیث کی روشنی میں اور معتبر علماء اہل سنت کے اقوال اور شراح حدیث سے نقل کر دیا جائے گا تاکہ کوئی الجھن باقی نہ رہے۔

**پہلی حدیث**

خان صاحب بریلوی اور مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں واللفظ للاول صحیح بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاما ما ترك شيئا يكون في مقامه ذالك الى قيام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه و نسيه من نسيه۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر ابتداء سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرما دیا کوئی چیز نہ چھوڑی جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا۔

یہی مضمون امام احمد نے مسند، بخاری نے تاریخ، طبرانی نے کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ بلفظہٖ (انباء المصطفیٰ ص ۲ و جاء الحق ص ۶۲)

**دوسری حدیث**

خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ لکھتے ہیں۔ واللفظ للاول صحیح بخاری شریف میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

قام فينا النبي صلى الله عليه وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ ذالك من حفظه و نسيه من نسيه۔

ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کا تمام حال ہم سے بیان فرما دیا یاد رکھا جس نے رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

(بلفظہ انوار المصطفیٰ صـ [illegible] و جاء الحق صـ ۱۱۲ و تسکین صـ ۲۹۵)

**تیسری حدیث** خان صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ لکھتے ہیں۔ واللفظ للاول صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد غروب آفتاب تک خطبہ فرمایا جس میں ظہر و عصر کی نمازوں کے سوا کچھ کام نہ کیا فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیٰمۃ فاعلمنا احفظنا اس میں سب کچھ بیان فرما دیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا (بلفظہ انوار المصطفیٰ صـ [illegible] و جاء الحق صـ ۶۲ وغیرہ و تسکین صـ ۲۹۳)

**چوتھی حدیث** فریق مخالف کی طرف سے یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضرت ابو سعید الخدری فرماتے ہیں کہ:

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا بعد العصر فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعۃ الا ذکرہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ (ترمذی ج [illegible] و مشکوٰۃ ج [illegible])

یعنی ایک دن عصر کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس میں سے کوئی چیز آپ نے ایسی نہ چھوڑی جو آپ نے بیان نہ کر دی ہو جس نے اس کو یاد رکھا سو یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔

ان جملہ روایات سے فریق مخالف نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کلی پر استدلال و احتجاج کیا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی کی روایت کی شرح میں علامہ عینی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ:

وفیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائہا الی انتہائہا (عمدۃ القاری ج [illegible] صـ [illegible])

اس میں اس امر کی دلالت ہے کہ آپ نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے جمیع احوال ابتداء سے لے کر انتہا تک بیان فرما دیئے۔

اور حافظ ابن حجر کا یہ ارشاد بھی پیش کیا ہے کہ:

ودل ذلک علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدأت الی ان تفنی الی ان تبعث۔

اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ آپ نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے جمیع احوال بیان کر دیئے جب سے دنیا پیدا ہوئی اور جب فنا ہوگی اور پھر

(فتح الباری ج ۱۳ ص ...) جب تم بارہ کوٹھڑی کی جنت کی ۔

اور اپنے خیال کے مطابق ان عبارات سے بھی انھوں نے اپنے دعوے کی تائید تلاش کی ہے۔ (دیکھئے جاء الحق ص ۲۰۲ وغیرہ)

**جواب** ان جملہ روایات سے فریق مخالف کا استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی روایت سے تو اس لیے کہ اس میں ما ترک شیئاً الخ سے استغراق حقیقی اور عموم کلی مراد نہیں ہے اور عادۃً ملین یا ارب سے کسی جلسہ میں تمام کا بیان ممکن بھی نہیں ہے۔ اولاً اس لیے کہ خود حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ:

واللہ ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قائد فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا یبلغ من معہ ثلاث مائۃ فصاعداً الا قد سماہ لنا باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلتہ۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸)

بخدا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ختم دنیا تک کسی ایسے قائد فتنہ کو نہیں چھوڑا جس کے ساتھ تین سو اور تین سو سے زائد لوگ شامل فتنہ ہوں مگر آپ نے ہمارے سامنے اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام بیان کیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو چیز بیان فرمائی ہے وہ صرف فتنے تھے اور فتنے بھی اس قسم کے سب تو بیان نہیں کئے کہ ہر کوئی معمولی فتنہ بیان کیا ہو بلکہ فقط وہی فتنے بیان کئے جن میں لوگوں کی گمراہی کے اسباب زیادہ پائے جاتے ہوں اور قائد فتنہ کی حیثیت اور عملہ معاونین سے اس کے چیلے چانٹوں کی تعداد تین سو اور اس سے زائد تک پہنچ سکتی ہو۔ اور حضرت حذیفہؓ کی ایک روایت میں یوں آیا ہے:-

واللہ انی لاعلم کل فتنۃ ھی کائنۃ فیما بینی و بین الساعۃ الحدیث (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ و مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۸)

خدا تعالیٰ کی قسم میں اپنے اور قیامت کے درمیان ہونے والے فتنہ کو بخوبی جانتا ہوں۔

اور وہ اکثر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتنوں کی بابت ہی پوچھا کرتے تھے۔ چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ:-

قال کان الناس یسئلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسئلہ عن

لوگ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خیر کے بارہ میں سوال کیا کرتے تھے اور میں آپ سے فتنہ اور شر کی بابت

اہلِ مدینہ کو نکلنے پر مجبور کر دیں گے۔

وثالثاً علامہ ابن خلدون المغربیؒ (المتوفی ۸۰۸ھ) حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو سعید الخدریؓ وغیرہ کی مذکورہ روایات کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ:

وهذه الاحاديث كلها محمولة على ما ثبت في الصحيحين من احاديث الفتن واشراط لاغير لانه المعهود من الشارع صلوات الله وسلامه عليه في امثال هذه العمومات (مقدمہ ص۲۲۳)

یہ سب کی سب حدیثیں جیسا کہ بخاری و مسلم کی احادیث میں وارد ہے صرف فتن اور علامات قیامت پر محمول ہیں کسی اور چیز پر ان سے مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسے عمومات کے بارے میں یہی منصب ہے (کہ جو ان کی شان کے شایان ہو صرف وہی بیان فرمائیں)

حضرت علامہؒ کی عبارت بالکل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب اسی کا مقتضی ہے کہ آپ صرف وہی کچھ بیان کریں جو رسالت اور نبوت کے مناسب ہے اور وہ ملاحم و فتن ہیں جن سے آگاہ کرنا آپ کا اہتمام تھا۔ اور آپ نے بہت اکثر فتنے بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:

وقد بيّن النبي صلى الله عليه وسلم اكثر الفتن (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص۲۱۲)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکثر فتنے بیان فرمائے ہیں۔

کیا فریق مخالف کا ضمیر اور ایمان اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ بحیثیت مجموعی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر زمانہ کی مردم شماری تمام چھوٹے بڑے انسانوں کا فروں اور مسلمانوں بلکہ تمام حیوانوں، پرندوں، چرندوں حتیٰ کہ دریائی مچھلیوں، جنگلوں اور زمین کے چیونٹی مکوڑوں کی تفصیل تعداد اور ان کے مکمل اور مفصل حالات بیان کئے تھے کہ وہ کیا کھاتے پیتے ہیں، روزانہ کتنی مرتبہ جفتی اور پیشاب و پاخانہ کرتے ہیں؟ اور ان امور کا منصبِ نبوت اور دین سے آخر کیا تعلق ہے؟ کیا واقعی فریق مخالف کا یہ نظریہ اور عقیدہ ہے؟ بلکہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ان کا ضمیر بھی اس کے خلاف ہوگا اور اگر نہیں تو پھر ان کو ہر وقت اس کا علاج کروانا چاہیئے تربیت یافتہ نفس بفضلہ تعالیٰ خطرہ سے محفوظ رہتا ہے ؎

کوئی حلقہ میں طوفاں کا ڈال سکتا نہیں اس کو<br>
سفینہ جس نے ساحل پہ پھر موج ملال کر دے

چنانچہ صراح صفحہ ۲۲۵ وغیرہ میں ہے جمیع ضد متفرق او کر جمیع کا لفظ متفرق کی ضد ہے۔ جمیع کو اس مقام پر ایسا ہی سمجھئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ — یعنی ہم جنوں اور انسانوں کو اکٹھا کر کے ان سے جہنم کو پُر کریں گے۔ (پ ۱۲ - سورۂ ہود - ۱۰ ع)

یعنی وہ جن و انسان جو دوزخ میں ڈالے جائیں گے اکٹھے ہوں گے یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ تمام انسان و جن ایک دم دوزخ میں چلے جائیں گے اور پھر جنت میں کون جائے گا جس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں سے بھی زیادہ ہے۔ مگر ؎

اسد کیا قدر ہوگی میری شان بے نیازی کی ۔ وہ پابند ہوس جو آستاں پہ آستاں چومے

اور علماء اصول نے لفظ مفتری کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ○ (کہ سب فرشتوں نے مل کر حضرت آدم کو سجدہ کیا)

میں لفظ اجمعون اس تاویل کے سبب سے لایا گیا ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ تو سب فرشتوں نے کیا مگر الگ الگ اور علیحدہ علیحدہ کیا کیونکہ لفظ اجمعون میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ سب فرشتوں نے مل کر اور اکٹھے ہو کر سجدہ کیا تھا۔ (دیکھئے حسامی صفحہ ۲۷ اور نور الانوار صفحہ ۸۷ وغیرہ) تو اس لحاظ سے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کی عبارت کا یہ معنی ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں علامات قیامت کے پورے سوال و جواب و شرائط ساعت وغیرہ پر مشتمل تھے اکٹھے بیان کئے گو اس سے قبل اور بعد کبھی آپ نے کچھ کچھ علامات بیان فرمائے لیکن وہ متفرق تھے۔ اتنے اکٹھے علامات آپ نے صرف اسی مخصوص مجلس میں بیان فرمائے۔ اور اگر کہیں کہ لفظ جمیع کے معنی کل ہونے پر ہی اصرار ہو تو ہماری بلا سے۔ وہ اسی کتاب میں لفظ کل کی بحث ملاحظہ کرے جس میں مخالف صاحب کا حوالہ بھی شامل ہے۔ کہ رنگ لگے نہ پھٹکری ہی ؎

شش جہات گلستاں میں کیسا آیا انقلاب
غنچہ پژمردہ ہوا جس سے خنداں ایک دن

اور اسی سیاق و سباق کے پیش نظر حضرت عمر بن الخطاب الفاروق رض اور حضرت ابو سعید الخدری رض کی احادیث کا جواب بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہم ان حدیثوں کا بھی صرف یہی مطلب لیتے ہیں کہ آپ نے

الذي استدل بحديث عليه الصلوة والسلام فتجلى لي كل شيء وعرفت هو بمنزلة قوله تعالى في التوراة تفصيلا لكل شيء وادعى في الصحة التخصيص بما يناسب المقام ولو سلم فيه احد رضي الله عنه يبين كتفيه ثم لما سرى عنه ذلك فلا يبعد من ان يكون تعليم تلك الامور ثانيا في حالة أخرى اھ

(تفہیمات الٰہیہ ج ۲ ص ۱۳۷ و ص ۱۳۸)

اور (جس) حدیث سے استدلال کیا ہے تو ہم اس کو یہ جواب دیں گے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تورات کے بارے میں تفصیلاً لکل شیء آیا ہے اور اصل صحت میں تمام کے مناسب تخصیص کرنا ہے اور اگر یہ تجلی ہر ایک چیز کے لیے تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ صرف اس وقت کے لیے تھی جب کہ اللہ تعالیٰ نے دست قدرت آپ کی پشت پر رکھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے دست قدرت اٹھا لیا تو یہ تجلی اور انکشاف بھی جاتا رہا سو اس میں کوئی بعد نہیں کہ اس کے بعد دوسری حالت میں آپ کو دوبارہ ان امور کی تعلیم دی گئی ہو۔

غور کیجئے کہ حضرت شاہ صاحب کیا کہہ گئے ہیں؟ مولوی محمد عمر صاحب تو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کلی کی نفی کرنے والا تنقیص کرتا ہے مگر حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے صفات باری تعالیٰ مثلاً علم غیب وغیرہ کی نفی کرنا واجب ہے اور اس میں کوئی توہین و تنقیص نہیں ہے اور فتجلی لی کل شیء سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کلی پر استدلال کرنے والے کو حضرت شاہ صاحب نے یوں جواب دیا ہے کہ اس میں لفظ کل عموم حقیقی کے لیے نہیں ہے بلکہ احکام دین اور امور شریعت وغیرہ سے مخصوص ہے جیسا کہ تورات کے بارے میں تفصیلاً لکل شیء آیا ہے اور گذر چکا ہے کہ اس سے مراد امور دین، احکام وغیرہ ہی ہیں ہر ہر ذرہ مراد نہیں ہے اور حضرت شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ خود اسی روایت میں اس کا قرینہ بھی موجود ہے وہ یہ کہ پہلے جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے دریافت کیا کہ ملاء اعلیٰ یعنی مقربین فرشتوں کا اختلاف اور اختصام کس بات میں ہو رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ (لا ادری) میں نہیں جانتا، تین مرتبہ ایسا ہوا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت آپ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، اور اس کے بعد آپ سے پوچھا کہ ملاء اعلیٰ کی خصومت کس امر میں ہو رہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں جانتا ہوں۔ فرمایا وہ کیا امور ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پاؤں پر چل کر مسجدوں میں جانے، نماز

باطل ہے۔

و نیز مشہور حنفی محدث علامہ محمد طاہر لکھتے ہیں کہ:

ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما طائر یطیر الا عندنا منہ علم یعنی استوفی بیان الشریعۃ حتی لم یبق مشکل فضرب بہ مثلاً وقیل ان اللہ امرہ ان یبین کل شیء لا یتبین حتی احکام الطیر وما یحل وما یحرم وکیف وما الذی یفدی منہ المحرم اذا اصابہ ونحوہ۔

(مجمع البحار ج ۲ ص ۳۲۲)

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ کوئی پرندہ پر مارنے والا بھی ایسا نہیں جس کا علم ہمیں نہ ہو یعنی آپ نے شریعت کا احکام پورا بیان فرما دیا حتی کہ کوئی مشکل باقی نہیں رہی اور یہ ارشاد بطور مثال آپ نے بیان فرمایا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی چیز آپ نے نہ چھوڑی جو آپ نے نہ بیان کی ہو حتی کہ پرندوں کے احکام اور ان میں جو حلال اور حرام ہیں اور اس قسم کی دیگر کیفیت اور یہ کہ جب محرم کسی جانور کو قتل کرے تو اس پر کیا کفارہ لازم آتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اس صریح عبارت سے معلوم ہوا کہ پرندوں کے متعلق آپ نے صرف وہ احکام بیان فرمائے ہیں جو حلال و حرام وغیرہ احکام سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا شریعت میں بیان کرنا ضروری ہے اور یہ کہ محرم بحالت احرام اگر کسی جانور اور پرندے کو قتل کر دے تو اس پر کیا فدیہ عائد ہوگا وغیرہ وغیرہ اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ شرعی احکام ہیں اور منصب نبوت اور رسالت کے عین مطابق ہیں نہ یہ کہ وہ جانور پیشاب پاخانہ کس طرح کریں گے؟ اور جفتی وغیرہ کیسے کریں گے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ! ان امور کا منصب رسالت سے بھلا تعلق ہی کیا ہے؟

## ساٹھویں حدیث

مولوی محمد عمر صاحب بحوالہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۳ اور مفتی احمد یار خان صاحب بحوالہ بخاری و مشکوٰۃ ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ مفتی صاحب کی زبانی یوں ہے کہ:

حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے۔ پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے۔ قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے۔

ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں۔ عبد اللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو؛

خیال رہے کہ جنتی یا دوزخی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے؟ رضوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے اور بحث پہلے منقول ہو چکی ہے کہ اہل حق کا اجماعی مسئلہ ہے کہ علوم خمسہ کے جو جزئیات ممکن ہیں وہ تو باذن اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور حضرات اولیاء عظام کو کشف اور الہام کے طور پر معلوم ہو سکتے ہیں جھگڑا صرف کلیات میں ہے اور اس میں فریق مخالف کے پاس ایک دلیل بھی موجود نہیں ہے۔ مولانا رضوی سے طبع آزمائی کر دیکھیں۔ مقتدی؎ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ قربان ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے اجالے دنیا و آخرت سب کو دیکھتی ہیں؛ انتہیٰ بلفظہ۔ (جاء الحق ص۸۲ و مقیاس ص[illegible])

**جواب** | اس روایت سے بھی فریق مخالف کا علم غیب کلی پر استدلال باطل ہے۔
اوّلاً اس لیے کہ آپ کا یہ فرمانا سلونی کہ مجھ سے سوال کرو، غصہ و ناراضگی کی وجہ سے تھا۔ چونکہ لوگوں نے زیادہ تکرار اور لایعنی سوالات کرنے شروع کر دیئے تھے اس لیے آپ نے بطور غصہ اور ناراضگی کے یہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ:

| | |
|---|---|
| قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اشیاء کرھھا فلما اکثر علیہ المسألۃ غضب وقال سلونی الحدیث (بخاری ج۲ ص۱۰۸۴ ومسلم ج۲ ص۲۶۳) | آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی اشیاء کے بارے میں سوال کیا گیا جن کو آپ پسند نہیں فرماتے تھے جب لوگوں کے سوالات بڑھ گئے تو آپ نے غصہ میں آکر فرمایا پوچھو مجھ سے الخ |

جب بعض لوگوں نے آپ کی منشاء کے خلاف اور سوالات شروع کر دیئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ان کے جوابات آپ کو بتلاتے جاتے تھے نہ یہ کہ آپ کو مغیبات کا علم تھا۔ چنانچہ امام نووی رح اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

| | |
|---|---|
| قال العلماء هذا القول منه صلی | حضرات علماء کرام کا کہنا ہے کہ یہ قول جناب رسول اللہ صلی |

اس امر پر مبنی نہ تھا کہ آپ کو علم غیب تھا اور آپ اس کا اظہار لوگوں پر کرنا چاہتے تھے بلکہ یہ ارشاد آپ نے لوگوں کے لا یعنی اور بے کار سوالات کا دروازہ بند کرنے کے لیے ارشاد فرمایا تھا۔

وثالثاً اگر اس ارشاد کو غصے پر محمول نہ کیا جائے تب بھی صحیح روایات میں اس امر کی واضح اور روشن دلیل موجود ہے کہ آپ نے امور عظام اور بڑے بڑے اہم مسائل کے بارے میں سوال کرنے کی اجازت دی تھی نہ یہ کہ ہر کہ و مہ امر کی اجازت آپ نے لوگوں کو دی تھی چنانچہ حضرت انس بن مالک کی روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قام على المنبر فذكر الساعة وذكر ان بين يديها امورا عظاما ثم قال من احب ان يسأل عن شيء فليسأل عنه فوالله لا تسألوني عن شيء الا اخبرتكم به ما دمت في مقامي هذا الحديث
(بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۳ و مسلم ج ۲ ص ۲۶۳)

منبر پر کھڑے ہوئے تو آپ نے قیامت کا ذکر فرمایا اور یہ بیان فرمایا کہ قیامت سے قبل بڑے بڑے واقعات رونما ہوں گے جو شخص کسی چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے تو پوچھ لے بخدا جب تک میں اس مقام پر موجود ہوں تم مجھ سے جو کچھ بھی پوچھو گے میں تم کو بتا دوں گا۔

ضرورت تو نہیں مگر صرف بطور شاہد و تائید حضرت عمرؓ کی یہ روایت بھی سن لیجئے۔

ونعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ابواب الغيب وقال سلوني ولا تسألوني عن شيء الا نبأتكم به الحديث
(مسند ابو داؤد طیالسی ص)

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیب کے بعض ابواب اور امور کی تخصیص فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھو تم جیسے جو کچھ بھی ان مخصوص امور غیب میں سے سوال کرو گے تو میں تمہیں اس کی اطلاع دے دوں گا۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ابواب غیب کی ایسی قسموں کو بیان کرنا یا پہلی صورت میں نامناسب اور لا یعنی امور کے جوابات سے اجتناب کرنا اور بصورت اہم مسائل بذریعہ وحی اس کا جواب دینا آپ کے منصب نبوت سے متعلق تھا جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کی عبارات میں اس کی تصریح گزر چکی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی اسی کا متقاضی ہے۔

لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ

مت سوال کرو علم ایسی اشیاء کے بارے میں کہ جب وہ تم پر ظاہر کر دی گئیں تو تم پریشان ہو گے اور اگر تم اس وقت

قرآن کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے یہ خبر حضور علیہ السلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعنہ کرتے ہیں اب سے قیامت تک کسی کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعنہ کرنا منافقوں کا طریقہ ہے دوسرے یہ کہ قیامت تک کے واقعات سارے حضور علیہ السلام کے علم میں ہیں۔ (ملخصاً جاء الحق ص ۵۵)

**جواب** مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسی بے سروپا روایتوں سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس روایت کی سند مبارک یوں ہے قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث (دیکھئے معالم و مظہری وغیرہ) اور لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کی تشریح میں ہم سدی کا ذکر خیر کر چکے ہیں کہ حضرات محدثین کرام کے نزدیک اس کا عدالت میں کیا پایہ ہے؟ پھر سدی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان کتنے راوی ہیں؟ اور وہ بھی کیسے؟ ثقہ یا ضعیف؟ ایسی بے سند منافرانہ مخیلات کو یک جنبش پہاڑ کر آگے چلا جانا مفتی صاحب اور ان کی لائق جماعت ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ

قال الشیخ جلال الدین السیوطی لم اقف علی ھذہ الروایۃ (تفسیر مظہری ج ۴ ص ۲۹۵)

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ میں اس روایت کی سند پر مطلع نہیں ہو سکا۔

ممکن ہے مفتی صاحب کو بطریق کشف و الہام اس روایت کی سند اور اس کی صحت پر آگاہی حاصل ہو گئی ہو جس کی وجہ سے وہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب اور ان کی جماعت کو دین کی سمجھ عطا فرمائے مگر شرک و بدعت کے ساتھ دین کی سمجھ حاصل ہی کہاں ہو سکتی ہے۔ کاش کہ حضرت مفتی صاحب کو ارشاد الساری کا وہ حوالہ جس میں نبی کے لیے علم غیب کا ضروری ہونا منافقوں کا نظریہ قرار دیا گیا ہے اور پھر حضرات فقہاء احناف کی تکفیری عبارات یعنی ملاحظہ کرنی چاہئیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ طبیعت بالکل صاف ہو کر منظر پر آ جائے گی۔

**سولھویں حدیث**

مفتی احمد یار خان صاحب مشکوٰۃ باب المعجزات سے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کرکے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ "شکاری آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کرے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ ایک

صاحب (حضور علیہ السلام) دو سیاقوں کے درمیانی گفتگو (مدینہ) میں وہی امور گذشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں۔" انتہیٰ بلفظہ (جاء الحق ص[illegible])

**جواب** اس روایت کا صحیح مطلب بالکل واضح ہے کہ آپ نے ماسبق اور آئندہ کی بے شمار خبریں بتادی ہیں مگر اس سے مفتی صاحب کا استدلال لفظ ما کے عموم استغراقی پر مبنی ہے کیونکہ روایت کے یہ الفاظ ہیں (یخبرکم بما مضیٰ وما ھو کائن بعدکم) اور ہم پہلے تفصیل سے عرض کر چکے ہیں کہ ما عموم میں نص قطعی نہیں ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے وہاں ہی ملاحظہ کر لیں آپ نے دیکھا کہ فریق مخالف کی گاڑی اکثر چار پہیوں پر چلتی ہے مثلاً کل، لفظ ما اور لفظ شیٔ وغیرہ کا عموم اور استغراق اور اس گاڑی کے اوپر جو ڈھانچہ ہے وہ توحید و سنت اور حق اور اہل حق سے نفرت اور گریز ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔

**نویں حدیث** مولوی محمد عمر صاحب ترمذی ج ۲ ص۳۶ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمرو سے ایک روایت نقل کر کے پھر اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں کہ "عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ہم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں؟ تو ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر یہ کہ آپ ہمیں ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے باپ کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر ان کے اخیر پر میزان لگائی گئی ہے اور ان میں نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا ہمیشہ تک۔ پھر فرمایا یہ جو کتاب میرے بائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام پھر ان کے اخیر پر میزان لگائی گئی ہے نہ ان میں کچھ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم ہمیشہ کے لیے۔" اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور تمام دوزخیوں کی فہرستیں اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی ہوئی ہیں جن میں ان کے اعمال بھی شامل ہیں۔ اب تم کہو کہ آپ کو غیب کچھ نہیں تو تمہاری بات کو سچا مانا جائے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو۔ بہر صورت اس حدیث پاک کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہر مسلمان کو علم غیب ثابت تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔" انتہیٰ بلفظہ

(مقیاس ص[illegible])

**جواب** اس سے بھی فریق مخالف کا استدلال باطل ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ یہ دونوں کتابیں حقیقی تھیں یا محض مثالی؟ شراح حدیث نے دونوں قول نقل کیے ہیں (دیکھئے مرقات ج ۱ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۳۸) حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے بارے میں ارشاد حسن کہہ کر اس قول کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ یہ دونوں کتابیں حسی تھیں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی دیکھی تھیں (ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۳ ص ۳۴۶) مگر ان دونوں کتابوں کے مثالی ہونے کا بھی انہوں نے تذکرہ کیا ہے۔ اور حضرت شیخ محدث عبد الحق صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: ویداں تمثیل و تصویر کرد معنی دقیق را در قالب محسوس بجہت آنکہ گویا در دست اوست و معائنہ آنکہ در خارج کتابی نیست و نوشتہ در او (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۸۰ طبع نولکشور لکھنؤ) جب ان کتابوں کے حسی اور مثالی ہونے میں ہی شراح حدیث کا اختلاف ہے تو فریق مخالف کا دعویٰ ان کو علی التعیین حقیقی اور سمجھ کر کیسے صحیح ہوگا ؟

وثانیاً اگر یہ دونوں کتابیں حسی بھی ہوں اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو دیکھا بھی ہو تب بھی اس روایت میں صرف اس کا ذکر ہے کہ جنتیوں کے اور ان کے آباء کے اور ان کے قبیلوں کے نام اور اسی طرح دوزخیوں کے اور ان کے آباء کے اور قبیلوں کے نام درج تھے۔ اس میں اس کا ذکر کہاں ہے کہ ہر ہر آدمی کی زندگی کے پورے اور تفصیلی حالات بھی ان میں درج تھے اور اس کا ذکر اس میں کہاں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کتابوں کے اندر درج شدہ پورے ناموں کی مکمل تفصیل کا بھی علم تھا ؟ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کتابوں میں جنتیوں اور دوزخیوں کے درج شدہ تمام ناموں کا آپ کو تفصیلی علم تھا تو فریق مخالف بتلائے کہ جانوروں اور کیڑے مکوڑوں وغیرہ کا جو غیر مکلف مخلوق ہے اور جنت اور دوزخ میں نہیں جائیں گے (وقد اذا ثبت فی البعض) تو ان کا ذکر ان کتابوں میں کہاں ہے ؟ علم غیب کلی صرف مکلف مخلوق کے ناموں اور ان کے اجمالی و تفصیلی حالات ہی کا نام تو نہیں ہے بلکہ علم غیب کلی تو زمین کے ہر ہر ذرہ اور درخت کے ہر ہر پتہ اور دریا کے ہر ہر قطرہ وغیرہ وغیرہ کا نام ہے اور اس روایت سے ان کے بارے میں علم غیب کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں ہوا جیسا کہ بالکل عیاں ہے ۔

وثالثاً اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور دوزخیوں کے علی التعیین نام معلوم تھے تو آپ نے ابو طالب اور عبد اللہ بن اُبی وغیرہ کے لیے جو خدا تعالیٰ کے علم میں دوزخی تھے کیوں مغفرت کی دعا کی اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور سختی کیوں نازل ہوئی ؟ کیا آپ نے جان بوجھ کر دوزخیوں کے